طب الاقطاب حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے

مقالات کا مجموعہ

رموز الغیب

ترجمہ اردو

فتوح الغیب

از فقیر محمد صادق صدیقی عفی عن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ

سورہ انعام آیت ۵۹

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مقالات بابرکات کا مجموعہ

رموز الغیب

ترجمہ اردو

فتوح الغیب

از فقیر محمد صادق صدیقی عفی عنہ

شائع کردہ

صاحبزادہ محمد فیض علی نقشبندی مجددی

دادو والی شریف

براستہ وزیر آباد (پاک، پنجاب)

ماہ رمضان المبارک سنہ ۱۳۷۱ھ مطابق ماہ جون سنہ ۱۹۵۲ء

طبع اول ایک ہزار ہدیہ دو روپے بارہ آنے

تہدیہ

ایک گدائے بے نوا اپنے اس ناچیز ترجمہ کو

دربار عالیہ قادریہ کے سرتاج

قطب الاقطاب محبوبِ ربانی غوثِ صمدانی

حضرت سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے

نام نامی اور اسمِ گرامی سے منسوب کرتا ہے

الٰہی

اِس حقیر خدمت کو قبول فرما اور اسے میرے لئے ذخیرہ آخرت بنا

نیز روزِ حشر میں

سید الانبیاء رحمۃ للعالمین علیہ التحیۃ والتسلیم کی شفاعت کا حقدار بنا۔ آمین!

مترجم

فہرس

۷۸۶

عرضِ مترجم

قطب الاقطاب محبوبِ ربانی غوثِ سبحانی حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے ارشادات معلوم کرنے کا شوق ہر مسلمان کے دل میں جاگزین ہے، لیکن عربی زبان سے ناآشنا ہونے کے باعث یہ شوق اُدھورا رہا۔ بلکہ مولانا حضرت شیخ عبد الحق صاحب دہلوی رحمۃ اللہ تعالےٰ کی فارسی شرح سے بھی استفادہ نہ کیا جا سکا، اُردو دان طبقہ کی اس بڑھتی ہوئی ضرورت کو مدِّنظر رکھ کر خاکسار مترجم نے اپنی علمی بے بضاعتی کے باوجود یہ خدمت اپنے ذمہ لی جب اِس میدان میں قدم رکھا تو طرح طرح کی مشکلات پیش آئیں، عربی زبان کی فصاحت کو ترجمہ میں برقرار رکھنا قریباً ناممکن ہے، اور پھر اُردو محاورہ کی پیروی کے لئے اصل متن کو نظرانداز کرنا بھی کسی طرح جائز نہ تھا، اگر تشریحات کا سلسلہ شروع کر دیا جاتا، تو کتاب کا حجم بڑھ جاتا۔ جو قارئین کے لئے بارِ خاطر ہو جاتا،

خاکسار مترجم نے طویل غور و تدبر اور اہلِ علم کے مشورہ سے عربی متن کو چھوڑ دیا، حالانکہ یہ متن نہ صرف باعث برکت و فیضان تھا، بلکہ مطالب سمجھنے میں آسانی بھی پیدا کرتا، ترجمہ سے مقصود صرف اسی قدر ہے کہ شیخ علیہ الرحمۃ کے ارشادات ذہن نشین ہوں اور اُن پر عمل کیا جا سکے، جمہور مسلمانوں کے لئے اتنا استفادہ کافی و وافی ہے، ذی علم طبقہ اس ترجمہ کا محتاج نہیں، اور نہ ہی اُن کو مخاطب سمجھ کر اس حقیر کوشش کو

سرانجام دیا گیا ہے۔

خاکسار مترجم کو اعتراف ہے، کہ اس سے پہلے دو تین ترجمے (حامل المتن اور بلا متن) چھپ چکے ہیں، مگر وہ اس بلند پایہ تصنیف کی خوبیوں کو اجاگر کرنے میں قاصر رہے ہیں۔ اور اُن کی اشاعت ظاہری و باطنی خوبیوں کی حامل بھی نہیں، اس ترجمہ میں کوشش کی گئی ہے کہ ہر شخص اصل کتاب کا مضمون اچھی طرح سمجھ لے، اس کی کتابت، طباعت، اور جلد بندی میں بھی خاص کوشش کی گئی ہے تاکہ اس کی جاذبیت بڑھ جائے اور عقیدت مند دل کو روحانی تسکین کا سامان میسر آئے، اُمید ہے کہ قارئین کرام خاکسار کی اس ناچیز کوشش کو وقعت کی نگاہ سے دیکھیں گے، اور جہاں جہاں سُقم نظر آئے، اُس سے مطلع فرمائیں گے،

آخر میں اُن تمام اصحاب کا شکریہ ادا کرتا ہوں، جنہوں نے اس کی اشاعت میں میرا ہاتھ بٹایا ہے، دعا ہے کہ حق تعالیٰ اس ناچیز خدمت کو قبول فرمائے اور اس کو میرے لئے ذخیرہ آخرت بنائے، آمین۔

گکھڑ، ضلع گوجرانوالہ (پاکستان)، ماہ رمضان المبارک ۱۳۷۱ھ } فقیر محمد صادق صدیقی عفی عنہ مترجم

تعارف

ازیل میں مولانا عبدالماجد دریابادی کی تصنیف تصوف اسلام سے اقتباس کر کے مصنف علیہ الرحمۃ کے حالات زندگی درج کئے جاتے ہیں، نیز اُن کے مقالات کے مجموعہ پر تبصرہ و تعارف پیش کیا جاتا ہے، ناچیز مترجم اس جسارت کے لئے مولانا موصوف کا شکر گذار ہے! اور چونکہ ان کی بلند شخصیت کا علمی اور دینی معیار بہت بلند ہے اس لئے یقین ہے کہ قارئین کے لئے یہ اضافہ باعث مسرت ثابت ہوگا

اگر یہ سوال کیا جائے کہ صوفیہ کرام کے سارے سلسلوں میں شہرت عام اور مقبولیت انام سب سے زیادہ کس حصہ میں آئی ہے؟ تو عجب نہیں کہ متفقہ طور پر نام حضرت شیخ جیلانی رح ہی کا زبانوں پر آ گرہے، دُوسرے بزرگوں کے حلقے پھر محدود ہیں، شیخ جیلانی کا نام خواص و عام سب کی زبان پر ہے، مختلف ناموں اور تعظیمی لقبوں کے ساتھ "غوث اعظم" "محبوب سبحانی"، وغیرہ متعدد چلے ہوئے نام اور لقب ہیں، آپ کا زمانہ قدما صوفیہ کا آخر زمانہ تھا، اس لئے بھی آپ کے ارشادات اور زیادہ توجہ کے مستحق ہیں،

اسم مبارک عبدالقادر تھا، کنیت ابو محمد، محی الدین لقب قرار پایا، متاخرین نے فرط عقیدت سے متعدد القاب کا اضافہ کر دیا،

سیادت نسبی دونوں طرف سے حاصل تھی، والد ماجد کی طرف سے سلسلہ نسب سیدنا حضرت حسن رض تک پہنچتا ہے، اور والدہ ماجدہ کی طرف سے

سیدنا حضرت حسین رضؓ تک، اسی لئے نام کے ساتھ سید حسنی و حسینی لکھا جاتا ہے
سایۂ پدری بچپن ہی میں سر سے اُٹھ گیا تھا،

ولادت باختلاف روایت سنہ ۴۷۰ھ یا ۴۷۱ھ میں ہوئی، مولد نواح طبرستان میں قصبہ جیلان ہے، اسی کو گیل اور گیلان بھی کہتے ہیں، سال وفات سنہ ۵۶۱ھ میں کوئی اختلاف نہیں ہے، عمر شریف ۹۰ سال کی ہوئی، ماہ ربیع الثانی بھی سب کو مسلّم ہے، البتہ تاریخ میں اختلاف ہے ۸ ربیع الثانی، ۱۰ ربیع الثانی، ۱۱ ربیع الثانی، ۱۴ ربیع الثانی، ۱۷ ربیع الثانی سب نقل ہوئی ہیں، دارا شکوہ نے ان سب کو چھوڑ کر ۹ ربیع الثانی کو اختیار کیا ہے، ۱۸ سال کی عمر میں بغداد آگئے، عمر کا بیشتر حصہ یہیں گذرا، یہیں وفات پائی، یہیں مدفون ہوئے،

سلسلہ تعلیم کی ابتدا قرآن مجید سے ہوئی، حفظ کیا، پھر ادب و فقہ و حدیث کی تحصیل اور باضابطہ تکمیل اپنے زمانہ کے کامل استادوں اور ماہرین فن سے کی، نظر کی وسعت اور علم کے تبحّر کی گواہ خود آپ کی دو کتابیں غنیۃ الطالبین اور فتوح الغیب ہیں، فقہ میں مسلک احمد بن حنبل پر تھے، تدریس، فتوٰی نویسی اور وعظ گوئی کے مشغلے سالہا سال جاری رہے، ایک بڑے گروہ نے علوم ظاہری میں شاگردی کی، استفتے دور دور سے آتے، آپ برجستہ تحریر کرا دیتے،

طریق باطنی کی تعلیم شیخ حماد، قاضی ابو سعید مبارک مخزومی، اور شیخ ابو یوسف یعقوب ہمدانی سے پائی شیخ خرقہ قاضی ابو سعید مخزومی تھے، شیخ صحبت شیخ حماد ہے، نسبت ارادت براہ راست سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تھی، اور اہل تذکرہ کا بیان ہے، کہ انوار و

فیوض کا نزول براہ راست خواجہ عالمؐ کی سرکار سے ہوتا تھا،

تذکروں میں کرامت اور خرق عادت کے واقعات اس کثرت سے مذکور ہیں کہ شاید ہی کسی دوسرے بزرگ کے ہوں، امام یافعی رح کہتے ہیں کہ شیخ کی کرامتوں کی تعداد حد شمار سے خارج ہے، اور اکثر تواتر یا تقریباً تواتر تک پہنچی ہوئی ہیں،

دارا شکوہ کے الفاظ، بہت کچھ لکھنے کے باوجود یہ ہیں:۔

"حضرت سے جو واقعات زندگی میں صادر ہوتے رہے، اور جو آج بھی مشاہدہ میں آرہے ہیں، ان سب کو جمع کیا جائے تو کتاب ضخیم ہو جائے"

شیخ عبدالحق دہلوی، حضرت کے ایک معاصر بزرگ شیخ علی ہیتی کی شہادت نقل کرتے ہیں کہ:۔

"کہ انہوں نے اپنے زمانہ میں کسی کو شیخ عبدالقادر سے بڑھ کر صاحب کرامات نہیں پایا، جس وقت جو ان سے کرامات کا مشاہدہ کرنا چاہے، کرسکتا ہے، خرق عادت کبھی خود انہی سے ظاہر ہوتی ہے کبھی ان کے متعلق اور کبھی ان کے ذریعہ سے"۔

آپ کی والدۂ ماجدہ ایک ایسی کرامت کا ذکر کرتی ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی ولایت مادرزاد تھی، فرماتی ہیں، کہ شروع ہی سے احکام شریعت کا یہ التزام تھا کہ رمضان بھر دن میں دودھ نہیں پیتے تھے، اتفاق سے ۲۹ شعبان کو ابر تھا، چاند نہ دکھائی دیا، دوسرے دن بچے نے دودھ نہ پیا، آخر تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ چاند ہوگیا تھا، اور اس دن یکم رمضان تھی۔

ایک دوسری روایت ہے کہ بچپن کا زمانہ تھا، آبادی کے باہر کھیل رہے

تھے، کہ ایک گائے کی دم پکڑ کر کھینچی، وہ قدرت حق سے گویا ہو گئی، اور پلٹ کر اس نے کہا "اے عبدالقادر تم دنیا میں اس غرض سے نہیں بھیجے گئے ہو"۔ معاً اسے چھوڑ دیا، دل پر ہیبت طاری ہوئی، مکان پر آکر بالاخانہ سے جو نظر کی تو دیکھا کہ سامنے میدان عرفات ہے، اور حاجیوں کی قطاریں، والدۂ ماجدہ سے آکر عرض کی کہ راہ خدا طے کرنے کی اجازت دیجئے، بغداد جا کر تحصیل علم کروں انہوں نے سبب پوچھا، کل واقعہ ان سے بیان کیا، ان نیک دل خاتون پر رقت طاری ہو گئی، اُٹھ کر گئیں، ایک تھیلی لا کر فرزند نامدار کے ہاتھ میں دیدی، اور فرمایا کہ "بیٹا تمہارے والد مرحوم کل اسّی دینار چھوڑ گئے تھے، چالیس کی امانت تمہارے بھائی کے لئے محفوظ ہے، یہ چالیس تمہارے حوالہ، میری نصیحت وصیت، جو کچھ سمجھو بس اتنی ہے، کہ راستی کو کسی حالت میں نہ چھوڑنا، جاؤ تمہیں اللہ کو سونپا، اب قیامت کے دن دیکھنے کو ملو گے"۔

راستہ میں ڈاکوؤں نے قافلہ پر حملہ کیا، ہر شخص مال چھپانے جان بچانے کی فکر میں ہوا، اس سعادت مند فرزند اور اللہ کے برگزیدہ بندہ نے صاف صاف اپنے پاس کی مالیت کو بیان کر دیا، قزاق راست بازی اور دیانت کی اس کرامت پر دنگ رہ گئے۔ آخر اپنے پیشہ سے تائب ہو کر داخل بیعت ہوئے۔

منزل صدق میں شاید اسی قیام استقامت کا یہ نتیجہ نکلا کہ آگے چل کر وہ مرتبۂ اعظم حاصل ہوا، جو مقام صدیقیت کے لئے مخصوص ہے، اور رہرووں کے لئے تو کیا، اچھے اچھے رہبروں اور رہنماؤں تک کے لئے باعث رشک، فرماتے تھے کہ جب تک ہنسنے کا حکم نہیں ملتا، نہیں

ہنستا ہوں، جب تک کھانے کا حکم نہیں ملتا، نہیں کھاتا ہوں، جب تک بولنے کا حکم نہیں ملتا، نہیں بولتا ہوں ؛

تصانیف متعدد چھوڑیں، مندرجہ ذیل یا تو خود موجود ہیں یا ان کے نام دوسری کتابوں میں محفوظ ہیں ،

(۱) غنیۃ الطالبین — فقہ حنبلی کی مشہور کتاب

(۲) فتوح الغیب — فن سلوک پر

(۳) الفتح الربانی — مجموعۂ مواعظ

(۴) جلاء الخاطر
(۵) الیواقیت والحکم
(۶) الفیوضات الربانیہ
(۷) حزب بشایر الخیرات
(۸) المواہب الرحمانیہ

} یہ سب نام مارگولیتھ نے انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں مقالہ "عبدالقادر محی الدین جیلانی" کے تحت میں درج کئے ہیں ،

مارگولیتھ جس نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ سب کتابیں شیخ کے فضل و کمال تفقہ فی الدین اور تبحر علمی کی زبردست گواہ ہیں ،

بادشاہوں سے ہدیہ نہیں قبول فرماتے تھے، ان کے علاوہ اگر کوئی شخص تحفے لاتے تو قبول فرما لیتے، اور اسی وقت حاضرین میں تقسیم فرما دیتے، ایک روز خلیفۂ وقت المستنجد باللہ نے حاضر ہو کر اشرفیوں کے دس توڑے پیش کئے، حسب معمول انکار فرمایا، اُدھر سے اصرار بڑھا، شیخ رحمۃ اللہ نے ایک توڑا اپنے داہنے اور دوسرا بائیں ہاتھ سے اٹھا کر دونوں کو رگڑا، تو اشرفیوں سے خون بہنے لگا، خلیفہ سے ارشاد ہوا کہ "اللہ سے شرم نہیں آتی، کہ انسان کا خون کھاتے ہو، اور اسے

جمع کر کے میرے پاس لاتے ہو" راوی کا بیان ہے کہ خلیفہ پر اتنا اثر پڑا کہ غشی کی نوبت آگئی،

خلیفۂ وقت یا کسی صاحب ثروت کے ہاں جانے کی عادت نہ تھی، اور نہ امراء کی تعظیم فرماتے، اگر خلیفہ کی آمد سنتے تو اُٹھ کر مکان کے اندر تشریف لے جاتے، اور پھر باہر نکل کر آتے، تاکہ خلیفہ کی تعظیم کے لئے اُٹھنے کا سوال ہی نہ پیدا ہو، جب خلیفہ کے نام نامۂ مبارک کی ضرورت پیش آتی، تو یوں تحریر فرمایا جاتا، کہ "عبدالقادر کا تجھ سے ارشاد ہے، اور اس کا ارشاد تیرے اوپر نافذ ہے" خلیفہ ان تحریروں کو سر اور آنکھوں پر جگہ دیتا،

صحیفہ زندگی کی ہر سطر احکام شریعت کے مطابق وماتحت تھی، وعظ بیان فرماتے تو قرآن مجید ہی سے، مکتوب تحریر فرماتے تو بھی اسی سرچشمۂ نور وہدایت سے، تعلیمات میں سب سے زیادہ زور پابندی شریعت اور پیروی سنت پر ہوتا، وفات سے ذرا پیشتر مشائخ عصر کا مجمع تھا، بڑے صاحبزادے سیف الدین عبدالوہاب نے عرض کی، کہ حضرت کچھ وصیت فرمائیے، ارشاد ہوا:-

"اللہ کے تقوے اور اطاعت کو اپنے اوپر لازم رکھو، بجز اللہ کے کسی سے نہ خوف رکھو نہ امید، تمام حاجتیں بس اللہ ہی کے سپرد کردو اور اُسی سے طلب کرتے رہو، اور بجز اللہ کے کسی پر اعتماد نہ رکھو، اور اپنے اوپر لازم کرلو توحید کو، توحید کو، توحید کو کہ اس پر سب کا اجماع ہے"

عبادتوں اور ریاضتوں کی کثرت کا اندازہ ان روایتوں سے

ہو سکتا ہے کہ چالیس سال تک عشا کے وضو سے نماز فجر ادا کی، پندرہ سال تک یہ معمول رہا کہ بعد عشاء پورا کلام مجید ختم فرماتے تھے، پچیس سال تک صحرا میں اس تنہائی سے بسر کی کہ انسان کی شکل بھی نہیں دیکھی،

سالہا سال کی عبادتوں، ریاضتوں اور مجاہدوں کے بعد خود بیان فرماتے ہیں کہ ایک بار مجھے بہت بڑا نور نظر آیا جو دیکھتے دیکھتے سارے اُفق پر چھا گیا، اُس میں سے آواز آئی "اے عبدالقادر میں تیرا پروردگار ہوں، میں نے تیرے لئے حرام چیزوں کو حلال کر دیا۔" میں نے لاحول ولاقوۃ پڑھ کر کہا دُور ہو ملعون، بس وہ نور تاریکی میں تبدیل ہو گیا اور اس میں سے آواز آئی "عبدالقادر تو اپنے علم کی قوت سے مجھ سے بچ گیا، ورنہ میں تجھ جیسے ستر کاملوں کو گمراہ کر چکا ہوں۔" میں نے کہا ملعون، تو اب بھی مجھے گمراہ کرنے میں لگا ہوا ہے، کہتا ہے کہ تم اپنے علم کی قوت سے بچ گئے، حالانکہ مجھے بچانے والی میری کوئی بھی قوت نہیں، محض اللہ تعالےٰ کا فضل و کرم ہے۔"

ذوق عبادت اور غلبۂ خشوع و تواضع کا اندازہ گلستاں کی حکایت ذیل سے ہو گا:۔

"عبدالقادر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو لوگوں نے دیکھا، آپ حرم شریف میں سنگریزوں پر منہ رکھے ہوئے عرض کر رہے تھے کہ اے خداوند مجھے بخش دے اور اگر میں لائق عذاب سمجھا جاؤں تو قیامت کے دن مجھے نابینا اٹھانا تاکہ تیرے نیک بندوں کے سامنے شرمندہ نہ ہوں"

عوام نے جو سوفیانہ لاف زنی حضرت شیخ کی جانب منسوب کر دی ہے اس سے اس سچی عبدیت کو کوئی تعلق ہے؟ اور یہ بھی خیال

رہے کہ صاحب گلستاں شیخ سعدیؒ کا زمانہ حضرت جیلانیؒ سے کچھ ہی بعد کا تھا، اور شیخ حضرت گیلانی رح کے ایک واسطہ سے مرید بھی تھے، یعنی شیخ حضرت شہاب الدین سہروردیؒ کے مرید تھے، اور حضرت سہروردیؒ حضرت گیلانی رح کے خلیفہ تھے،

فتوح الغیب

آج سے تین ساڑھے تین سو سال سے اُدھر دنیا کے لئے خود پردۂ غیب میں تھی، شیخ سیف الدین عبدالحق محدث دہلوی (المتوفی ۱۰۵۱ھ) جب فریضۂ حج ادا کرنے گئے تو مکہ معظمہ میں ایک نسخہ اس کتاب کا انہیں شیخ عبدالوہاب المتقی قادری کے ہاں اُن کی نظر سے گذرا، ہندوستان واپس آئے تو ایک دوسرا نسخہ بھی انہیں مل گیا، فتوح الغیب عربی میں تھی، شیخ نے فارسی میں اس کا ترجمہ کیا، کہ وہی اس وقت ہندوستان کے مسلمانوں کی زبان تھی، اور مفتاح الفتوح کے نام سے شرح بھی لکھی، فتوح الغیب کا موجودہ مطبوعہ نسخہ شیخ ہی کے ترتیب اور تہذیب دیے ہوئے نسخہ کی نقل ہے، لکھنؤ اور لاہور سے ان کی شرح کے ساتھ شائع ہوئی ہے،

کتاب حمد و نعت کے بعد اٹھتر مختصر مقالوں میں تقسیم ہے، آخر میں چند ورق مصنفؒ کے حالات، مرض، وفات وغیرہ سے متعلق مرتب نے اضافہ کئے ہیں،

(۱) مقالہ اول (ص ۹-۱۰) تعمیل اوامر، اجتناب نواہی و رضا بالقضاء پر ہے، فرماتے ہیں:۔

"ہر مومن کیلئے ہر حال میں یہ تین چیزیں لازمی ہیں، ایک یہ کہ حکم الٰہی کی تعمیل کرے، دوسرے یہ کہ ممنوع سے بچتا رہے، تیسرے یہ کہ قضاءِ الٰہی پر راضی رہے، پس مومن کے لئے کم سے کم مرتبہ یہ ہے کہ ان تینوں چیزوں سے خالی نہ ہو"

(۲) مقالۂ دوم (صفحہ ۱۱-۱۴) اتباعِ سنت و ترکِ بدعت پر ہے، آغازِ کلام یوں کرتے ہیں:-

"پیروی (سنت) کرتے رہو اور راہِ بدعت نہ اختیار کرو، اطاعت کرو اور دائرہ اطاعت سے باہر نہ ہو، توحیدِ خداوندی کو مانو اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھیراؤ، کہ وہی جو کچھ چاہتا ہے اپنی مشیت سے کرتا ہے، اس کو ہر عیب سے پاک سمجھو اور اس پر تہمت نہ لگاؤ، اور تصدیق (اسلام) کرو، اور شک میں نہ پڑو، صبر سے کام لو اور بے صبری نہ کرو، طاعت حق پر جمے رہو، اور جماعت میں تفرقہ نہ ڈالو"

آگے چل کر اس مقالہ میں یہ تعلیم ہے کہ گناہوں سے توبہ کرنے اور غفلت کے دور کرنے میں تاخیر نہ کرو، اور شب و روز استغفار تقصیر اور رجوع الی اللہ کرنے کو اپنے اوپر بار نہ سمجھو،

(۳) مقالہ سوم (صفحہ ۱۴-۱۸) اس بحث سے متعلق ہے کہ ابتلاء و مصیبت سے بندہ کے لئے مقصود کیا ہوتا ہے،

اس میں بڑی خوبی اور صحت کے ساتھ سالک کی نفسیت کی تشریح کی ہے، فرماتے ہیں کہ جب انسان پر کسی قسم کا دکھ درد وارد ہوتا ہے، تو سب سے پیشتر تو وہ اپنی ذاتی قوت و تدبیر سے اس کے دفع کرنے کی کوشش کرتا ہے، جب اس میں کامیابی نہیں ہوتی تو خلق کی جانب رجوع

کرتا ہے، مثلاً سلاطین، امراء اہلِ ثروت وغیرہ سے، یا اگر بیمار ہے تو
طبیبوں کی جانب رجوع کرتا ہے، جب اس میں بھی ناکام ہو چکتا ہے، تو
پروردگارِ عالم کی درگاہ میں دعا و تضرع کے ذریعہ سے حاضر ہوتا ہے،
انسان کی فطرت ہی ایسی واقع ہوئی ہے کہ جب تک وہ خود دفع مضرت
پر قادر رہے، خلق سے بے نیاز رہتا ہے، جب اپنے تئیں
مجبور پاتا ہے، تو خلق کے سامنے دستِ اعانت دراز کرتا ہے، جب
ادھر سے بھی سہارا نہیں رہتا تو خالق کے آستانہ پر جبینِ نیاز رگڑتا
ہے، اور نہایت خشوع و خضوع، الحاح و تذاری کے ساتھ کبھی امیدوارانہ
کبھی مایوسانہ دعا میں مشغول ہو جاتا ہے، جب مشیتِ الٰہی اس کو اس
میں بھی ناکام رکھتی ہے اور اُس کی دعا قبول نہیں ہوتی تو رفتہ
رفتہ اس کی نظر میں تمام اسباب بے حقیقت ہو جاتے ہیں، اور
اسے انقطاع الی اللہ حاصل ہو جاتا ہے، اس وقت بندہ تمام تعلقات
سے آزاد، روح مجرد ہو جاتا ہے، اور اوصافِ بشریت، ہوا و ہوس
خواہش آرزو وغیرہ اس سے رخصت ہو جاتے ہیں، اس وقت اسے
اتنی صفائی باطن اور نورانیت قلب حاصل ہو جاتی ہے کہ اسے ہر فعل
کی فاعل ذات خالق ہی نظر آنے لگتی ہے، اور یہ یقین شہودی حاصل
ہو جاتا ہے کہ تمام موجودات میں فاعلِ حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہے،
اور ہر راحت و سکون، ہر خیر و شر، ہر سود و زیان، ہر عطا و بخل،
ہر کشائش و بندش، ہر موت و حیات، ہر عزت و ذلت، ہر تونگری و
افلاس کی حقیقت اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ قادرِ مطلق ہی کی قدرت
کا ایک ظہور ہے، تا آنکہ یہ سلسلہ معرفت کاملہ پر جا کر منتہی ہوتا ہے،

یعنی بندہ کو ہر شے کا مبداء و مرجع ذات خداوندی ہی محسوس ہونے لگتی ہے، اسرار قدرت اس پر روشن ہونے لگتے ہیں، وہ خالق ہی کے کان سے سنتا ہے، اسی کی حمد و ثنا، شکر و دعا میں لگ جاتا ہے۔

اب ذیل میں متفرق مقامات سے جابجا اقوال و تعلیمات ملاحظہ کرتے چلئے:۔

باب ۷۵ میں حضرت شیخ اپنے فرزند کو وہ دستور العمل بتاتے ہیں، جس سے انسان عارف کامل بن سکتا ہے، آج کل کے "قادری" مشائخ کو یہ سُن کر بڑی ہی مایوسی ہو گی، کہ ان کے شیخ الشیوخ کے اس دستور العمل میں نہ کہیں تعلیم یا غوث پکارنے کی ہے، نہ کہیں یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ کا نعرہ لگانے کی، نہ بڑی گیارہویں منانے کی، نہ خرقہ و جبہ کی زیارت کی، نہ کوئی نیاز، چڑھاوا، توشہ بانٹنے کی، بلکہ تمامتر تاکید ہے پابندی شریعت کی اور ضبط نفس اور مجاہدہ اور ادائے حقوق عباد کی، ارشاد ہوتا ہے:۔

"میں وصیت کرتا ہوں کہ اللہ کا تقوٰے اور اطاعت اختیار کرو، اور احکام شریعت کی پابندی لازم رکھو، اور سینہ کو (خباثت نفس سے) صاف رکھو اور نفس میں جوانمردی رکھو، اور کشادہ رو رہو، اور جو شے عطا کرنے کے قابل ہو اسے عطا کرتے رہو، اور ایذادہی سے باز رہو، اور خود آزار خلق کا تحمل کرتے رہو، اور آداب درویشی نگاہ میں رکھو، اور بزرگوں کی بزرگداشت کرتے رہو، اور برابر والوں سے حسن معاشرت رکھو، اور خوردوں کو نصیحت کرتے رہو، اور اپنے رفیقوں سے

جنگ کرو، اور ایثار کو اپنے اوپر لازم کر لو، اور ذخیرہ مال فراہم کرنے سے بچو"

فقر کی حقیقت دو لفظوں میں بیان فرما دی ہے :۔

"فقر کی حقیقت یہ ہے کہ اپنی ہی جیسی ہستی (یعنی کسی بندہ) کا محتاج نہ ہو"

طریق تصوف کی تحصیل کس طرح انسان کے لئے ممکن ہے؟

"قیل وقال (بحث وگفتگو) سے نہیں بلکہ گرسنگی سے اور دنیا کی خوشگوار ومحبوب اشیا کے ترک سے"

طریقت کی بنیاد کار ان آٹھ خصلتوں پر ہے، ان میں سے ہر ایک کا مظہر ایک ایک نبی ہوا ہے، ان کے نقش قدم کی پیروی طالب سالک کے لئے ناگزیر ہے :۔

"تصوف آٹھ خصلتوں پر مبنی ہے، سخاوت ابراہیم علیہ السلام پر، رضاء اسحٰق علیہ السلام پر، صبر ایوب علیہ السلام پر، مناجات زکریا علیہ السلام پر، غربت یحییٰ علیہ السلام پر، خرقہ پوشی موسیٰ علیہ السلام پر، تجرد عیسیٰ علیہ السلام پر، اور فقر حضرت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر۔"

ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ ایک پیر مرد آپ سے دریافت کر رہے ہیں کہ بندہ کو اللہ کے قریب کرنے والی کون سی چیز ہے؟

آپ نے فرمایا کہ "جو شے قرب الٰہی پیدا کرتی ہے، اس کا ایک درجہ ابتدائی ہے اور ایک انتہائی، درجہ ابتدائی ورع (ممنوعات شرعی سے احتراز) ہے، اور درجہ انتہائی رضا

"تسلیم و توکل"

لوگوں نے مدت سے ساری توجہ کا مرکز اوراد و اشغال یا نوافل کو بنا رکھا ہے، اور فرائض و واجبات کو گویا بھلا دیا ہے، اور اسی کو درویشی سمجھ رہے ہیں، ایسے کم فہم آپؒ کے زمانہ میں بھی تھے لیکن آپ کا ارشاد ہے:-

"مومن کو چاہیئے کہ سب سے پہلے فرائض پر توجہ کرے، جب ادا کر چکے تب سنتوں کو اختیار کرے، اس کے بعد نوافل پر متوجہ ہو، لیکن جو شخص ابھی فرائض ہی سے فارغ نہیں ہوا ہے، اس کے لیئے سنتوں میں مشغول ہو جانا حماقت و نادانی ہے، اس لیئے کہ ادائے فرض کے بغیر سنن و نوافل غیر مقبول رہیں گے اور جو شخص ایسا کریگا خوار ہو گا"،

فرائض کو چھوڑے ہوئے سنن و نوافل میں مشغول ہونے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے کہ اسے بادشاہ تو اپنے پاس بلا رہا ہو، اور وہ بادشاہ کے حضور میں تو نہ جائے، بلکہ ایک امیر کی خدمت میں حاضر رہے جو خود بھی اس بادشاہ کا زیر دست اور چاکر اور غلام ہے"

نمازی جب تک فرض ادا نہ کرے، اس کے نوافل غیر مقبول رہتے ہیں، اسی طرح اس نمازی کے نوافل بھی جو سنتوں کو چھوڑ نوافل ادا کر رہا ہو،

اور نمازی کی سنتیں اور نفلیں تو پھر بھی ایک درجہ رکھتی ہیں، جب ان کا یہ حال ہے، تو پھر ان طبع زاد اوراد و اذکار، وظیفوں اور عزیمتوں میں

مشغولی کی کیا بساط ہے، جن کی کوئی سند ضعیف بھی، رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک نہیں پہنچتی، اور اکثر اُن سے مقصود بھی دنیا ہی کسی نہ کسی شکل سے ہوتی ہے!

ایک قول اور سن کر کتاب کا ورق اُلٹ دیجئے، ارشاد ہوا ہے کہ

"شرک محض صنم پرستی کا نام نہیں، بلکہ اپنی خواہش نفس کی پیروی کرنا، اللہ کے علاوہ غیر اللہ کی طلب کرنا، یہ سب شرک میں داخل ہے"

"قادریت" کے اس سب سے بڑے صحیفہ کے اس اجمالی مطالعہ کے بعد للہ ارشاد ہو کہ آج "مشائخ قادریہ" کو اپنے جن رسوم پر ناز ہے، اور جن بدعتوں کا نام اُنھوں نے طریق قادریہ رکھ لیا ہے، انہیں حضرت شیخ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے تعلیم کئے ہوئے فقر و تصوف سے کوئی بھی نسبت ہے؟"

تقریظ

ازاُستاذ العلماء فاضل اجل حضرت مولٰنا احمد علی صاحب حنفی قادری
متع المسلمین بطول حیاتہٖ امیر انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفٰی وسلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی

امّا بعدُ

فتوح الغیب حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی شیخ
عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقالات طیبہ
کا مجموعہ ہے جس میں کتاب و سنت کے مطابق صحیح طریقت اسلامی
کے خال و خط دکھائے گئے ہیں کلام الملوک ملوک الکلام کے لحاظ سے
جتنا سید الاولیاء حضرت شیخ کا رتبہ بلند ہے۔ اتنا ہی اُن کی
کلام کا پایہ ارفع ہے۔ امام الاولیاء العظام کے ارشادات عالیہ پر
عمل کرنے والا بارگاہِ الٰہی میں مقبول محبوب اور یقیناً جنت الفردوس کا

مستحق ہو سکتا ہے۔ سیّد الاولیاء علیہ الرحمۃ والغفران کے ارشاداتِ عالیہ عربی زبان میں تھے مولانا محمد صادق صاحب صدیقی سلمہ اللہ تعالےٰ نے اس پاکیزہ کتاب کا سلیس اُردو میں ترجمہ کرکے اُردو دان حضرات کیلئے رحمتِ الٰہی کا باب مفتوح کردیا ہے۔ بالخصوص خطوط وحدانیوں میں وضاحت کیلئے جو کلمات بڑھائے گئے ہیں وہ کتاب مذکور کے حل کرنے میں بہت ہی مفید ہیں۔ اللہ تعالیٰ مولوی صاحب موصوف کو اس محنت کی جزاءِ خیر عطا فرمائے۔ اور مسلمانوں کو اس سے مستفید ہونے کی توفیق دے

آمین یا الٰہ العٰلمین

العارض احقر الانام احمد علی عفی عنہ
مقیم دروازہ شیرانوالہ لاہور

۱۱ ذیقعدہ ۱۳۷۱ھ ۳ اگست ۱۹۵۲ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

یہ کتاب فتوح الغیب سیدنا و مولانا قطب ربانی، غوث صمدانی حضرت شیخ محی الدین ابو محمد عبدالقادر الحسنی الحسینی جیلانی قدس اللہ سرہ کا کلام ہے، جس کو آپ کے صاحبزادہ حضرت شیخ امام ابو عبدالرحمٰن عیسٰے رحمہ اللہ تعالیٰ نے جمع کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میرے باپ حضرت شیخ امام علامہ فرید قطب غوث ابو محمد عبدالقادر جیلانی (نفعنا اللہ بہ وامدنا اللہ بمددہ فی الدنیا والاخرۃ امین امین) نے فرمایا:-

حمد سب تعریفیں جو اوّل سے آخر تک زبان سے یا دل میں ہوتی رہی ہیں اور ہوتی رہیں گی، اُس خداوند تعالےٰ کے لئے ثابت ہیں جو سب جہانوں کا پروردگار اور مالک ہے، اُس کی مخلوقات کی تعداد، اُس کے کلام قدیم اور اسماء و صفات کی مقدار کے برابر اور اُس کے عرش کے وزن کے برابر اور جس تعریف پر اُس کی ذات کامل الصفات راضی ہو جائے۔ اور ہر جفت و طاق اور خشک و تر کی تعداد کے برابر اور ہر اُس چیز کے برابر جس کو ہمارے پروردگار نے پیدا کیا، پھیلایا۔ اور از سرِ نو پیدا کیا، ہمیشہ ہمیشہ پاکیزہ اور بہت زیادہ تعریفیں اُس پروردگار کو سزاوار ہیں، جس نے ہر چیز کو پیدا کیا پھر اُسے

ٹھیک اور درست کر دیا۔ اور جس نے ہر چیز کا اندازہ کیا اور اُس کے متعلقہ کاموں کی طرف اُس کی راہنمائی فرمائی، اور مارا اور زندہ کیا ہنسایا اور رولایا، اور بعضوں کو اپنے فضل و رحمت سے قریب کیا اور بہت نزدیک کیا، کسی پر مہربانی کی اور کسی کو رسوا کیا، اور کھلایا پلایا، کسی کو نیک بخت کیا اور کسی کو بدبخت، کسی سے اپنی رحمت و بخشش روک دی اور کسی پر بخشش کر دی، وہ ذاتِ مقدس جس کے کلام قدیم کے ساتھ سات مضبوط آسمان قائم ہوئے اور اُس کلام کے ساتھ میخوں اور لنگروں جیسے پہاڑ پختہ اور مضبوط بنا دئیے گئے، اور فرشِ زمین نے قرار و آرام پایا، پس کوئی شخص اس کی رحمت سے مایوس نہیں ہے۔ اور کوئی شخص اُس کے مکر سے، اُس کی بلا و مصیبت سے اور اُس کے فیصلہ و حکم کے جاری ہونے سے اور اُس کے فعل و امر سے بے خوف نہیں ہے، اور اُس کی بندگی سے کسی کو عار نہیں۔ اور اس کی نعمت سے کوئی بھی خالی نہیں، اور وہ اپنی رحمت، عطا و بخشش کے باعث تعریف کیا گیا ہے۔ اور وہ بلا و مصیبت دُور کرنے کے باعث شکر کیا گیا ہے ؞

صلوٰۃ، پھر اُس کے پیغمبر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر دُرود و سلام اور رحمت ہو کہ جس شخص نے آپ کے لائے ہوئے دین کی پیروی کی وہ ہدایت پا گیا۔ اور منزلِ مقصود کو پہنچ گیا۔ اور جس نے اس دین سے منہ پھیرا وہ گمراہ و ہلاک ہو گیا۔ وہ پیغمبر خود بھی سچا ہے اور اس کے ساتھ بھی سچ کہا گیا ہے، دُنیا اور اُس کی آسائش و آرام کو چھوڑ دینے والا، بلند مرتبہ ساتھی یعنی اللہ تعالیٰ کا متلاشی و

خواہشمند ہے، اُس کی تمام خلقت سے برگزیدہ اور تمام کائنات سے انتخاب کیا ہُوا جس کی آمد کے ساتھ ہی دینِ قیّم آگیا، اور جس کے ظہور کے ساتھ باطل مٹ گیا، اور اُس کے نور سے زمین جگمگا اُٹھی ؛

پھر دوبارہ تمام و کمال درود و سلام اور پاکیزہ تر بے شمار برکتیں آپ پر اور آپ کی پاک آل و اصحاب پر اور ان لوگوں پر ہوں، جنہوں نے نیکی کے ساتھ اُن کی پیروی کی، اور جو اپنے کردار میں اپنے پروردگار کی بہترین مخلوق ہیں۔ اور اپنی گفتار میں اُس کے لئے بہت درست ہیں۔ اور رفتار میں اُس کی طرف نہایت سیدھے چلنے والے ہیں۔ پھر ہماری عاجزی، ہماری (دُعا) ہمارا رُجوع اسی کی طرف ہے، جو ہمارا پروردگار ہمارا پیدا کرنے والا، ہمارا خالق و رازق، ہمیں کھلانے پلانے والا، ہمیں نفع دینے والا، ظاہری آفات سے ہمارا نگہبان اور باطنی خوفناک چیزوں سے ہمارا محافظ۔ ہمیں زندہ کرنے والا، اور ہم سے تمام وہ چیزیں دفع کرنیوالا اور باز رکھنے والا جو ہمیں دُکھ دیتی اور غمناک کرتی ہیں، یہ سب انعامات، اُسی کی رحمت، مہربانی اور فضل و احسان سے، اور گفتار و کردار میں۔ پوشیدہ و ظاہر میں چھپانے اور ظاہر کرنے میں، سختی و نرمی، نعمت، سختی اور تکلیف میں اُس کی دائمی حفاظت کی وجہ سے ہیں۔ بیشک جو وہ چاہے کر گزرنے والا ہے، اور جو کچھ چاہے۔ اُس کا حکم کرنے والا ہے۔ ہر چھپی چیز کا جاننے والا، گناہوں کی لغزشوں اور عبادات و طاعات سے پیدا شدہ حالات کی اطلاع رکھنے والا آوازوں کا سُننے والا ہے جس شخص کے لئے چاہے اور جیسی چاہے

تو وہ رکاوٹ کے بغیر دعائیں قبول کرنے والا ہے +

اما بعد۔ میں کہتا ہوں، خداوند قدوس کے بے شمار انعامات، رات دن میں ہر گھڑی، ہر لحظہ اور ہر خیال میں اور ہر حال میں بندوں پر پے در پے ہوتے رہتے ہیں، جیسا کہ خود خداوند تعالےٰ نے فرمایا ہے وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا۔ "اگر تم خدا کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو، تو تم اُن کو نہیں گن سکتے"۔ اور اسی کا قول ہے، وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ۔ "تمہیں جو انعامات حاصل ہیں وہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہیں"۔ تو اُن انعامات کی تعداد و شمار کے لئے نہ میری طاقت ہے، نہ دل اور نہ زبان (کہ میں اُن کو شمار کرسکوں)، کیونکہ نہ تو وہ شمار میں آسکتے ہیں، اور نہ ذہن اور عقل اُن کو نگاہ میں رکھ سکتے ہیں، اور نہ دل اُن کا شمار کرسکتے ہیں۔ اور نہ زبان ان کا بیان کرسکتی ہے +

پس اُن تمام چیزوں سے جو خداوند تعالیٰ نے زبان کو اُن نعمتوں کے بیان و تعبیر کی اور کلام کو اُن کے اظہار کی، اور انگلیوں کو ان کے لکھنے کی اور فصاحت کو اُن کے وضاحت کرنے کی طاقت بخشی، چند باتیں ہیں جو مجھے عالم الغیب کی فتوحات سے ظاہر و آشکارا ہوئی ہیں۔ پس انہوں نے دل کو پُر کردیا، اور حال کی درستی نے بھی واضح کردیا۔ اور کھول دیا، تو احسان کرنے والے مولا کی عنایت اور پروردگار عالم کی رحمت نے سچی اور درست بات کی صورت میں اُن کا اظہار کرنا اپنے ذمہ لے لیا، تاکہ حق تعالیٰ کے ارادتمندوں اور طالبوں کے لئے صحیح راہنمائی ہو +

فتوح الغیب سے ظاہر شدہ کلمات یہ ہیں جو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمائے ہیں:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۱- اوامر شرعیہ کی فرمانبرداری، نواہی شرعیہ سے بچنا اور تقدیر پر راضی رہنا

ہر مومن کے لئے تمام حالات میں تین چیزیں نہایت ضروری ہیں جن کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ اول یہ کہ خداوند تعالیٰ کے اوامر و احکام کی پوری پوری فرمانبرداری کرے۔ دوم یہ کہ اس کے نواہی یعنی روکے ہوئے کاموں سے پرہیز کرے۔ سوم یہ کہ تقدیر و قضائے الٰہی پر راضی ہو جائے۔

پس مومن کی ادنےٰ حالت یہ ہے کہ ہر حال میں ان تین چیزوں سے خالی نہیں رہتا، تو اس کے لئے لازم ہے کہ اس کا دل ان چیزوں کے اہتمام کے لئے وقف ہو جائے اور ہر دم انہیں اپنے دل میں یاد کرتا رہے اور ہر حال میں اپنے اعضا و جوارح کو انہی کاموں میں مصروف رکھے۔

۲- اتباعِ سنّت اور ترکِ بدعت

سنت محمدیہ علےٰ صاحبہا الصّلوٰۃ والسّلام کی پیروی کرو۔ اور بدعات پیدا نہ کرو۔ جو دین میں موجود نہ تھیں، اور اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اطاعت اور فرمانبرداری کرو اور اُن کے حکم سے قدم باہر نہ رکھو، اور مُوَحِّد بن جاؤ اور مشرک نہ بنو اور خداوند تعالےٰ کو ہر عیب و نقصان سے پاک و مُنَزَّہ سمجھو۔ اور اُس کی ایسی چیز کی تہمت مت لگاؤ جو اُس کی ذات کے لائق نہ ہو، اور دین اسلام کی تصدیق کرو، اور اسی پر یقین رکھو، اور اِس دین میں کسی قسم کا شک نہ لاؤ، اور مصیبت میں صبر اختیار کرو، ثابت قدم رہو اور ناامید ہو کر بھاگ نہ جاؤ، اور ہمیشہ اُس کے رحم و فضل کے طلبگار رہو، اور اُس کی ذات کے آگے سوال کرنے میں کسی قسم کا ملال یا عار نہ سمجھو، اور انتظار کرتے رہو (جبتک کہ دُعا قبول ہونے اور مہربانی کے ظاہر ہونے کا وقت آجائے) اور مایوس و نااُمید نہ ہو ٭

آپس میں بھائی بھائی اور دوست بن کر رہو، اور ایک دُوسرے کے دشمن نہ بنو، اور خدا تعالیٰ کی اطاعت پر اکٹھے ہو جاؤ، اور فرقہ بندی ترک کردو، اور آپس میں محبّت رکھو، اور اپنی ذات کے لیئے ایک دوسرے سے بغض و عداوت نہ رکھو، اور کوشش کے ساتھ گناہوں سے پاک رہو، اور گناہوں سے اپنے آپ کو ناپاک و آلودہ نہ کرو، اور اپنے پروردگار کی فرمانبرداری سے آراستہ ہو جاؤ اور اپنے مالک کے دروازے سے کبھی دُور نہ ہٹو، اور خداوند قدّوس

کی طرف توجہ کرنے سے کبھی منہ نہ پھیرو، اور گناہوں سے توبہ کرنے اور باز آنے سے کبھی غفلت اور دیر نہ کرو، اور رات کی گھڑیوں اور تمام دن میں اپنے خالق جلّ شانہٗ کی طرف عذر پیش کرنے اور معافی مانگنے سے کبھی رنجیدہ نہ ہوجیو، تو بہت ممکن ہے کہ تم پر رحم کیا جائے اور تمہیں نیک بخت بنا دیا جائے اور دوزخ سے تمہیں بچا لیا جائے اور بہشت میں انعامات سے خوش کر دیا جائے اور خداوند جلّ و علا کے ساتھ تمہارا وصال ہو جائے اور اُس کے مقرب بن جاؤ، اور بہشت میں باکرہ حوروں کی محبت اور ناز و نعمت میں تم مشغول ہو جاؤ، اور اسی حالت پر تم ہمیشہ ہمیشہ ہو، اور نفیس گھوڑوں پر سواری کرو، اور خوبصورت موٹی آنکھوں والی حوروں اور طرح طرح کی خوشبوؤں اور گانے والی لڑکیوں کے ساتھ مذکورہ بالا انعامات کے علاوہ خوش حال کر دیے جاؤ، اور انبیا علیہم السلام، صدیقین، شہداء اور صالحین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی معیّت میں تمہارے درجات بلند کر دیے جائیں ✦

۳۔ مصیبت میں گرفتاری کے وقت مسلمان کا کام

جب بندہ سخت مصیبت میں گرفتار کر دیا جاتا ہے، تو پہلے اپنی خلاصی کے لیے خود اپنی طاقت اور قوت کے ساتھ حرکت میں آتا ہے، اور اُس کا تدارک اور علاج ڈھونڈتا ہے، اور اگر اس طریقہ سے خلاصی نہیں پاتا اور کامیاب نہیں ہوتا، تو مخلوقات میں سے دوسرے لوگوں سے مدد تلاش کرتا ہے۔ جیسے بادشاہ، امیر و کبیر، دنیا دار، مال دار،

بیماریوں اور دردوں کا علاج کرنے والے حکیم و ڈاکٹر، پھر اگر اس کوشش میں بھی اس بلا و مصیبت سے خلاصی نہیں پاتا، تو اُس وقت اپنے پروردگار کی طرف دُعا، عاجزی اور مناجات کے ذریعے رجوع کرتا ہے۔

انسان کی ہمیشہ یہی عادت رہی ہے کہ جب تک اُسے اپنی ذات سے مدد حاصل ہوتی رہے کبھی خلقت کی طرف رجوع نہیں کرتا، اور جب تک خلقت سے مدد ملتی رہے کبھی خالق تعالیٰ کی طرف رجوع نہیں کرتا، پھر جب خالق تعالیٰ کی طرف سے بھی مدد نہیں پاتا، تو اُس (پروردگار) کے سامنے درخواست، دُعا، عاجزی اور مناجات کے ساتھ اُس کی طرف خوف و اُمید رکھتا ہوا گر پڑتا ہے، پھر خالق جل شانہٗ وہ دعا سے اُس کو عاجز کر دیتا ہے اور اس کی دُعا قبول نہیں فرماتا، یہاں تک کہ بندہ تمام اسباب و ذرائع سے نا اُمید ہوتا اور کٹ جاتا ہے، تو اُس وقت بندہ پر خدا تعالےٰ کی قضاو تقدیر و فرمان جاری ہوتا ہے، اور خدا تعالےٰ کی تقدیر اس میں اپنا کام کرنا شروع کر دیتی ہے، اور وہ تمام حرکات و اسباب سے فانی ہو کر صرف رُوح و روحانیت ہی باقی رہ جاتی ہے (اور بندہ کی اپنی کوئی خواہش، کوئی طلب، کوئی حاجت وغیرہ باقی نہیں رہتی) پھر بندہ خدا تعالےٰ کے فعل اور کام کے سوا کچھ نہیں دیکھتا، تو وہ ضرورتاً توحید پرست اور یقین رکھنے والا بن جاتا ہے، پھر بندہ قطعی فیصلہ کرتا ہے کہ حقیقت میں خدا تعالیٰ کے سوا کوئی فاعل حقیقی نہیں، اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ہلانے اور ٹھیرانے والا نہیں، اور نیکی و بدی، نفع و نقصان، دینا اور نہ دینا، کھولنا اور بند کرنا، زندگی و موت، عزّت و ذلّت اور

دولتمندی و فقیری خداوند قدوس کے قبضہ قدرت کے سوا کسی کو بھی حاصل نہیں، پس اس وقت بندہ قضاء و قدر کے ہاتھ میں اس طرح ہوتا ہے، جیسے دودھ پیتا بچہ دایہ کے ہاتھ میں، یا مُردہ غسل دینے والے کے ہاتھ میں، یا گیند سوار کی چوگان کے سامنے، اور وہ گیند (اپنا اختیار نہ رکھنے کی وجہ سے) ایک حالت سے دوسری حالت میں، ایک صفت سے دوسری صفت میں، ایک فعل سے دوسرے فعل میں پھیرا جاتا ہے، اور اُس کی اپنی ذات میں اور نہ کسی دوسرے کی ذات میں کوئی حرکت، کوئی اختیار اور کوئی تدبیر نہیں ہوتی، پس وہ بندہ اپنے مولا کے فعل میں اپنے سے غائب ہو چکا ہے، اور اپنے مولا اور اُس کے فعل کے سوا نہ کچھ دیکھتا ہے، نہ کچھ سنتا ہے اور نہ کچھ سمجھتا ہے، اگر دیکھتا ہے تو اس طور پر کہ یہ خداوند تعالیٰ کا کام ہے، اور اگر سنتا اور جانتا ہے تو خداوند تعالیٰ کا کلام ہی سنتا ہے، اور خداوند تعالیٰ کے علم سے ہی جانتا ہے[1]۔ اور خداوند تعالیٰ کے انعامات سے تونگر ہوتا ہے اور اس کے قرب سے سعادت مند بنتا ہے۔ اور اُس کے نزدیک کر لینے کی وجہ سے آراستہ و پیراستہ ہوتا ہے، اور اُسی کے وعدہ کے ساتھ دُنیا و آخرت میں خوش و خرم ہوتا اور تسکین حاصل کرتا ہے، اور غیر اللہ سے نفرت کرتا اور بھاگتا ہے۔ اور اُس کے ذکر کے ساتھ پناہ لیتا اور میلان کرتا ہے، اور اسی کی ذات پر بھروسہ رکھتا ہے۔ اور اُسی پر

---

[1] یعنی اُسے یہ یقین ہوتا ہے، کہ بولنے والے میں کلام کو خدا تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ اور جو چیز اُسے معلوم ہوتی ہے وہ بھی اسی کی ایجاد ہے

توکل کرتا ہے۔ اور اُس کی معرفت کی روشنی سے راہ پاتا ہے، اور اُس کی معرفت کا لباس پہن لیتا ہے[۱] اور اُس کے عجیب و غریب علموں اور اُس کی قدرت کے بھیدوں پر واقف ہو جاتا ہے، پھر اُس ذات بزرگ و بلند سے سنتا ہے اور اُس کو محفوظ رکھتا ہے۔ پھر ان مذکورہ بالا انعامات پر اس کی تعریف و ستائش کرتا ہے اور شکر بجالاتا اور دعائیں کرتا رہتا ہے *

۴۔ مخلوقات، ہوا اور ارادہ سے فانی ہونے کے مراتب

اے سالک! جب تو خلقت سے فانی ہو جائے (یعنی ہر حال میں خلقت کی مدح و ذم، دینے اور نہ دینے، مدد کرنے یا نہ کرنے کی تجھے پرواہ و اُمید نہ رہے) تو تجھے خداوند جل و علا کی بارگاہ عالیہ سے آواز دی جاتی ہے اور بذریعہ الہام کہا جاتا ہے کہ خداوند تعالیٰ تجھ پر رحمت فرمائے اور تجھے نفسانی خواہشات سے مار ڈالے اور فانی کر دے، اور جب تو اپنی خواہشات سے مر جائے، تو پھر (اسی طرح) کہا جاتا ہے کہ خدا تعالےٰ تجھ پر رحمت فرمائے اور تجھے تیرے ارادے اور باقی

---

[۱] حضرت شیخ جیلانی رضہ سے یہ کلمات بھی وارد ہوئے ہیں:- مَا اَکَلْتُ وَ مَا شَرِبْتُ حَتّٰی قِیْلَ لِیْ بِحَقِّیْ عَلَیْکَ یَا عَبْدَ الْقَادِرِ کُلْ وَاشْرَبْ وَمَا لَبِسْتُ حَتّٰی قِیْلَ لِیْ بِحَقِّیْ عَلَیْکَ اَلْبِسْ ثَوْبًا ذَرَاعًا مِّنْہُ بِدِیْنَارٍ وَّلَا تَکَلَّمْتُ حَتّٰی قِیْلَ لِیْ بِحَقِّیْ عَلَیْکَ تَکَلَّمْ تُسْمَعْ مِنْکَ ۱۲

خواہشات سے مار ڈالے، اور جب تُو اپنے ارادے اور آرزو سے فانی ہو جائے تو تجھے کہا جاتا ہے، کہ خدا تعالٰے تجھ پر رحمت فرمائے اور زندہ و باقی رکھے، (کیونکہ جب بندہ اپنے آپ سے بالکل فانی ہو جاتا ہے تو اپنے مولا کے ساتھ اس کو بقا نصیب ہوتی ہے۔ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ) +

پس اُس وقت جب کہ تُو اپنے آپ سے فنا ہو جائیگا۔ تو تجھے ایسی زندگی نصیب ہو گی، جس کے بعد موت نہیں، اور تو ایسا تونگر اور دولت مند ہو گا جس کے بعد مفلسی و فقیری نہیں، اور تو ایسی بخشش عطا کیا جائے گا جس کے بعد کوئی رکاوٹ نہ ہو گی، اور ایسی شادمانی عطا کیا جائے گا جس کے بعد کوئی غم و اندوہ نہیں، اور ایسی ناز و نعمت دیا جائیگا جس کے بعد کوئی سختی یا تنگی نہیں، اور تُو ایسا علم دیا جائیگا جس کے بعد کوئی جہالت نہیں۔ اور تُو ایسا امن دیا جائیگا جس کے بعد کوئی خوف نہ ہو گا۔ اور تُو ایسا خوش نصیب کیا جائیگا کہ کبھی بدبخت نہ ہو گا، اور تُو ایسا معزز ہو گا کہ پھر کبھی رُسوا نہ ہو گا، اور تجھے ایسا قرب الٰہی حاصل ہو گا کہ پھر دُور نہ کیا جائے گا، اور مراتب عالیہ پر ایسا بلند کیا جائے گا کہ پھر کبھی نیچے نہ پھینکا جائے گا، اور تجھے ایسا بزرگ کیا جائے گا کہ پھر خوار نہ کیا جائے گا، اور ایسا پاک کیا جائے گا کہ پھر پلید نہ کیا جائے گا +

پھر تیری ذات میں لوگوں کی خواہشات درست اور ثابت ہو جائیں گی (یعنی جو کچھ چاہیں گے تجھ سے پائیں گے) اور تیرے

حق میں مدح و ثنا کی تمام باتیں درست ہونگی۔ پس تو کبریت احمر[1] بن جائے گا، یعنی جو بھی تیرے ساتھ واصل ہو گا نیک بخت و خوش نصیب ہو جائے گا، تو قریب نہیں کہ تو اپنے مقام، مرتبے، اور شان کی بلندی کی وجہ سے دیکھا جائے اور پہچانا جائے، اور تو ایسا معزز ہو گا کہ تیری مثال نہ ملے گی، اور تو ایسا یگانہ و بے نظیر ہو گا کہ تیرے ساتھ اس مرتبہ میں کوئی شریک نہ ہو گا، اور تو بے مانند و بے مثال ہو گا کہ کوئی تیرا ہم جنس و ہمسر نہ ہو گا۔ اور تو ایک اور صرف ایک، اکیلا، چھپا ہوا، صرف بھید ہی بھید رہ جائے گا[3] (یعنی تیرا مرتبہ سب اولیا سے بلند و برتر ہو گا)، پس اس وقت تو ہر نبی، صدیق اور شہید کا حقیقی وارث بن جائیگا، اور تجھ پر ولایت ختم ہو جائے گی، اور تیری طرف ابدال[4] آئیں گے، اور تیری دعا و ہمت سے غم و اندوہ

---

[1] کبریت احمر یعنی سرخ گندھک، نایاب چیز ہے، کیمیا گروں کا کہنا ہے کہ اس کے ذریعے تانبا سونا بن جاتا ہے، واللہ اعلم ۱۲

[2] فی الحقیقۃ جو بھید کہ اولیاء اللہ کو حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ کی بارگاہ میں ہوتا ہے، کوئی شخص اس کو نہیں جانتا اور لوگوں کو ظاہری اوصاف و کرامات کے سوا کسی چیز کی خبر نہیں ہوتی ۱۲

[3] ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب کچھ جو آپ نے ارشاد فرمایا ہے، اپنے حالات سے آگاہی دی ہے قطب الاقطاب کا مرتبہ ہے

خوشتر آں باشد کہ سر دلبراں   گفتہ آید در حدیث دیگراں

ہو سکتا ہے کہ اس مرتبہ پر کوئی اور ہستی بھی فائز ہو ۱۲

[4] ابدال، اولیاء اللہ کے ایک گروہ کا نام ہے، ابدال کا مرتبہ ولی کے مرتبہ سے بلند اور قطب کے مرتبہ سے نیچے ہے، ابدال کے لئے لازمی ہے کہ وہ قطب کے پاس آیا کریں اسکی خدمت میں حاضر رہیں اور اسکے کہے پر عمل کریں اور اسکے احکام کو خلقت میں جاری کریں ۱۲

دور ہونگے، اور تیری دُعا سے مینہ برسایا جائے گا۔ اور تیرے ذریعہ سے کھیتیاں اُگیں گی، اور تیری برکت سے خاص و عام لوگوں کی بلائیں اور مصیبتیں، اور سرحد والے غازیوں اور بادشاہ و رعایا اور پیروں و مُریدوں اور تمام مخلوقات کی بلائیں اور مصیبتیں دُور کی جائیں گی، لوگویا تُو بستیوں اور شہروں کا کوتوال ہوگا۔

پس تیری طرف لوگوں کے پاؤں چلتے اور دوڑتے آئیں گے (تاکہ اپنے مطلب کو پالیں)، اور مال حاصل کرنے، خرچ کرنے اور خدمت کرنے کے لئے لوگوں کے ہاتھ تیری طرف بڑھیں گے، اور یہ سب کچھ ہر حال میں خالق الاشیاء کے حکم سے ہوگا۔ اور سب جگہ میں تیرے ذکرِ خیر، اور تعریف و توصیف میں زبانیں رواں ہونگی، اور مسلمانوں سے دو آدمی بھی تیری بزرگی اور ولایت میں اختلاف نہیں کرینگے، (یعنی سب کو تیرے کمال پر اتفاق ہوگا)۔

اے بیابانوں اور آبادیوں میں رہنے والوں سے بہترین ہستی! یہ اللہ تعالٰے کا فضل ہے، اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل کا مالک ہے۔

۵۔ دُنیا اور دُنیا داروں کی مثال

اے سالک! جب تُو دُنیا کو دنیا داروں کے ہاتھ میں اس طرح دیکھے کہ دنیا اپنی آرائش اور جھوٹی زینت کے ساتھ آراستہ ہے، اور اپنے فریب اور مکاریوں سے اُن کا شکار کر رہی ہے، اور اپنی ظاہری نرمی اور باطنی سختی کے باوجود اُس کی لذات اُن کے لئے

زہر قاتل ثابت ہو رہی ہیں، اور جو بھی اُس سے چھو گیا، اور اُس کے دھوکہ و فریب میں آگیا، اور اُس کی سختی اور دشواری سے غافل ہوا، اُسے بہت جلد ہلاکت غارت کر رہی ہے، اور اس کے حادثات دُنیاداروں پر آ رہے ہیں، اور اپنی عہد شکنی میں معروف ہے، تو (اے سالک!) تُو اس شخص کی مانند ہو جا، جس نے کسی آدمی کو جنگل یا پاخانہ کرنے کی جگہ پر پاخانہ کے اوپر بیٹھا ہوا دیکھا ہو، کہ اُس کی شرمگاہ بھی ننگی ہے، اور اُس کی بدبو بھی آس پاس پھیل رہی ہے، پس بیشک تُو اُس کی شرمگاہ سے آنکھیں بند کر لیتا ہے۔ اور اُس کی بدبودار گھن سے اپنی ناک بھی ڈھانپ لیتا ہے ؛

پس تُو بھی دنیا میں اس طرح ہو جا کہ جب تُو اسے دیکھے، تو اُس کی زینت سے اپنی آنکھیں بند کر لے، اور اُس کی شہوات و لذات کی بدبو سے جو اردگرد پھیل رہی ہے، اپنی ناک ڈھانپ لے تاکہ تو اُس سے اور اُس کی آفتوں سے نجات حاصل کر لے، اور تجھے دنیا میں سے تیرا وہ حصہ مل جائے، جس کی خوشخبری تجھے دی گئی ہے۔ جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے اپنے حبیب محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ارشاد فرمایا۔ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۚ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ۝ یعنی اے محمدؐ! اُس چیز کی طرف اپنی آنکھیں ہرگز مت لگا اور خواہش سے مت دیکھ، جس کے ساتھ ہم نے کافروں کے گروہوں کو بہرہ مند کیا اور دُنیا کی زندگی کی سجاوٹ اور

تازگی ہم نے بخشی، تاکہ ہم اُنہیں اس میں مبتلا کریں اور آزمائیں، اور تیرے پروردگار کی روزی (جو اُس نے تجھے عطا فرمائی ہے اور وہ نبوت ہے) بہترین اور باقی رہنے والی ہے ۔

۶۔ مخلوق و ہوا سے فانی ہونے کی توضیح

اے سالک! مخلوقات سے فنا ہو جا، اور خدا تعالیٰ کے حکم کی طرف توجہ کر (کیونکہ خدا تعالیٰ کی سلطنت میں اُس کے حکم کے بغیر کسی کا کوئی دخل نہیں ہے) اور اپنی خواہشِ نفسانیہ سے فنا ہو کر اللہ تعالیٰ کے امر کی طرف آجا، (یعنی تیرا نفس شریعت کے تابع ہو جائے) اور اپنے ارادہ سے فنا ہو کر خداوند تعالیٰ کے ارادہ اور فعل کی طرف رجوع کر، (تاکہ اللہ تعالیٰ کے فعل و ارادہ کے مقابلہ میں تیرا کوئی ارادہ نہ رہے) پھر اس وقت تُو اس قابل ہو جائے گا، کہ تُو خدا تعالیٰ کے علم کے لئے برتن بن جائے گا، اور اس کا علم لدُنّی تجھ میں محفوظ رہیگا ۔

تو مخلوق سے تیرے فانی ہونے کی علامت یہ ہے کہ تُو پوری طرح سے اُن سے علیحدہ ہو جائے اور اُن کی طرف آمد و رفت بند کر دے، اور جو کچھ اُن کے پاس ہے اس کی تجھے اُمید نہ رہے ۔

اور خواہشِ نفسانیہ سے تیرے فانی ہونے کی علامت یہ ہے، کہ کسبِ روزی اور اس میں تکلف اور مبالغہ کو تو ترک کر دے، اور نفع حاصل کرنے اور تکالیف دُور کرنے میں اسباب و ذرائع سے قطع تعلق کر لے، پس تُو اپنے نفع و نقصان کے لئے اپنی تدبیر کی طرف حرکت نہ کرے

اور اپنے نفسانی کام کے لئے اپنی عقل و تدبیر پر بھروسہ نہ کرے، اور تو (اپنی قوت و طاقت کے بل بوتے پر) اپنے آپ سے تکلیف دُور نہ کرے اور تو (اس طرح پر) اپنے نفس کی مدد نہ کرے [۱] لیکن یہ سب کچھ خدا تعالیٰ کے سپرد کر دے، کیونکہ اُس قادر مطلق نے پہلے بھی تیرے سب کاموں کو اپنے ذمّے لیا ہُوا ہے۔ اور بعد میں بھی وہی کارساز ہے، جیساکہ یہ سب کچھ یعنی تیرے سب کام اس حال میں بھی اُسی کے سپرد تھے جبکہ تو اپنی ماں کے پیٹ میں چھپا ہُوا تھا۔ اور اپنے گہوارہ میں تو دودھ پیتا بچہ تھا [۲]

اور اپنے ارادہ سے فنا ہو کر خدا تعالیٰ کے فضل کی طرف آ جانے کی علامت یہ ہے، کہ تو ہرگز کسی مراد کی بھی خواہش نہ کرے، اور نہ تیری کوئی

---

[۱] یہ صفت خواص اولیاء اللہ کی ہے جو پورے پورے متوکّل ہوتے ہیں۔ لیکن عوام کے لئے ایک گونہ تعلق بالاسباب فرض ہے۔ اور فرائض انسانیت میں داخل، البتہ اسباب پر پوری نگاہ رکھنا شرک ہے، کیونکہ ہر سبب کے نتائج قادر قدیم کے قبضۂ قدرت میں ہیں، جیسے زمین میں بیج بونا انسان کا فرض ہے، اور اس کا اُگانا اور بار آور کرنا، پکانا، سب اُسی کے ہاتھ میں ہیں، اسی طرح بیماری کا علاج فرض ہے اور شفا مالک حقیقی کے قبضۂ قدرت میں ہے

گفت پیغمبر بآواز بلند ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ بر توکّل زانوئے اشتر ببند

[۲] فراموشت نہ کرد ایزد دراں حال ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ کہ بودی نطفۂ مدفون و مدہوش
روانت داد و عقل و طبع و ادراک ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ جمال و نطق و رائے و فکرت و ہوش
دہ انگشت مرتب کرد بر کف ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ دو بازو یت مرتب ساخت بر دوش
کنوں پنداری اے ناچیز ہمّت ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ کہ خواہد کردنت روزی فراموش
(سعدیؒ)

غرض کوئی مقصد ہی باقی نہ ہو، اور تیری کوئی حاجت کوئی آرزو باقی نہ رہے کیونکہ تو خود مقام فنا تک پہنچ گیا ہے، اس لئے خدا تعالےٰ کا ارادہ ہوتے ہوئے اُس کے ارادہ کے سوا تو کچھ نہیں چاہتا۔ بلکہ تیری ذات میں خالق برحق کا فعل جاری و ساری ہے، پس (جب تو خدا تعالےٰ کی مرضی کے بغیر کچھ نہیں چاہتا تو) اللہ تعالےٰ کا فعل و ارادہ تن آسانی والا، دل کے اطمینان والا، کشادہ سینہ والا، روشن چہرے والا، آباد باطن والا اور سب چیزوں سے بے نیاز ہو کر خالق الاشیاء کی طرف رجوع کرنے والا بن جائے گا، اور قدرت کا ہاتھ تجھے ادھر اُدھر پھرائے گا، اور ازلی زبان تجھے پکارے گی، اور پروردگار عالم تجھے تعلیم دے گا، اور وہ اپنی طرف سے نورانی خلعتیں اور معرفت کے لباس پہنائے گا، اور تجھے ان بزرگوں کے مقام پر اُتارے گا، جو اہل معرفت میں سے پہلے گذر رہے ہیں، پس تو ہمیشہ منکسر و شکستہ حال رہے گا، اور تجھ میں کوئی ارادہ کوئی خواہش قائم نہ رہے گی، جیسے ٹوٹا ہوا برتن جس میں نہ تو کوئی بہنے والی چیز ٹھیرتی ہے، اور نہ کوئی میل کچیل۔

پھر تو انسانی اخلاق و عادات سے علیحدہ اور پاک و صاف ہو جائیگا اور تیرا باطن اللہ تعالےٰ کے ارادہ کے سوا ہرگز کسی چیز کو قبول نہیں کریگا، پس اس وقت تیری طرف تکوین (کائنات کی پیدائش) اور خوق عادات[1] (کرامات) کی نسبت کردی جائے گی، پس یہ (تکوین و

---

[1] خرق عادت یعنی عادت کا توڑنا۔ جو کام ہمیشہ سے ایک ہی طریقہ پر چل رہا ہو۔ اُسے اس طریقہ سے بدل کر دوسری طرح کر دینا، جیسے معجزہ و کرامت (باقی صفحہ)

کرامت) ظاہری علم و حکم میں تیری طرف سے ہی نظر آئیں گے، حالانکہ در اصل وہ یقینی علم میں اللہ تعالےٰ کا ہی فعل و ارادہ ہوگا، پھر اُس وقت تو اُن شکستہ دل اور فانی لوگوں کے گروہ میں داخل کر دیا جائیگا جن کے انسانی ارادے ٹوٹ چکے ہیں، اور ان کی طبعی خواہشات زائل ہو چکی ہیں۔ اور ان کے لئے ربّانی ارادے شروع ہو جاتے ہیں (یعنی اُن کے ارادے در اصل خدائی ارادے ہوتے ہیں) اور روز مرّہ کی خواہشات اُن میں پیدا کر دی جاتی ہیں (یعنی خواہشات کی پیدائش بھی رونما نہ مالک حقیقی کے حکم و ارادہ کے ماتحت ہوتی ہے) جیسا کہ حضرت نبیّنا صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا "مجھے تمہاری دنیا میں سے تین چیزوں کی محبّت عطا کر دی گئی ہے۔ خوشبو، عورتیں اور نماز ہیں میری آنکھوں کی ٹھنڈک، پس آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی طرف ان تین چیزوں کی نسبت اس کے بعد کر دی گئی، جبکہ تقاضائے بشریّت کے مطابق ان کی محبت آپؐ کی ذات سے زائل ہو چکی تھی،

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷) مثلاً مردے کسی انسان نے زندہ نہیں کئے، لیکن مردوں کا زندہ کرنا خرق عادت ہے، جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عطا ہوا، سوٹی کا سانپ کبھی نہیں بنا لیکن موسیٰ علیہ السلام کا عصا سانپ بن جاتا تھا، کبھی کسی کی انگلیوں سے پانی کی نہریں جاری نہیں ہوئیں، لیکن سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی پانچوں انگلیوں سے پانی کی پانچ نہریں بن گئیں، یہ سب معجزات ہیں۔ جو خلاف عادت اور عقل کو عاجز کرنے والے ہوتے ہیں، اسی طرح کا کوئی کام اگر ولی کے ہاتھ پر ظاہر ہو تو اُس کو کرامت کہتے ہیں ۱۲

تاکہ وہ چیز جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے اور پہلے بیان ہو چکی ہے، پوری طرح ثابت ہو جائے +

خداوند تبارک تعالےٰ نے فرمایا ہے، "مَیں اُن لوگوں کے پاس ہوتا ہوں۔ جن کے دل میرے ہی لئے شکستہ اور فانی ہوتے ہیں (اور جو خداوند قدوس کی ربوبیت، اور عظمت وجلال کے سامنے اپنے آپ کو ہیچ سمجھتے ہیں) پس اللہ تعالےٰ تیرے نزدیک کبھی نہ ہوگا جب تک کہ تیری تمام ہستی، تیری خواہش اور تیرا ارادہ فنا نہ ہو جائے، تو جب تیری ساری ہستی فنا ہو جائے اور تجھ میں کوئی چیز قائم نہ رہے، اور اللہ تعالیٰ کے سوا تو کسی چیز کی صلاحیت نہ رکھے، تو خداوند جل علا تجھے نئی زندگی بخشدیتا ہے، اور تجھ میں (اپنی طرف سے) ایسا ارادہ پیدا کرتا ہے۔ جس کے ساتھ تو ارادہ کرتا ہے (اور اس ارادہ میں تیرا کوئی دخل نہیں ہوتا)، پس جب اس پیدا کردہ ارادہ میں تیرا دخل پایا جائے، تو اس کو بھی اللہ تعالےٰ توڑ دیتا ہے۔ کیونکہ تیری تمام تر ہستی اس میں مصروف نظر آتی ہے، پس تو ہمیشہ کے لئے منکسر القلب ہو جاتا ہے۔ پھر وہ باری تعالےٰ ہمیشہ تجھ میں نئے نئے ارادے پیدا کرتا رہتا ہے۔ پھر جب تجھے اُن ارادوں میں منہمک پاتا ہے، تو ان ارادوں کو مٹا بھی دیتا ہے، اور یہ موت و زندگی کا سلسلہ یکے بعد دیگرے اس وقت تک جاری رہتا ہے، حتےٰ کہ نوشتۂ تقدیر اپنی مدت کو پہنچ جائے (یعنی فنا کے بعد بقا کا وقت آجائے)، پھر اس وقت دیدار الٰہی حاصل ہو جاتا ہے[1]، پس

[1] کیونکہ جو کمال اور جو مقام بھی سالک کی باطنی توجہ کا مرکز بن جائے، (باقی ص۲۰)

فرمان خداوندی اَنَا عِنْدَ الْمُنْکَسِرَةِ قُلُوْبُھُمْ مِنْ اَجْلِیْ کے معنوں کی حقیقت یہی ہے، اور ہماری بات (عِنْدَ وُجُوْدِکَ فِیْھَا) سے مراد یہ ہے کہ اس پیدا شدہ ارادہ کی طرف تیری باطنی توجہ اور تیرا آرام وسکون ہو جائے۔

اور اُن بعض احادیث میں جن کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خدا تعالیٰ کی طرف سے بیان کیا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ "کہ میرا بندہ ہمیشہ نوافل کے ذریعہ سے میرا قرب ڈھونڈتا ہے، حتیٰ کہ مَیں اُس کو دوست بنالیتا ہوں، تو جب مَیں اُس کو دوست بنالیتا ہوں تو مَیں اُس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سُنتا ہے، اور اُس کی نگاہ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اور اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے۔" اور اس حدیث کے دُوسرے الفاظ یہ بھی ہیں "پس وہ بندہ میرے ساتھ سنتا ہے، اور میرے ساتھ دیکھتا ہے، اور میرے ساتھ پکڑتا ہے، اور میرے ساتھ وہ سمجھتا اور معلوم کرتا ہے، اور صرف یہی ایک فنا کی حالت ہے لا غیر۔

فنا و بقا کا نتیجہ۔ پھر جب تو اپنے آپ سے اور تمام خلقت سے فانی ہو جائے، اور خلقت کی دو قسمیں ہیں، نیک و بد، اور اسی طرح تو بھی نیک ہے اور بد ہے پس تو ایسا بن جا کہ تو اُن کی اُمید

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۹) وہ اس کے لئے حجاب بن جاتا ہے جس کا توڑنا ضروری ہوتا ہے، اسی لئے آپ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس ارادہ کو توڑ کر نیا ارادہ پیدا کرتا رہتا ہے، حتیٰ کہ سالک کو مقام فنا حاصل ہو جائے اور تمام حجابات دُور ہو کر دیدارِ خداوندی حاصل ہو۔۱۲

نہ رکھے، اور اُن کی بُرائی سے نہ ڈرے، اور تیری نظر میں اسی ایک خدائے واحد کی ذات ہی باقی رہ جائے۔ جیسا کہ وہ تمام خلقت کی پیدائش سے پہلے تھا، پھر تقدیر الٰہی میں بھی نیکی و بدی دونو شامل ہیں تو (اس مقام پر) وہ تقدیر کی بُرائی سے تجھے بے خوف و خطر رکھے گا، اور تجھے تقدیر کی نیکی کے دریا میں غرق کر دے گا (اور ذات باری تعالیٰ میں نیکی ہی نیکی نظر آئے گی) اور تو ہر نیکی کے لئے برتن و مقام بن جائیگا، اور تو ہر نعمت، ہر خوشنودی، ہر زینت، ہر نور و روشنی اور ہر امن و آسائش کا سرچشمہ ہو جائے گا، پس یہی فنا سالکان طریقت کی آرزو، اُن کا مقصد اور اُن کی خواہشات کا منتہیٰ ہے، اور ایسا انجام و جائے بازگشت ہے جہاں اولیاء اللہ کی سیر ختم ہو جاتی ہے[1]۔

مقام فنا کی تشریح و تعریف اور سیر الی اللہ، اور

فنا وہ ثابت قدمی اور استقامت ہے، جسے پہلے اولیائے کرام

---

[1] سیر الی اللہ یہاں پر ختم ہو جاتی ہے، اس کے بعد بقا ہے اور سیر فی اللہ شروع ہو جاتی ہے، اور سالک اس مقام میں صفات الٰہیہ کی تجلیات میں تربیت پا کر تکمیل کے مرتبہ تک پہنچ جاتا ہے، اس کے بعد سیر من اللہ شروع ہوتی ہے اور ناقص مریدوں کی تکمیل کے لئے اس مقام سے نیچے آ جاتے ہیں، کیونکہ صعود کے بعد نزول کا ہونا سالک کے لئے لازمی ہے، اگر زوال نہ ہو تو اس کی راہ سلوک ابھی ناتمام ہے، اس کے بعد دوبارہ سیر الی اللہ ہوتی ہے، اور سالک قطعی طور پر خلقت سے علیحدہ ہو جاتا ہے، اور ارشاد و تکمیل کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے، اور بعض مکمل اور خواص اولیاء اللہ کی امداد و اعانت حیات معنوی کے لحاظ سے باقی رہتی ہے۔

اور ابدال عظام علیہم السلام طلب کرتے ہیں، ان کی خواہش یہ رہی ہے کہ وہ اپنے ذاتی ارادوں سے فنا ہو جائیں، اور ان کے ارادے حق جلّ علاؤ کے ارادہ کے ساتھ بدل جائیں، اور اسی ارادہ الٰہی کے ساتھ وہ باقی رہیں، اور وہ ہمیشہ مرنے تک حق سبحانہٗ و تعالیٰ کے ارادہ کے ساتھ ارادہ کرتے ہیں، اسی لئے ان کا نام ابدال رکھا گیا ہے۔

پس ان سرداروں کے گناہ یہ ہوتے ہیں، کہ حق سبحانہ و تعالیٰ کے ارادہ کے ساتھ بھول کر یا غفلت سے، حال کے غلبہ اور جلال خداوندی سے دہشت و حیرت کی وجہ سے اپنے ارادہ کو شریک کر دیتے ہیں، تو اللہ سبحانٗ و تعالیٰ انہیں ہوشیار اور بیدار کر کے اور یاد دلا کر اپنی خاص مہربانی اور رحمت کے ساتھ انہیں پا لیتا ہے، اور وہ اس غفلت اور فراموشی سے باز آ جاتے ہیں، اور اپنے پروردگار سے اس گناہ کی بخشش مانگتے ہیں، کیونکہ فرشتوں کے سوا اپنے ارادہ سے کوئی بھی بچا ہوا نہیں ہے، فرشتے (لوازمِ بشریت نہ رکھنے کے باعث) اپنے ذاتی ارادہ سے معصوم رکھے گئے ہیں، اور انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام خواہشات نفسانیہ سے معصوم

لہ غالباً الذین انعمت علیھم کا اشارہ اسی طرف ہے، اور مغضوب علیھم سے مراد خواہشات نفسانیہ میں جکڑے ہوئے، اور ضالین سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے یہ راستہ طے کرنے کا قصد تو کیا لیکن شیطانی و نفسانی وسوسوں میں پڑ کر ادھر اُدھر گر پڑے ۱۲

لہ یعنی اپنے ارادہ اور خواہش کو بدل کر حق سبحانہٗ و تعالیٰ کے ارادہ اور خواہش کے مطابق اپنی زندگی بسر کرنے والے، دنیا کے مختلف حصوں میں ستر ابدال ہمیشہ موجود رہتے ہیں۔ بتیس ملک شام میں اور باقی ساری دنیا میں ۱۲

ہیں، اور باقی تمام انسان اور جن جو تکلیف شرعیہ سے مکلف ہیں، ان
دونو چیزوں یعنی ذاتی ارادہ و ہوائے نفس سے ہرگز معصوم نہیں۔
ماسوائے اس کے کہ اولیائے کرام خواہشات نفسانیہ سے اور ابدال ارادہ
سے محفوظ ہیں، لیکن اولیا ہوائے نفس سے اور ابدال ارادہ سے معصوم نہیں
اس طور پر کہ یہ درست اور جائز ہے کہ کبھی کبھی ارادہ و ہوا کی طرف اُن
کا میلان و جھکاؤ بھی ہو جاتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ ان کو ہوشیار و بیدار
کرکے اپنی رحمت میں لے لیتا ہے +

۷۔ اپنے نفس و ہوا و ارادہ سے علیحدہ ہونے کی تاکید

اے سالک! اپنے نفس کی خواہش اور اُس کی متابعت سے باہر
نکل اور اس سے علیحدہ ہو جا، اور اپنی ذات کی بادشاہی سے بیگانہ
ہو (یعنی جہاں تیرا نفس حکمرانی کرتا ہے، وہاں سے کنارہ کر) اور سب
کچھ اللہ تعالیٰ کے سپرد کردے، پس تو اپنے دل کے دروازہ پر خداوند تعالیٰ
کا چوکیدار بن جا۔ اور جس کے داخل کرنے کا وہ تجھے حکم دے، اُسے
(اپنے دل کے اندر) داخل کرنے میں اُس کے حکم کی تعمیل کر، اور جس کے
روکنے کا وہ تجھے حکم دے تو اُسے (اپنے دل سے) روکنے میں اُس
کا امتناعی حکم مان، اور خواہش نفسانی کے نکل جانے کے بعد اُسے اپنے
دل میں داخل نہ کر +

تو دل سے خواہش نفسانی کا نکال دینا یہ ہے کہ ہر حال میں اُس کی
مخالفت کی جائے، اور اس کی پیروی کو ترک کردیا جائے، اور دل
میں اُن کا داخل کرنا یہ ہے کہ اس کی پیروی اور موافقت کی جائے

پس تو خداوند قدوس کے ارادہ کے بغیر کوئی خواہش نہ کر، اور اس ارادۂ الٰہی کے ماسوائے تیری تمام خواہشات باطل بے کار ہیں، اور یہ حرص و ہوا احمقوں اور پاگلوں کا جنگل ہے، جس میں تمامتر تیری ہلاکت و بربادی ہے، اور رحمت الٰہی سے دُور کرنے کا سامان اور خدا تعالےٰ کی معرفت کے لئے تیرا حجاب ہے، اُس کے حکم کی حفاظت کر، اور اُس کے ممنوعات سے ہمیشہ باز رہ، اور اس کی مقدر اور پیدا کی ہوئی چیز کو ہمیشہ اُسی کے سُپرد کر، اور اس کی مخلوقات میں سے کسی چیز کو بھی اُس کا شریک نہ ٹھیرا، پس تیرا ارادہ تیری حرص و ہوا اور تیری خواہشات سب کی سب اُس کی مخلوق ہیں، اور تو نہ کچھ ارادہ کر، نہ لالچ کر اور نہ کوئی خواہش رکھ، تاکہ تو مشرک نہ بن جائے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے، فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاۤءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا، یعنی پس جو شخص اپنے پروردگار کے دیدار کی اُمید رکھتا ہو، اُسے چاہیئے کہ نیک عمل کرے اور اپنے پروردگار کی بندگی میں کسی کو اُس کا شریک نہ ٹھیرائے۔

محض بتوں کی پوجا ہی شرک نہیں، بلکہ شرک یہ بھی ہے کہ تُو اپنی خواہشات و ہوا و ہوس کی پیروی کرے اور اپنے پروردگار کے ساتھ ساتھ دنیا و مافیہا سے اور آخرت و مافیہا میں سے اس کے علاوہ کسی چیز کو بھی چن لے اور پسند کرے، تو خداوند تعالےٰ کے بغیر جو کچھ بھی ہے وہ خدا نہیں، اور جب تو غیر اللہ کی طرف جھک گیا تو بے شک تُو نے غیر اللہ کو اُس کے ساتھ شریک کر دیا۔

پس پرہیز کر اور غیر اللہ کے ساتھ دل مت لگا، اور خوف کر اور نڈر مت بن اور اپنے حال کی تحقیق و تفتیش کر، اور غافل مت ہو کہ تو غیر اللہ کے ساتھ مطمئن ہو جائے، اور اپنے نفس کی طرف کسی حال اور کسی مقام کی نسبت نہ کر، اور ان حالات و مقامات میں سے (جو راہ سلوک میں حاصل ہوں) کسی چیز کا بھی دعوٰے نہ کر، پھر اگر تجھے کوئی حال عطا ہؤا اور کسی مقام پر تجھے کھڑا کیا گیا، تو ان میں سے کسی چیز کی خبر کسی کو نہ دے، کیونکہ خداوند تعالےٰ روزانہ کام میں لگا ہے مخلوقات کے حالات کو تغیر و تبدیل کرتا رہتا ہے، اور وہ باری تعالےٰ بندے اور اس کے دل کے درمیان حائل ہے، تو شاید وہ حالات سلوک جو تو نے دوسروں پر ظاہر کر دیئے، تجھ سے چھین لے اور زائل کر دے، اور اس مقام سے جس کے قائم رہنے کا تو نے خیال کر لیا تھا تجھے تبدیل کر دے، پھر جس کے آگے تو نے ان حالات و مقامات کا اظہار کیا ہے اُس کے آگے تجھے شرمندہ ہونا پڑے، بلکہ اُن حالات و مقامات کو اپنے دل میں محفوظ رکھ اور اپنے غیر کے آگے مت بیان کر

پھر اگر وہ حالات و مقامات ہمیشہ قائم رہیں، تو جان لے کہ وہ عطیۂ رحمانی ہیں، اور اس پر شکر الٰہی کی توفیق اور ان مقامات کی زیادتی کی طلب کرتا رہ، اگر وہ حالات و مقامات قائم نہ رہیں، تو اس میں علم و معرفت، نور، بیداری اور ہوشیاری میں اور اضافہ ہو جاتا ہے، اور اُن میں تیری ترقی رُو نما ہوتی ہے، کیونکہ اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَۃٍ اَوْ نُنْسِہَا نَاْتِ

بِخَیْرٍ مِّنْهَا اَوْ مِثْلِهَا اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ
یعنی جو کچھ آیات قرآنیہ میں سے کسی آیت کو ہم منسوخ کرتے ہیں یا
اُس کو بھلا دیتے ہیں تو اس سے بہتر یا اُس جیسی آیت لے آتے ہیں
کیا تو (اے محمدؐ) نہیں جانتا کہ اللہ تعالےٰ ہر چیز پر قادر ہے"۔

تو خداوند تعالےٰ کو اُس کی قدرت میں عاجز مت جان اور اسکی تقدیر و تدبیر میں اُس پہ تہمت مت رکھ (کہ اُس نے وہ حالات تجھ سے واپس لے لینے میں اچھا نہیں کیا) اور اس کا وعدہ درست ہونے میں تو شک شبہ مت کر، چاہیئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات میں تیرے لئے نیک نمونہ اور نیک خصلت موجود ہو، کیونکہ آپ پر نازل شدہ سورتیں اور آیات جن پر عمل ہو رہا تھا اور محرابوں میں پڑھی جاتی رہیں، اور کاغذات اور صحیفوں میں لکھی جا چکی تھیں اٹھالی گئیں، اور بدل دی گئیں، اور ان کے بدلے دوسری آیات (نازل کر کے) ثابت و قائم کر دی گئیں، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دوسری نازل شدہ آیات کی طرف منتقل کر دیا گیا، یہ تبدیلی تو ظاہری شریعت میں بھی پائی جاتی ہے، لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باطن میں اور باطنی علم میں اور اُن حالات میں جو آپ کے اور اللہ تعالےٰ کے درمیان تھے، تبدیلی واقع ہونا اس طرح ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ تحقیق شان یہ ہے کہ جونہی کہ میرے دل پر پردہ ڈال دیا جاتا ہے، تو میں (فوراً) روزانہ ستر دفعہ اللہ تعالےٰ سے بخشش مانگنے لگتا ہوں، اور ایک روایت میں سو دفعہ بھی آیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف

منتقل کر دیئے جاتے تھے، اور وہ پہلی حالت دوسری حالت میں تبدیل کر دی جاتی تھی، اور آپ کو قرب کی منزلوں اور غیب کے میدانوں میں پہنچایا جاتا تھا، اور آپ پر نورانی خلعتیں تبدیل کر دی جاتی تھیں۔

پس ظاہر ہوا کہ پہلی حالت اس حالت کی نسبت جو اُس سے اوپر ہے ظلمت، کدورت اور نقصان ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پہلی حالت یہ تھی کہ آپ سے حدود کی نگہداشت میں کمی واقع ہو جاتی تو آپ کو بخشش مانگنے اور استغفار کی تعلیم دی جاتی، کیونکہ بخشش مانگتے رہنا بندہ کی بہترین حالت ہے، اور اسی طرح توبہ بھی ہر حال میں بہتر ہے، کیونکہ اس میں بندہ کے قصور و گناہ کا اعتراف ہوتا ہے، اور وہ دونوں (استغفار و توبہ) ہر حال میں بندہ کی دو صفتیں ہیں، اور وہ دونوں ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کی میراث ہیں۔ جبکہ عہد و پیمان الٰہی کے لئے فراموشی کی سیاہی نے اور بہشت میں ہمیشہ رہنے کے ارادہ نے، اور ایسے دوست کی ہمسائگی نے جو مہربان اور نعمتیں عطا کرنے والا ہے۔ اور دعا و سلام کے ساتھ معزز فرشتوں کی حاضری نے حضرت آدم علیہ السلام کے حال کی صفائی کو ڈھانپ لیا۔ اور مکدر کر دیا، تو وہاں اُن کی نفسانی خواہش معلوم ہو گئی اور خدا تعالیٰ کے ارادہ کے ساتھ ان کے ارادہ کی شرکت پائی گئی، پھر اس وجہ سے (اُن کا) یہ ارادہ ٹوٹ گیا، اور یہ حالت جاتی رہی، اور یہ ولایت دور ہو گئی، اور وہ مرتبہ گر گیا، اور وہ انوار تاریک ہو گئے اور

وہ صفائی مکدر اور خراب ہو گئی، پھر صفی الرحمان حضرت آدم علیہ السلام ہوشیار کر دیئے گئے اور انہیں خداوند رحمان کی یاد دلائی گئی، اور فراموشی اور گناہ کے اقرار کا پتہ دے دیا گیا، اور قصور و نقصان کا اقرار کرنا سکھا دیا گیا، تو حضرت آدم علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا، رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ "اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنی جانوں پر خود ظلم کیا ہے، اگر تو نے ہمیں نہ بخشا اور ہم پر رحم نہ کیا، تو ہم ضرور نقصان اُٹھانے والوں سے ہو جائیں گے"۔

پھر حضرت آدم علیہ السلام کو سیدھی راہ پر چلنے کے لئے روشنی اور توبہ کے علوم اور طریقے اور وہ مصلحتیں جو توبہ میں پنہاں ہیں اور جن کا حضرت آدم علیہ السلام کو علم نہ تھا، حاصل ہو گئے، پس وہ علوم و معارف صرف توبہ کے ساتھ ہی ظاہر ہوئے۔ اور حضرت آدم علیہ السلام کا ارادہ دوسرے ارادۂ الٰہی کے ساتھ بدل دیا گیا، اور پہلی حالت دوسری کے ساتھ بدل گئی، اور آپ کو ولایت گیر لے، اور دنیا میں سکون و اطمینان اور پھر عاقبت کا آرام و سکون نصیب ہوا۔ اور دنیا اُن کے اور ان کی اولاد کے لئے قرار گاہ بن گئی، اور عقبیٰ اُن کے لئے جائے پناہ اور دائمی کا مکان اور ہمیشہ رہنے کی جگہ مقرر ہو گئی +

پس (اے سالک) تجھے اللہ تعالےٰ کے پیغمبر و حبیب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے باپ حضرت آدم صفی اللہ علیہ السلام جو خدا تعالیٰ کے احباب اور دوستوں کے بھی باپ ہیں،

کا قرب حاصل کرنا چاہیئے، اور ہر حال میں اپنے قصور کا اقرار اور نفس کو ذلیل رکھنے اور خدا تعالے کا محتاج رہنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت آدم علیہ السلام کی خُو خصلت اختیار کرنا چاہیئے۔

۸۔ موجودہ حال پر غیر موجودہ حال کو اختیار کرنا اور تسلیم امر الٰہی

اے سالک! جب تو سلوک کی کسی حالت میں ہو، تو اُس کے سوا کسی دوسری حالت کو اختیار و پسند مت کر، نہ اُس سے اعلےٰ حالت کو، نہ ادنےٰ حالت کو (کیونکہ ادنیٰ اور پست حالت کو اختیار کرنا کم ہمتی ہے اور اعلےٰ حالت کی آرزو کرنا شہوات نفسانی میں داخل ہے)۔

(مثلاً) جب تو بادشاہ کے گھر کے دروازہ کا دربان ہے تو گھر کے اندر داخل ہونے کی خواہش مت کر، حتیٰ کہ تو اپنے اختیار کے بغیر جبرًا (گھر میں) داخل کر دیا جائے، جبرًا سے میری مراد "بار بار سخت تاکیدی حکم" ہے، اور محض داخل ہونے کی اجازت پر ہی قناعت نہ کر، کیونکہ یہ ہو سکتا ہے اور یہ جائز ہے کہ یہ اجازت بادشاہ کی طرف سے (آزمائش کا کوئی بہانہ اور تدبیر ہو، (تاکہ بادشاہ کو پتہ چل جائے کہ کون اپنے لالچ سے گھر میں داخل ہو رہا ہے اور کون ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے حکم کا منتظر ہے) لیکن صبر کر اور ادب کا خیال رکھ، حتیٰ کہ تو داخل ہونے پر مجبور کر دیا جائے، اس طرح پر تیرا داخل ہونا صرف بادشاہ کا حکم اور اس کا مجبور کرنا ہوگا، (جس میں تیرے اختیار کا کوئی دخل نہ ہوگا)، پھر اس وقت بادشاہ اپنے حکم اور مجبور کرنے کی وجہ سے تجھے کوئی سزا

نہ دیگا، کیونکہ سزا صرف تیرے اختیار اور خواہش کی بدبختی، تیرے لالچ، تیری بے صبری، بے ادبی اور اس حالت پر جس میں تجھے کھڑا کیا گیا ہے، تیری نا رضامندی کی وجہ سے ہی تجھے پیش آئے گی، پھر جب تو اس وجہ پر شاہی گھر میں (مجبوراً) داخل ہو جائے اور حاصل ہو جائے، تو خاموش، سر جھکائے، آنکھیں نیچی کئے، باادب، گھر میں اپنے سپرد کئے ہوئے کاموں اور خدمت کی حفاظت کرنے والا اور بلند مرتبوں پر ترقی کی خواہش نہ کرنے والا بن جا۔

(جیسا کہ) حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرمایا۔ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۚ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ۔ " (اے محمدؐ!) اُس چیز کی طرف اپنی آنکھیں ہرگز مت لگا، اور خواہش سے مت دیکھ، جس کے ساتھ ہم نے کافروں کے گروہوں کو بہرہ مند کیا اور دنیا کی زندگی کی سجاوٹ اور تازگی بخشی، تاکہ ہم انہیں اُس میں مبتلا کریں اور آزمائیں، اور تیرے پروردگار کا رزق بہتر اور باقی رہنے والا ہے" +

پس یہ حکم الٰہی خدا تعالےٰ کی طرف سے اپنے نبی مختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو احوال باطنی کی حفاظت کرنے اور عطاء الٰہی پر رضامندی اختیار کرنے کی تعلیم و تادیب کے لئے کیا گیا ہے، کیونکہ خدا تعالےٰ کے کلام وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ سے مراد یہ ہے کہ جو کچھ میں نے نیکی، نبوت، علم، قناعت، صبر، دین کی بادشاہی اور دین کے معاملہ میں دشمنوں سے جہاد کرنا، تجھے عطا فرمایا ہے، وہ اُس چیز سے

بہتر اور شکریہ کے لائق ہے جو تیرے غیروں کو میں نے عطا کیا ہے ÷
پس تمام نیکی اسی میں ہے کہ حالات کی حفاظت کی جائے اور انہی پر راضی رہے، اور دوسرے حال کی طرف توجہ کرنا چھوڑ دیا جائے، کیونکہ وہ دوسرا حال (جس کی طرف تیری توجہ ہے) تین صورتوں سے خالی نہیں، یا تو وہ حال تیری قسمت میں ہوگا، یا تیرے علاوہ کسی دوسرے کی قسمت میں ہوگا، یا کسی شخص کی قسمت میں ہی نہ ہوگا، بلکہ اُسے اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں کی آزمائش کے لئے پیدا کیا ہوگا (تاکہ معلوم ہو جائے کہ کون صبر و رضا کو چھوڑ کر اُس حال اور مرتبہ کی خواہش کر کے عذاب میں گرفتار ہوتا ہے، اور کون اپنے آپ کو محفوظ رکھتا ہے)، پھر اگر وہ حال و مقام تیری قسمت میں ہے، تو تیری خواہش ہو یا نہ ہو، تب بھی تجھے حاصل ہو کر ہی رہے گا، تو ایسا ہرگز نہ ہونا چاہیے کہ تیری طرف سے اس حال و مرتبہ کی خواہش میں لالچ اور بے ادبی ظاہر ہو، کیونکہ ایسا کرنا عقل و علم کی رُو سے سخت ناپسندیدہ ہے، اور اگر وہ حال و مرتبہ تیرے سوا کسی دوسرے کی قسمت میں ہے، تو کیوں اُس چیز کے حاصل کرنے کی تکلیف اُٹھاتا ہے، جسے تو حاصل نہیں کر سکتا اور وہ چیز تجھے کبھی نہیں مل سکتی، اور اگر وہ کسی شخص کی قسمت میں نہیں، بلکہ وہ فتنہ اور آزمائش ہے، تو عقلمند یہ بات کیسے پسند کرتا ہے، کہ اپنی ذات کے لئے فتنہ و آزمائش کی خواہش کرے، اور اس کو اپنی ذات کے لئے کھینچ لائے، پس یہ بات ثابت ہوگئی کہ تمام نیکی اور سلامتی حال کی حفاظت میں ہے ÷
پھر جب تو گھر کے اندر سے بالا خانہ کی طرف جائے، پھر گھر کی

چھت پر آ جائے، تو اس طرح رہ جیسا کہ ہم نے (اوپر) حال کی حفاظت، خاموشی، سر جھکائے رکھنے اور ادب کے متعلق ذکر کیا، بلکہ چاہئے کہ یہ چیزیں تیری طرف سے کئی گنا زیادہ ہو جائیں، کیونکہ تو بادشاہ کے بہت قریب ہو چکا ہے، اور خطرہ اور ہلاکت کے بھی نزدیک ہے، پس تو اس حال اور مرتبہ سے اعلےٰ اور بلند مرتبہ پر پہنچنے کی اور اس سے پست درجہ کی اور اس درجہ کے قائم اور باقی رہنے کی، اور اس اپنے حال کے اوصاف بدلنے کی تمنا مت کر، اور اس میں قطعاً تیرا کوئی اختیار نہ رہے، کیونکہ موجودہ نعمت کا کفران اور انکار ہے، اور کفران نعمت ناشکروں کے لئے دنیا و آخرت میں خواری اور ذلت لاتا ہے، پس تو ہمیشہ اس طرح کام کرتا جا جیسا ہم نے بیان کیا، حتیٰ کہ تو اس حالت کی طرف بلند کر دیا جائے جو تیرا مقام ہو اور جس پر تو ثابت قدم رہے، اور تو اس مقام سے ہٹایا نہ جائے، پھر اس وقت تجھے معلوم ہو گا کہ وہ (نیا عطا شدہ مقام) بخشش خداوندی ہے، جو علامات و نشانات سے ظاہر کرتا ہے۔ کہ قائم و برقرار رہے گا، پس حالات اولیائے کرام کے لئے مخصوص ہیں اور مقامات ابدال کے لئے،

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی

۹- افعالِ الٰہی کا کشف اور مشاہدہ

افعالِ الٰہی کے کشف[1] و مشاہدہ میں آپ نے فرمایا:-

اولیائے کرام اور ابدال پر خداوند تعالےٰ کے افعال میں سے ایسی ایسی باتیں ظاہر ہوتی ہیں جو عقل پر غالب آجاتی ہیں، اور عادات و رسوم کو پارہ پارہ کردیتی ہیں، (یعنی شروع سے کسی کام کا جو طریقہ چلا آتا ہے اُس کے الٹ ہوجاتا ہے)، پس ان افعال خداوندی کی دو قسمیں ہیں، جلال (قہر و غلبہ) اور جمال (لطف و مہربانی)، تو عظمت

---

[1] اصطلاح صوفیہ میں مکاشفہ سے یہ مراد ہے کہ سالک پر الٰہیہ اور کونیہ حقائق و صفات اسم الٰہی کے باریک و شفاف پردہ میں کسی حکم کے ماتحت خاص صورت میں ظاہر ہوتے ہیں، اور مشاہدہ سے یہ مراد ہے کہ وہی حقائق خصوصیت اور امتیاز کے ساتھ مظہر و صفت کے بغیر سالک پر ظاہر ہوتے ہیں اور معائنہ کا درجہ اس سے بھی اوپر ہے، کہ وہی حقائق خصوصیت اور امتیاز کے بغیر ظاہر ہوتے ہیں، (اصطلاحات الکبیر) کشف صفات الٰہیہ کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اور مشاہدہ ذات باری تعالےٰ کے ساتھ، لیکن آپؓ نے کشف و مشاہدہ دونوں کو افعال کے ساتھ منسوب کیا ہے کیونکہ یہ صفات پر دلالت کرتے ہیں، (صفات جمالیہ و جلالیہ باری تعالےٰ پر)، اور جلال سے خدا تعالیٰ کی صفات قہریہ و جبریہ مراد ہے، جیسے قہار، جبار، عزیز، متکبر، اور جمال سے مراد صفات لطیفہ جیسے رحیم، کریم، رؤف، کشف کو صفات جلالیہ کے ساتھ اور مشاہدہ کو صفات جمالیہ کے ساتھ اس لئے مخصوص کیا ہے کہ صفات جلالیہ سے پردہ اٹھ جاتا ہے اور بندہ پر خوف و ہیبت طاری ہو جاتی ہے، اور صفات جمالیہ کے ظہور میں بندہ ان سے شوق و سرور حاصل ہونے کی وجہ سے محبت کی آنکھیں کھول کر مشاہدہ کرتا اور فرحت پاتا ہے ۱۲

وجلال الٰہی سالک کے لئے بے آرام و بے چین کرنے والا خوف اور متزلزل کر دینے والا ڈر، اور دل پر ایسا سخت غلبہ جس کا اثر اعضاء و جوارح پر بھی ہو جائے، پیدا کر دیتا ہے۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم سے روایت کیا گیا ہے۔ کہ خوف شدید کی وجہ سے نماز کے دوران میں آپ کے سینۂ مبارک سے ہانڈی کے اُبلنے جیسی آواز سُنی جاتی تھی، اس لئے کہ نماز میں آپ کو اللہ تعالےٰ کا جلال نظر آتا رہتا تھا اور آپ پر اس کی عظمت اور بزرگی ظاہر ہوتی رہتی تھی، اور ایسا ہی حضرت ابراہیم خلیل الرحمان علیہ السّلام اور حضرت عمر الفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق بھی نقل کیا گیا ہے۔

لیکن جمال کا مشاہدہ یہ ہے کہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ ایسی صفات کے ساتھ جو نور و سرور پیدا کریں، اور انہی خاص مہربانیوں کے ساتھ اور لذیذ کلام اور مطمئن کر دینے والی حکایات کے ساتھ اور بڑی بڑی بخششوں اور بلند مقامات اور اپنے قرب کی خوشخبری کے ساتھ دلوں پر تجلّی ڈالیں، اس صورت پر کہ آخرکار ان کے کام کا سرانجام وہیں پر ختم ہو۔ اور گذشتہ زمانہ میں ان کی قسمتوں کی تحریر سے قلم خشک اور فارغ ہو چکا ہے، یہ خدا تعالےٰ کا فضل و رحمت ہے، اور انہیں دنیا میں مدت کے پہنچنے یعنی مقررہ وقت تک ثابت قدم رکھنے کے لئے ہے، تاکہ ان کی محبت خداوند تعالےٰ کے قرب کی شدید خواہش کی وجہ سے حد سے نہ گذر جائے، تو ان کی طاقتیں ٹوٹ جائیں اور وہ ہلاک ہو جائیں یا عبودیت اور بندگی کی پوری ادائیگی سے سُست اور کمزور ہو جائیں تا آنکہ اسی حالت میں انہیں موت (جسے یقین کے ساتھ تعبیر

کیا گیا ہے) آجائے، پس خداوند تعالےٰ اِن (اولیائے کرام) کے ساتھ یہ (اپنے صفات لطیفہ کی تجلی) اپنی مہربانی اور رحمت سے اور اُن کے دلوں کا علاج، اور تربیت اور نرم کرنے کے لئے کیا کرتا ہے، کیونکہ وہ (اپنے بندوں پر جاری کردہ کی حکمت و مصلحت) جاننے والا اور بندوں کے حالات سے واقف ہے، اور اُن پر لطف و نرمی کرنیوالا اور اُن کے ساتھ زیادہ سے زیادہ بخشش و عنایت کرنے والا ہے، اور اسی لئے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے روایت کیا گیا ہے کہ آپؐ حضرت بلال رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو فرمایا کرتے تھے اَرِحْنِیْ یَا بِلَالُ "اے بلال ہمیں آرام و آسائش دے" (اور رنج و تکلیف سے ہماری خلاصی کر) اور اس سے آپ کی مراد نماز کی اقامت کہنا ہوا کرتی تھی، تاکہ ہم جمال کا مشاہدہ کرنے کے لئے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے، نماز میں داخل ہو جائیں، اور اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "نماز میں میری آنکھوں کی ٹھنڈک اور آرام بنایا گیا ہے[۱]"

۱۰۔ نفس کی مخالفت

سوائے اس کے نہیں کہ (حکم کی تعمیل و بندگی کے لئے) خداوند تعالےٰ اور نفس (دو ہستیاں) ہیں، (اگر خدا تعالےٰ کی اطاعت کی جائے گی تو نفس کی مخالفت ہو گی، اور اگر نفس کی اطاعت کی جائے گی تو خدا تعالےٰ

---

[۱] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو نماز میں جمال کا مشاہدہ ہوا کرتا تھا اور صفات لطیفہ کا پرتو اکثر پڑتا تھا۔ اور جلال کا انکشاف کبھی کبھی ہوا کرتا تھا ؞

کی مخالفت ہوگی) اور تو خداوند قدوس کی طرف سے اُس کے اوامر نواہی کے کرنے اور نہ کرنے پر مکلف اور خطاب کیا گیا ہے، اور نفس خداوند قدوس کا دشمن اور مخالف ہے، اور سب چیزیں اللہ تعالیٰ کی تابع ہیں، اور دراصل نفس بھی اللہ تعالےٰ کی پیدائش اور اُس کی ملکیت ہے، اور (ہمیشہ) نفس کے دعوے باطل اور جھوٹے ہیں، اور (اپنے اندر) ایسی خواہشات و شہوات اور لذات رکھتا ہے، جن کو اپنانے میں نفس کو لذت و سرور حاصل ہوتا ہے۔

پس جب تو نفس کی مخالفت و عداوت میں حق تعالیٰ سے موافقت کرلے (اور اس کے تابع فرمان ہوکر خواہشات نفسانیہ کو چھوڑ دے) تو تو اللہ تعالیٰ کے لئے اپنے نفس کا دشمن ہوگا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو فرمایا کہ "اے داؤد! میں تیرا ایسا چارہ گر اور کارساز ہوں جو تجھ سے جدا ہونے والا نہیں، پس تو بھی اپنے چارۂ کار سے علیحدہ نہ ہو، بندگی کی حقیقت یہ ہے کہ تو میرے لئے اپنے نفس کا دشمن بن جائے"۔ پھر اُس وقت خداوند عز و جل کے لئے تیری دوستی اور اُس کی غلامی اور بندگی ثابت اور درست ہوگی، اور تجھے (روحانی و جسمانی) نہایت صاف اور خوشگوار و پاکیزہ رزق[1] حاصل

---

[1] رزق کی تین قسمیں ہیں، مضمون، موعود، مقسوم، مضمون وہ رزق ہے کہ حق تعالیٰ کی عام رحمت اس کی ذمہ دار ہو، اور اُس سے ہر جانور کو حصہ ملتا ہے، اور موعود وہ رزق ہے جسے خداوند تعالےٰ صرف اپنے پرہیزگار اور نیک بندوں کو عطا فرمایا کرتے ہیں، اور مقسوم وہ رزق ہے جس کا ان دونوں رزقوں میں سے کسی شخص کے لئے خاص حصہ مقرر کردیا گیا ہو اور اس مقررہ حصہ سے زیادہ اُس کو نہ مل سکے ۱۲

ہونگے، اور تو طاقتور، خوش نصیب اور معزز ہوگا، اور سب چیزیں (خواہ وہ حیوان ہوں یا انسان، درخت ہوں یا پتھر) تیری خدمت گذار ہونگی اور تجھے بزرگ اور بارعب سمجھیں گی، کیونکہ وہ ساری کی ساری اپنے پروردگار کی فرمانبردار ہیں، اور اس کے فعل وامر کے ساتھ موافقت کرنے والی ہیں، اس لئے کہ وہ ان کا خالق اور از سرِ نو پیدا کرنیوالا ہے اور وہ سب اس کی غلامی اور بندگی کا اقرار کرنے والی ہیں (جیساکہ حق تعالیٰ نے فرمایا۔ "وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ وَ لٰکِنْ لَّا تَفْقَھُوْنَ تَسْبِیْحَھُمْ۔" "اور کوئی چیز نہیں مگر اس کو تسبیح اور تعریف کے ساتھ یاد کرتی ہے اور لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے" یعنی تمام چیزیں اس کا ذکر کرتی رہتی ہیں، اور اس کی عبادت میں لگی رہتی ہیں، اور خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے، فَقَالَ لَھَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِیَا طَوْعًا اَوْ کَرْھًا۔ "پھر اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو (ان کے پیدا کرنے کے بعد) حکم دیا کہ میری طرف (ضرور آؤ) خوشی یا مجبوری سے"۔ قَالَتَآ اَتَیْنَا طَآئِعِیْنَ تو انہوں نے عرض کیا کہ ہم اپنی خوشی اور رغبت سے آگئے ہیں" +

پس تمامتر عبادت اور بندگی تیری نفس اور ہوا و ہوس کی مخالفت میں ہے، (اور) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے فَلَا تَتَّبِعِ الْھَوٰی فَیُضِلَّکَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ "خواہش نفسانی کی پیروی مت کر نہیں تو وہ تجھے اللہ تعالےٰ کی راہ سے گمراہ کر دیگی" (حدیث قدسی میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو فرمایا کہ اپنی خواہش نفسانی کو چھوڑ دے کیونکہ خواہش نفسانی کے بغیر کوئی جھگڑا کرنے والا

نہیں جو میری سلطنت میں میرے ساتھ جھگڑا کرے"۔

اور حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے حکایت مشہور ہے کہ جب بایزید بسطامیؒ نے رب العزت کو خواب میں دیکھا، تو عرض کیا کہ (اے اللہ!) تیری جناب میں پہنچنے کا کونسا راستہ ہے، فرمایا کہ اپنے نفس اور اُس کی خواہشات کو چھوڑ دے اور آجا، تو حضرت بایزیدؒ نے عرض کیا کہ میں اپنے نفس اور اس کی خواہشات سے اس طرح باہر نکل آیا ہوں، جس طرح سانپ اپنی کینچلی سے نکل آتا ہے، تو اب تمام تر نیکی اسی میں ہے کہ ہر حال میں نفس کی مخالفت کی جائے۔

پھر اگر تقوے کی حالت میں ہے تو نفس کی مخالفت اس طریقہ پر کر، کہ خلقت کے حرام مال اور اُن کے مشکوک مال سے اور ان کے احسان سے اور اپنے کام اُن کے سپرد کرنے سے اور ان پر بھروسہ کرنے سے اور اُن سے خوف کرنے اور اُن سے امید رکھنے سے اور ان کے پاس جو دنیا کا کھوٹا مال ہے اس میں طمع کرنے سے باز آجا، اور اُن کے عطیات جو ہدیہ اور زکوٰۃ یا صدقات یا کفارہ یا نذر وغیرہ کے طریقہ پر ہوں ان کی اُمید نہ رکھ، اور اپنی توجہ اور قصد کو تمام وجوہات اور اسباب سے ان کی طرف سے ہٹالے، حتیٰ کہ اگر تیرا کوئی قریبی رشتہ دار دولتمند ہو تو اُس کے مال کا خود وارث بننے کے لئے اُس کی موت کی آرزو مت کر، اور پوری کوشش کے ساتھ خلقت سے باہر نکل آ، اور اپنے اعتقاد میں انہیں ایسا دروازہ بنالے جو کبھی بند ہوتا ہے اور کبھی کھُلتا ہے، اور انہیں ایسا درخت سمجھ کہ کبھی اس میں پھل پایا جاتا ہے

اور کبھی پھل، پھول اور پتوں سے بالکل خالی ہوتا ہے[1]۔ اور یہ سب کچھ یعنی انسان کے حالات کا تغیر و تبدل ایک فاعل کا فعل اور ایک مدبر کی تدبیر ہے، اور وہ فاعل و مدبر اللہ تعالیٰ کی ذات ہے (یہ نصیحت تجھے اس لئے کی گئی ہے) کہ تو اپنے پروردگار کو یگانہ و یکتا سمجھنے اور رکھنے والا موحد بن جائے، اور اللہ تعالےٰ کو سب اشیا کا پیدا کرنے والا سمجھنے کے باوجود اس بات کو ہرگز نہ بھول کہ نیک و بد کاموں کے کرنے کا بندوں کا کوئی اختیار نہیں (جو کچھ کرواتا ہے وہی کرواتا ہے) تاکہ تو جبریہ[2] مذہب سے خلاصی حاصل کرلے، اور یہ عقیدہ رکھ کہ آدمیوں کے افعال اور کام خدا تعالےٰ کی قوت و طاقت کے بغیر صرف بندوں کی طاقت و قوت سے پورے نہیں ہوسکتے۔ تاکہ تو ان کی بندگی اور عبادت کرکے انہیں معبود نہ سمجھ لے، اور اللہ تعالےٰ کو نہ بھول جائے اور یہ بات ہرگز نہ کہہ، کہ ان کا فعل خدا کے بغیر ان کی قدرت اور طاقت کے ساتھ وابستہ ہے، ورنہ تو کافر ہوکر فرقہ قدریہ[3] کا رکن بن جائیگا۔ لیکن

---

[1] جب خلقت میں سے ہر شخص کا حال کبھی ایک جیسا نہیں رہتا، کبھی مفلس کبھی دولتمند تو اس سے نفع و نقصان کی امید رکھنا اور ان پر بھروسہ کرنا عقل کے خلاف ہے ۱۲

[2] فرقہ جبریہ کا عقیدہ یہ ہے کہ بندہ کو اس کے اپنے کاموں میں اس کا کوئی اختیار و دخل نہیں، وہ تو محض ٹھوس چیزوں کی طرح ہے، خدا تعالےٰ اسے جدھر چاہے لے جاتا ہے ۱۲

[3] فرقہ قدریہ کا عقیدہ یہ ہے کہ انسان اپنے افعال کا خود کرنے والا ہے، اور جو کچھ اس سے صادر ہوتا ہے اس کی اپنی طاقت سے ہوتا ہے، اور خدا تعالیٰ کی قدرت کا اس میں کوئی دخل نہیں، اور انسان کے کاموں کو خدا تعالیٰ سے صرف اتنی نسبت ہے کہ وہ صرف تقدیر کا مالک اور اسباب پیدا کرنے والا ہے، اور یہ سراسر شرک ہے ۱۲

(یہ عقیدہ رکھ اور) کہو کہ تمام انسانی کام خدا تعالیٰ کے پیدا کئے ہوئے ہیں، اور انسان اُن کا کرنے والا ہے، جیسا کہ اعمال پر ثواب اور عقاب کا بدلہ ملنے کی جگہوں (یعنی بہشت و دوزخ کے بیان کرنے کے لئے اس کے متعلق احادیث نبوی وارد ہیں، اور ان بندوں کے معاملہ میں اللہ تعالےٰ کے حکم کی تعمیل کر، اور خدا تعالےٰ کے حکم کے ماتحت اُن سے اپنا حصّہ جدا کر لے، (یعنی اپنی ذات اور مخلوق[1] کے متعلق بھی خدا تعالےٰ کے تابع فرمان ہو جا)، اور خدا تعالےٰ کے حکم سے تجاوز نہ کر، کیونکہ اللہ تعالےٰ کا حکم قائم و ثابت ہے، وہ تجھ پر بھی اور اُن پر بھی حکم جاری کرتا ہے، پس تو خود حاکم مت بن، اور نہ تیرا خلقت کے ساتھ کسی صورت میں بھی وابستہ ہو جانا اُن کے واسطے خالقیت، قدرت اور طاقت کا ثابت کرنا[2] ہے، اور بندوں کی طرف خالقیت اور قادریت کی نسبت کرنا (شرک کی) ظلمت اور اندھیرا ہے، تو ظلمت اور اندھیرے میں چراغ لے کر داخل ہو جا، اور وہ چراغ جو حق و باطل کے درمیان فیصلہ کرنے والا

---

[1] اہل سنت والجماعت کا یہی عقیدہ ہے، جو فرقہ جبریہ و قدریہ کے اعتقادات کے بالکل درمیان میں واقع ہے، اس کی تحقیق یوں ہے کہ خدا تعالیٰ کا تمام چیزوں کو پیدا کرنا دو قسم پر ہے، اسباب کے ساتھ، اور بغیر اسباب کے، چنانچہ گرم کرنے کے لئے آگ کی ضرورت ہے، بھوک دور کرنے کے لئے غذا کی ضرورت ہے وغیرہ، اور خدا تعالےٰ کا قانون اس طرح پر ہے کہ مسببات کو بغیر اسباب کے پیدا نہیں کرتا، حالانکہ اسے بغیر اسباب کے پیدا کرنے کی بھی قوت ہے ۱۲

[2] خلقت سے نفع و نقصان اور آرام و تکلیف کی امید رکھنا یہ ثابت کرتا ہے کہ مخلوق کو نفع و نقصان پہنچانے کی طاقت ہے، اور ایسا کر سکتے ہیں، یہی تو شرک جلی ہے ۱۲

ہے، اللہ تعالےٰ کی کتاب اور اُس کے پیغمبر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنت ہے، اِن دونوں سے باہر مت نکل۔

پھر اگر کوئی خیال تیرے دل میں آئے یا کوئی الہام پایا جائے، تو اس خیال و الہام کو کتاب و سنت پر پیش کر دے (اور اُس کا اُن سے مقابلہ کر، اور اُس چیز کی پیروی کر جو قرآن و سنت کے موافق ہو اور جو ان کے خلاف ہے اُسے چھوڑ دے)، پھر اگر کتاب و سنت میں اس خیال و الہام کی حرمت ثابت ہو، مثلاً اگر یہ تجھے الہام ہو اور تیرے دل میں گزرے کہ زنا کرنا چاہیئے یا سود کھانا چاہیئے یا بدمعاشوں اور بدکرداروں کی صحبت اختیار کرنا چاہیئے یا اسی قسم کے دوسرے گناہوں کا الہام ہو، تو تو اُس کو اپنے دل سے دفع کر دے اور اُسے چھوڑ دے، اور قبول نہ کر، اور اس پر عمل بھی نہ کر، اور قطعی طور پر جان لے کہ وہ الہام شیطان مردود کی طرف سے ہے، اور اگر کتاب و سنت میں اُس الہام شدہ چیز کا مباح ہونا پایا جائے، جیسے کھانے، پینے، پہننے اور نکاح کی مباح و جائز خواہشات، تو اُن کو بھی چھوڑ دے اور قبول نہ کر، اور جان لے کہ وہ نفسانی الہام و خواہشات ہیں، اور بیشک تجھے نفس کی مخالفت اور عداوت کا حکم کیا گیا ہے، اور اگر کتاب و سنت میں اس کی حرمت و مباح ہونا نہ پایا جائے، بلکہ وہ ایسا کام ہو، جسے تو سمجھ نہیں سکتا، مثلاً تجھے کہا جائے کہ فلاں فلاں جگہ آ، اور فلاں فلاں نیک مرد کی ملاقات کر، اور تجھے وہاں جانے کی ضرورت نہ ہو، اور اُس نیک مرد کی ملاقات کی بھی حاجت نہ ہو۔ اس لئے کہ تو اس مرد صالح سے بے نیاز رہے،

اور اللہ تعالےٰ نے تجھے علم و معرفت کی نعمت سے مالا مال کر دیا ہوا ہے
تو توقف کر اور ٹھیر جا، اور اس کی طرف جلدی نہ کر، اور تو دل میں
کہے، کہ آیا یہ الہام خداوند تعالےٰ کی طرف سے ہے تو میں اس پر عمل
کر لوں، بلکہ اس میں پسندیدگی اور حق تعالیٰ کے فعل کا انتظار کر، اس
طرح پر کہ وہ الہام دوبارہ ہونے لگے اور تجھے اس کی کوشش کرنے کا
حکم دیا جائے یا اس الہام میں ایسی علامت پائی جائے جو اللہ تعالےٰ
کے عارفوں اور عالموں کے لئے ظاہر ہوا کرتی ہے، اور اس علامت کو
اولیاء میں سے عقلمند اور دانا ہی سمجھتے، یا ابدال میں سے وہ لوگ سمجھتے
ہیں، جنہیں خدا تعالےٰ کی طرف سے عقل و فہم کی تائید حاصل ہے، اور تجھے
اس کی طرف جلدی نہ کرنا چاہیئے، کیونکہ اس کے انجام کار اور نتیجہ کو
اور جو اس میں اللہ تعالےٰ کی طرف سے فتنہ یا آزمائش اور ہلاکت و
مکر و امتحان پوشیدہ ہے، اس کو تو نہیں جانتا، پس صبر کر، حتےٰ کہ
خداوند قدوس تیری ذات میں (تیرے اختیار کے بغیر) کارفرما ہو جائے
پھر جب صرف خداوند تعالےٰ کا ہی فعل رہ گیا، اور تو وہاں (جس جگہ
کا تجھے الہام ہوا ہے) پہنچا دیا گیا، اور تجھے وہاں پر آزمائش اور
بلا پیش آ گئی، تو وہاں پہنچ کر بھی اس بلا و مصیبت سے تو محفوظ رہیگا
کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے کئے پر تجھے سزا نہیں دیگا، اور سوائے اس کے
نہیں کہ عقوبت و سزا کسی چیز میں تیرے محو ہو جانے کی وجہ سے تیری
طرف راہ پائے گی +

اور اگر تو حقیقت کی حالت میں ہو اور وہ ولایت کی حالت میں ہے
(اور اولیاء اللہ کا مقام اور تقوی اور پرہیزگاری کا بلند ترین مرتبہ ہے)

تو اپنی خواہشات نفسانی کی مخالفت کر، اور امر الٰہی کی پوری پوری پیروی کر، اور امر الٰہی کی پیروی کی دو قسمیں ہیں:-

ایک قسم یہ ہے کہ دنیا سے اپنی روزی اتنی لے، جس سے تیرے نفس کا حق پورا ہو جائے، (اور تیرے بدن کی حالت درست رہے، کیونکہ اس پر کمی کرنا بھی اپنی جان پر ظلم ہے) اور نفس کے لطف اُٹھانے اور عیش و عشرت کو چھوڑ دے، اور فرائض الٰہی کو ادا کرتا رہ، اور ظاہری و باطنی گناہوں کے چھوڑنے میں لگا رہ +

اور امر الٰہی کی پیروی کی **دوسری** قسم یہ ہے کہ اس امر الٰہی کا تعلق باطن کے ساتھ ہو، اور وہ خداوند قدوس کا حکم ہوتا ہے، جس کا امر اپنے بندوں کو کرتا ہے، اور جس سے اُسے روکتا ہے، اور سوائے اس کے نہیں کہ یہ حکم ایسے مباح کاموں میں ہی ثابت ہوتا ہے، جن کے متعلق شرع شریف میں کوئی حکم وارد نہیں ہوا، اس صورت میں کہ وہ امر و نہی کی قسم سے بھی نہیں اور امر واجب کی قسم سے بھی نہیں (جیسا کہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوسری جگہ ارشاد فرمایا ہے "ہر وہ حقیقت جسے شریعت ٹھکرا دے وہ بے دینی اور الحاد و زندقہ ہے)، بلکہ وہ مہمل و بیکار سی چیز معلوم ہوتی ہے، تو بندہ کو اس کے اپنے اختیار پر چھوڑ دیا گیا ہے، کہ اپنی مرضی سے اس کام میں جس طرح چاہے دخل اندازی کرے، اسی لئے اس کا نام مباح رکھا گیا ہے، تو بندہ کو چاہئے کہ اس میں اپنی طرف سے کوئی چیز پیدا نہ کرے، بلکہ اس میں بھی امر الٰہی کا انتظار کرے، اور جب حکم مل جائے، تو اس پر عمل کرلے، پس اس وقت بندے کے تمام حرکات

وسکنات اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوتے ہیں، جس کام کا علم شرع شریف میں وارد ہے وہ شرع کے حکم کے مطابق کرتا ہے، اور جس کا حکم شرع میں نہیں، وہ باطنی امر کے ماتحت کرتا ہے، پس اُس وقت بندہ ٹھیک اہل حقیقت میں سے ثابت ہو جاتا ہے۔

(امر الٰہی کی پیروی کی ایک تیسری قسم آپ یُوں بیان فرماتے ہیں)

اور جس کام میں (شرعی حکم اور) باطنی امر نہیں بلکہ وہ محض فعل الٰہی ہے، اسے تسلیم و رضا کی حالت کہتے ہیں (اور وہ یوں ہے) اگر تو حق الحق (حالت حقیقت سے بالاتر) کی حالت میں ہو، اور وہ فنا، اور محو ہونے اور مٹ جانے کی حالت، اور ابدال علیہ السلام کی حالت ہے، جن کے دل محض اپنے مولا کے لئے (ہر ارادہ و خواہش سے) شکستہ ہو چکے ہوتے ہیں، جو سچے توحید پرست، عارف کامل، عقل سلیم و علم صحیح کے مالک، سردار، حاکم، کوتوال، خلقت کے نگہبان، خداوند رحمان کے نائب سلطنت اُس کے دوست، اس کے جاسوس و نگران، اس کے خاص دوست ہیں، پس اس تیسری ابدالی حالت میں امر الٰہی کی پیروی اس طرح پر ہے کہ تو اپنی ذات کی مخالفت اس طرح پر کرے کہ اپنی قوت اور طاقت سے بھی تو بیزار ہو جائے، اور یہ کہ تیرا دنیا و آخرت کا کوئی ارادہ کوئی خواہش اور قصد ہرگز باقی نہ رہے، پھر تو بادشاہ کا غلام ہوگا نہ کہ بادشاہی کا۔ اور حکم کا بندہ ہوگا نہ اپنی خواہش کا، جیسے بچہ دایہ کی گود میں، نہلایا ہوا مُردہ غسال کے ہاتھ میں، اور بے چین و بیہوش بیمار طبیب کے سامنے ہوتا ہے، اور یہ حالت ثالثہ امر و نہی شرعی کے علاوہ باقی سب کاموں میں ہوگی، (لیکن اوامر و نواہی میں شریعت

کی پیروی کرنا ضروری ہوگا)۔

۱۱- خواہش نکاح ظاہر ہونے کے وقت مفلسی پر صبر کرنا

اے مومن! جب تنگدستی اور غربت کی حالت میں تجھ پر نکاح کی خواہش ڈالی جائے، اور تجھ میں قوت مردمی اور جماع کی خواہش پیدا ہو اور تو نکاح کے اخراجات سے عاجز ہو۔ اور تو نے باری تعالیٰ سے اس غم کے دور کرنے اور حاجت پوری کرنے کا انتظار کرتے ہوئے اُس پر صبر کیا، یا اُس کی اس قدرت کاملہ کے ساتھ جس کے ذریعہ اُس نے تجھ پر وہ خواہش ڈالی اور تجھ میں پیدا کی ہے، تجھ سے اس خواہش کے اکھیڑنے اور دور کرنے کے انتظار پر تو نے صبر کیا، تو وہ باریتعالےٰ تیری مدد کریگا، اور نکاح کے اخراجات اٹھانے سے بھی تجھے محفوظ رکھے گا، اور خاص بخشش اور احسان کے طور پر تیری طرف وہ خواہش نکاح پہنچا دیگا، (اور رب تجھے بہتر اور مناسب بیوی مل جائیگی)، اور تجھے ہر طرف سے میارک یا دیلے گی، اور تم دونوں میاں بیوی کی ضروریات زندگی بھی پوری ہوتی رہیں گی، بغیر اس کے کہ دنیا میں تم پر کوئی بوجھ پڑے، اور عاقبت میں کوئی سرزنش ہو، اور تیرا نام اللہ تعالےٰ صابر و شاکر پکاریں گے، اس لئے کہ تو نے اس سے صبر کیا، اور اس کی تقسیم پر راضی رہا، پھر اللہ تعالےٰ تیری عصمت اور اطاعت کی قوت اور زیادہ کر دینگے

پھر اگر وہ خواہش نکاح تیری قسمت میں لکھی ہے، تو خداوند تعالیٰ

تیری طرف وہ ایسی حالت میں پہنچا دے گا، کہ جس سے تجھے مبارکبادی اور پوری آسانی ہو، اور صبر شکر کے ساتھ بدل جائیگا۔ اور اللہ تعالیٰ نے شکر کرنے والوں کے ساتھ مہربانی اور بخشش کی فراوانی کا وعدہ فرمایا ہے، فرماتا ہے لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ وَلَئِنْ کَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ۔ اگر تم نے شکر کیا تو میں ضرور تم کو وہ نعمت زیادہ دونگا، اور اگر تم نے کفران نعمت کیا تو میرا عذاب سخت ہے ؛

اور اگر وہ خواہش نکاح تیری قسمت میں نہیں ہے، تو دل سے اس خواہش کو نکال کر اس سے بے نیاز ہو جانا چاہیئے چاہیے نفس کی خواہش ہو یا نہ ہو، پس صبر اختیار کر اور نفسانی خواہش کی مخالفت کر، اور شریعت کے حکم کو گردن کا طوق بنالے، اور قضا پر راضی ہو جا اور اس پر خداوند تعالیٰ کے فضل اور بخشش کا امیدوار رہ، اور بیشک اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَھُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ "سوائے اس کے نہیں کہ صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بے شمار و بے حساب دیا جائیگا" ؛

۱۲- دولتمند کو نصیحت

اے مومن! جب اللہ تبارک تعالےٰ تجھے مال عطا فرمائے، اور تو اس کی بندگی چھوڑ کر مال کی دھن میں لگ جائے، تو اللہ تعالےٰ کی محبت کی وجہ سے دنیا و آخرت میں تجھے اپنی رحمت اور قرب سے

باز رکھے گا، اور چھپا دے گا، اور تیری حالت کو بدل دیگا، اور تجھے سزا دینے کے لئے محتاج و مفلس کر دیگا، اس لئے کہ تو انعام دینے والے کو چھوڑ کر انعام کے خیال میں لگ گیا ہے ‡

اور اگر تو اُس عطا شدہ مال کا خیال چھوڑ کر اُس کی بندگی اور اطاعت میں لگ گیا، تو خداوند تعالےٰ وہ مال تیرے لئے بخشش اور عطیہ بنا دیگا، اور اس سے ایک دانہ بھی کم نہیں کریگا، مال تیرا نوکر اور تو مولائے کریم کا خادم بن جائیگا، پھر تو دنیا میں ناز و نعمت کی زندگی بسر کریگا، اور آخرت میں بہشت بریں کے اندر صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ معزز اور خوش حال رہے گا ‡

۱۳- قضاء و قدر الٰہی کو تسلیم کرنا

اے سالک! ناز و نعمت حاصل کرنے اور مصیبتوں اور تکلیفوں کے دور کرنے کو پسند و اختیار مت کر، کیونکہ آرام و آسائش اور نعمتیں اگر تیری قسمت میں ہیں، تو تجھے ملنے والی ہیں، اُن کو خواہش سے تو حاصل کرے یا نہ کرے: اسی طرح مصیبت بھی اگر تیری قسمت میں لکھی ہے، اور تجھ پر اُس کے آنے کا حکم ہو چکا ہے، تو تجھ پر وارد ہونے والی ہے، اگر تو اُسے ناپسند کرے، یا دعا کے ذریعہ اُسے دفع کرے، یا صبر کرے اور زور کے ساتھ خدا تعالےٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے جلدی کرے، ہر حال میں برابر ہے، بلکہ تمام کاموں میں آرام ہو یا تکلیف، تقدیر الٰہی کو تسلیم کرلے، اور اُس کے آگے گردن جھکا دے، تاکہ تیری ذات میں

باری تعالیٰ اپنا فعل اور کام کرے۔

پھر اگر تجھے نعمتیں اور آرام و آسائش نصیب ہو، تو شکر کرنے میں مصروف ہو جا، اور اگر مصیبتیں ہوں تو اپنے عطا شدہ حالات کے اندازہ کے مطابق (نفس و طبیعت کے مخالف ہونے کی صورت میں) مجبوراً یا غیر مجبوری صبر اختیار کر، یا (نفس کے سرکش نہ رہنے اور مطیع ہونے کی صورت میں) اُس مصیبت کے ساتھ موافقت، رضا و خوشنودی اختیار کر، یا (مولائے کریم کی محبت کے غلبہ کی صورت میں) اس مصیبت سے لذت اور مزا حاصل کرنے والا بن، یا (ذات الٰہی کے انوار کی تجلی کی صورت میں) اس مصیبت میں فانی اور کالعدم ہو جا، اور ان حالات میں تو ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچایا جائے، اور خداوند تعالیٰ کے اس راستہ میں جس کی فرمانبرداری، پیروی اور دوستی کا تجھے حکم کیا گیا ہے، مقامات قرب الٰہی کی تجھے سیر کرائی جائے، تاکہ تو رفیق اعلیٰ (خدا تعالیٰ یا انبیاء و ملاء اعلیٰ) کے ساتھ مل جائے، پس اس وقت تو ان لوگوں کے مقام پر کھڑا کیا جائیگا، جو صدیق، شہید اور صالحین میں سے پہلے گذر چکے ہیں، اور اس مقام سے میری مراد قرب الٰہی کا ارفع و اعلیٰ مقام ہے، کہ اس سے اوپر کوئی مقام نہیں، تاکہ ان لوگوں کے مقام کا معائنہ کرے اور دیکھ لے، جو بادشاہ اعظم جل سلطانہ، تک تجھ سے پہلے پہنچ چکے ہیں اور اس کے قریب ہو گئے ہیں، اور اس کے پاس انہوں نے ہر عجیب و تازہ نعمت، پُر راحت، خوشی، امن، بزرگی اور طرح طرح کی نعمتیں حاصل کر لی ہیں۔

بلاؤ مصیبت کو چھوڑ دے کہ وہ تیری زیارت کرے، اور اس کے رستہ سے ہٹ جا، اور اپنی دعائیں لے کر اس کے سامنے مت کھڑا ہو،

اور بلا کے آنے اور قریب ہونے سے بے صبر مت ہو، کیونکہ اُس کی آگ
دوزخ کی آگ سے زیادہ بھڑکنے والی اور زیادہ بڑی نہیں، اور اس
حدیث شریف میں ثابت ہو گیا ہے، جو تمام مخلوق سے بہتر بن ہستی
اور ان لوگوں سے بہتر بن انسان جنہیں زمین نے اٹھایا، اور آسمان
نے اُن پر سایہ کیا، یعنی حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے
روایت کی گئی ہے۔ "بیشک دوزخ کی آگ مومن کو کہتی ہے، اے
مومن! جلدی سے گذر جا۔ کہ تیرے نورِ ایمان نے میرے شعلے کو
ٹھنڈا کر دیا ہے"۔ تو مومن کا وہ نور جو دوزخ میں آگ کی بھڑک
اور شعلے کو بجھا دے، سوائے اس کے نہیں کہ وہ نور دنیا میں اس کے
ساتھ رہا اور اُس نور کے ذریعہ خداوند تعالیٰ کے فرمانبردار اور
بے فرمان میں تمیز ہو گئی، تو یہ نور بلا و مصیبت کی بھڑک کو بھی ٹھنڈا
کر دیگا؛ اور تیرے صبر اور اپنے مولا کے حکم کی موافقت کی ٹھنڈک
اس بلا و مصیبت سے تجھ پر آئی ہوئی جلن اور سوزش کو فنا کر دیگی،
پس مصیبت تجھ پر اس لئے نہیں آتی کہ تجھے ہلاک کر دے، اور لیکن
اس لئے آتی ہے کہ تیری آزمائش کرے، اور تیرے ایمان کی
درستی کی تحقیق کرے، اور تیرے یقین کی بنیاد کو مضبوط کرے،
اور اُس مصیبت کا باطن اور حقیقت تیرے مالک کی طرف سے
خوشخبری دے، کہ وہ تیرے صبر کی وجہ سے تجھ پر فخر کرتا ہے،
اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے، وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ
مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ وَنَبْلُوَا اَخْبَارَكُمْ "اور ہم تمہیں ضرور بلا
و مصیبت میں پھنسا دیتے ہیں تاکہ تم میں سے جہاد کرنے والوں اور صبر

کرنے والوں کو جان لیں، اور تمہارے اعمال کی خبروں کی بھی آزمائش کر لیں۔

پھر جب حق تعالیٰ کے ساتھ تیرا ایمان ثابت ہو جائے، اور تو اس کے فعل اور کام میں اپنے پورے یقین سے اس کے ساتھ موافقت کرلے، اور یہ سب کچھ اسی کے فضل و احسان سے ہے، تو اس وقت ہمیشہ صبر کرنے والا، اس کی تقدیر کے ساتھ موافقت کرنے، اور اس کے احکام کو ماننے والا بنا رہ، اور اپنے حق میں اور نہ اپنے سوائے کسی دوسرے شخص کے حق میں کوئی ایسا نیا کام (یعنی بدعت) پیدا مت کر جو شریعت کے امر و نہی سے خارج ہو، تو جب (کسی کام کے متعلق) اس کا حکم پایا جائے، تو اسے سن اور (فرمانبرداری کے لئے) دوڑ اور جلدی کر، اور اپنی ہمت دکھا، اور حرکت میں آ، اور آرام و سستی نہ کر، اور محض خدا تعالیٰ کی تقدیر اور فعل کو تسلیم کرنے والا ہی نہ بن، بلکہ اپنی ہمت اور کوشش کو پورا پورا خرچ کر، تاکہ تو حکم الٰہی کو اچھی طرح ادا کرے۔

پھر اگر تو احکام الٰہی کی پوری فرمانبرداری سے عاجز ہو جائے، تو اپنے مولائے قدوس کی پناہ لے، اور التجا کر، اور عاجزی اور گریہ زاری کر، اور اپنے قصور کا عذر پیش کر، اور اس کے حکم کی بجا آوری سے اپنی عاجزی، اور اس کی فرمانبرداری کا شرف حاصل کرنے سے اپنی رکاوٹ کے سبب کی تحقیق و تفتیش کر، شاید یہ عاجزی اور رکاوٹ تیرے (کسی مقام پر پہنچنے کے) دعووں کی شامت سے ہو، اور اس کی فرمانبرداری میں تیری بے ادبی، تیری حماقت اور

سُستی کی وجہ سے، اور اپنی قوت اور ہمّت پر تیرے بھروسہ کی وجہ سے، اور اپنے عمل و کام میں خود بینی کے سبب سے، اور اس کی ذات کے ساتھ اپنے آپ کو اور خلقت کو شریک کر دینے کی وجہ سے ہو +

اور ان قصوروں کے سبب سے اس نے تجھے اپنے دروازہ سے دھکیل دیا ہو، اور اپنی خدمت و فرمانبرداری سے تجھے معزول اور بیکار کر دیا ہو، اور تجھ سے اپنی مدد اور توفیق دُور کر دی ہو، اور تجھ سے اپنا معزز منہ پھیر لیا ہو، اور تجھ کو دشمن جان لیا ہو، اور تجھے بے مدد چھوڑ دیا ہو، اور تجھے بلا و مصیبت میں یعنی تیری دنیا، تیرے لالچ، تیرے ارادہ اور تیری خواہشات میں گرفتار کر دیا ہو، کیا تو نہیں جانتا، کہ یہ سب کچھ تجھے مولائے کریم سے باز رکھنے والا، اور اُس ذات اقدس کی نظر عنایت سے گرا دینے والا ہے جس نے تجھے پیدا کیا، اور تیری پرورش کی، اور تجھے مال و نعمت عطا فرمایا، اور تجھے اعمال کی جزا کے طور پر بھی تجھے نعمتیں بخشیں اور اپنی طرف سے بھی نعمتیں عطا فرمائیں، ڈر اور بچ جا، تا کہ اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی دوسرا تجھ کو اپنے مولائے کریم سے غافل نہ کر دے، کیونکہ تیرے مالک حقیقی کے بغیر جو کوئی بھی ہے وہ اُس کا غیر ہے، پس اُس کے غیر کو پسند مت کر، کیونکہ اُس نے تجھے اپنے لئے (اور اپنی بندگی کے لئے) پیدا کیا ہے، اور اپنی جان پر اس طرح ظلم نہ کر کہ تو اس کے حکم سے منہ موڑ کر اُس کے غیر کے ساتھ مشغول ہو جائے، اور وہ تجھے اس آگ میں جھونک دے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں، پھر تو شرمندہ ہو گا، اور شرمساری تجھے

کوئی نفع نہ دے گی، اور عذر اور بہانے کریگا۔ اور تیرا کوئی عذر قبول نہ ہوگا، اور تو فریاد کریگا، اور تیری فریادرسی نہ کی جائے گی۔ اور تو راضی اور خوش ہونا چاہے گا اور تو راضی نہ کیا جائے گا، اور تو اپنی بداعمالیوں کے تدارک اور نیک کام کرنے کے لئے دنیا میں واپس جانا چاہے گا اور تو واپس دنیا میں نہ بھیجا جائے گا +

اپنی جان پر رحم کر اور اُس پر مہربان ہوجا، اور عقل، ایمان، معرفت اور علم کے اُن ہتھیاروں اور آلات کو کام میں لا، جو تجھے اپنے مولا کی بندگی کے لئے دئے گئے ہیں، اور اُن کے نور کے ذریعے تقدیر کے حوادثات کے اندھیروں میں روشنی طلب کر، اور خداتعالےٰ کے امر و نہی کو مضبوط پکڑ لے، اور انہی کے ساتھ اپنے مولا کے رستوں میں چل، اور ان دونوں کے سوا باقی سب کچھ اس ذات کے سپرد کر دے جس نے پیدا کیا ہے اور تجھے نئے سر سے پیدا کیا ہے، اور اس ذات کے ساتھ تکبر مت کر جس نے تجھے مٹی سے پیدا کر کے تیری پرورش کی، پھر تجھ کو نطفہ سے پیدا کیا، پھر تجھے صحیح و سالم انسان بنادیا، اور تو اس کے امر کے بغیر کسی چیز کی خواہش مت رکھ، اور اُس کی نہی کے بغیر کسی چیز کو ناپسند مت کر، دنیا و آخرت میں اسی خواہش پر قناعت کر، اور دنیا و آخرت میں اسی مکروہ اور ناپسندیدہ چیز سے نفرت کر، کیونکہ ہر ایک خواہش اسی خواہش کے تابع ہے، اور ہر ناپسندیدہ چیز اسی مکروہ چیز کے تابع، جب تو اس کا فرمانبردار رہوگا تو جہاں بھی تو ہوگا اور کھڑا ہوگا، سب کائنات تیری فرمانبردار ہوگی، اور جب تو اُس کی منہیات کو ناپسند کریگا، تو تمام مکروہات اور دکھ دینے والی

چیزیں تجھ سے بھاگ جائیں گی ۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی بعض کتابوں میں فرمایا ہے "اے آدم کے بیٹے! میں خدا ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، میں کسی چیز کو کہتا ہوں کہ ہو جا، تو وہ ہو جاتی ہے، میری فرمانبرداری کر تو میں تجھے ایسا بنا دونگا، کہ تو بھی کسی چیز کو کہے گا کہ ہو جا، تو وہ ہو جائے گی۔"
اور خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ "اے دُنیا! جو میری خدمت کرتا ہے تو اُس کی خدمت کر، اور جو شخص تیری خدمت کرے، اُس کو اپنی خدمت میں جکڑ کر رنج و تکلیف میں پھنسائے رکھ" ۔

پھر جب (کسی کام کے متعلق) خدا تعالیٰ کی نہی اور ممانعت آجائے تو ایسا ہو جا۔ کہ گویا تیرے اعضا اور بدن کے جوڑ ڈھیلے پڑ گئے ہیں تیرے حواس کند ہو گئے ہیں، تیرا دل سُست، تیرا سینہ تنگ اور تیرا جسم مردہ ہو گیا ہے، تیری تمام خواہشات مٹ چکی ہیں، تیری تمام انسانی عادتیں ناپید ہو گئی ہیں، اور طبیعت کے نشانات تک مٹ چکے ہیں، ہر خواہش کا اثر بھول چکا ہے، تیرے گھر کے صحن میں اندھیرا چھا گیا ہے، اس کی بنیادیں گر پڑی ہیں، گھر خالی ہو گیا ہے، چھت گر پڑی ہے، نہ تجھ میں کوئی حس و حرکت باقی رہی ہے، اور نہ اُس کا نشان، پھر تیرے کان ایسے ہو جانے چاہئیں کہ گویا وہ بہرے ہیں، اور اسی بہرہ پن پردہ پیدا کئے گئے ہیں، اور تیری آنکھ ایسی ہونا چاہئے کہ گویا اس پر پٹی بندھی ہے اور وہ دکھتی ہے، اور مادر زاد اندھی پیدا کی گئی ہے، اور تیرے ہونٹ ایسے ہونے چاہئیں کہ گویا اُن پر زخم اور پھنسیاں ہیں، اور تیری زبان ایسی ہونی چاہئے کہ گویا وہ

گونگی اور کند ہے، اور تیرے دانت ایسے ہونے چاہئیں، کہ گویا اُن میں ٹیسیں، درد اور پراگندگی و خرابی ہے، اور تیرے ہاتھ ایسے ہونے چاہئیں کہ گویا وہ لنجے ہیں اور پکڑ نہیں سکتے، اور تیرے پاؤں ایسے ہونے چاہئیں کہ گویا اُن میں اضطراب، کپکپی اور زخم ہیں، اور تیری شرمگاہ ایسی ہونی چاہئے کہ گویا اُسے سستی ہو گئی ہے، اور اس کام کے بغیر کسی دوسرے کام میں لگی ہوئی ہے، اور تیرا پیٹ ایسا ہونا چاہئے کہ گویا وہ بھرا ہوا اور رجا ہوا ہے اور کھانے کی اُسے ضرورت نہیں، اور تیری عقل ایسی ہونی چاہئے کہ گویا وہ پاگل اور بے وقوف ہے، اور تیرا جسم ایسا ہونا چاہئے کہ گویا وہ مُردہ ہے اور اُسے قبر کی طرف لے جا رہے ہیں؛

پس خداوند تعالےٰ کے حکم و اوامر کی طرف کان لگانا اور دوڑنا چاہئے، اور اُس کے منہیات میں کوتاہی کرنا، سُست ہونا اور بیٹھ رہنا چاہئے، اور اپنے آپ کو تقدیر کے حکم میں فانی، معدوم اور مردہ سمجھنا چاہئے،

پس اے سالک! یہی شربت پی اور اسی دوا کے ساتھ اپنا علاج کر، اور اسی غذا کے ساتھ اپنی پرورش کر، یہ سب چیزیں تیرے موافق آئیں گی، اور گناہوں کے امراض اور خواہشات کی بیماریوں سے تجھے صحت و شفا عطا کی جائے گی؛

۱۴- دُنیا کے حریص کو اولیاء اللہ کی حالت کا دعوے اور خواہش نہ کرنا چاہیئے

اے لالچی انسان! (اولیائے کرام و بزرگان عظام کی) قوم کی حالت کا دعوے اور خواہش مت کر، (کیونکہ) تو خواہش نفسانی کی بندگی اور غلامی کرتا ہے اور وہ اپنے مولا کے غلام ہیں، تیری رغبت دنیا میں ہے، اور اس قوم کی رغبت عقبیٰ و آخرت میں، تو دنیا پر نظر رکھتا ہے اور وہ زمین و آسمان کے پروردگار کو دیکھتے ہیں، تیری محبت خلقت کے ساتھ ہے، اور اُس قوم کی محبت حق تعالیٰ کے ساتھ، تیرا دل زمین میں رہنے والوں کے ساتھ وابستہ ہے، اور اس قوم کے دل ربّ العرش کے ساتھ، جسے تو دیکھتا ہے، وہ تیرے دل کا شکار کر لیتا ہے اور اور جسے تو دیکھتا ہے اُسے وہ نہیں دیکھتے بلکہ ہر چیز کے پیدا کرنیوالے کو (دل کی بینائی سے) دیکھتے ہیں، حالانکہ وہ خالق (بدن کی آنکھوں کے ساتھ) کسی کو نظر نہیں آتا، وہ قوم کامیاب ہو گئی ہے، اور انہیں نجات حاصل ہو چکی ہے، اور تو دنیا میں سے جس چیز کی خواہش اور لالچ رکھتا ہے، اُسی کے ساتھ جکڑا گیا ہے ؛

اور یہ قوم خلقت، لالچ، ارادہ اور خواہش نفسانی سے فانی ہو گئی، اور اعلےٰ بادشاہ کے ساتھ ان کا وصال ہو گیا (اور اللہ تعالےٰ کے بہت قریب ہو گئے) تو اُس ذات باری تعالیٰ نے اُن کو اس چیز پر جو اُن سے چاہتا ہے، یعنی اپنی حمد و ثنا و عبادت پر واقف کر دیا

ہے، یہ اللہ تعالٰے کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے، پس خدا تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق و آسانی کے ساتھ اُنہوں نے حمد و ثنا و عبادت کو اپنے اوپر لازم کر لیا، اور ہمیشہ اس میں تکلیف و مشقت کے بغیر مصروف ہو گئے، اور خدا تعالٰے کی عبادت اُن کے لئے روح و غذا بن گئی، اور اس وجہ سے دُنیا اُن کے حق میں ایک نعمت و سرور ہو گئی، تو گویا دنیا بھی اُن کے لئے بہشت ہے، کیونکہ دنیا کی تمام چیزوں میں سے کسی چیز کی طرف نہیں دیکھتے جب تک کہ اُس چیز کو دیکھنے سے پہلے اُس ذات باری تعالٰے کے فعل کو نہ دیکھ لیں، جس نے اُس چیز کو پیدا کیا، اور نئے سرے سے پیدا کیا، پس اس قوم کے ذریعہ سے زمین و آسمان قائم ہیں، اور یہ زندوں اور مُردوں کا آرام ہے، کیونکہ اُن کے مالک و پادشاہ نے انہیں بچھی ہوئی زمین کے لئے میخیں بنایا ہے، پس اس قوم کا ہر ایک شخص مضبوط پہاڑ کی طرح کھڑا ہے ۞

پس تو اُن کے رستہ سے ہٹ جا اور اُن کے حالات کا دعوے مت کر، اور اُس شخص کی برابری مت کر اور اُسے مت ستا، جسے باپ اور بیٹوں نے بھی خداوند تعالٰے کی طلب سے نہیں روکا، اور وہ سب لوگوں سے بہتر ہیں، جنہیں میرے پروردگار نے پیدا کیا اور زمین پر پھیلایا، اور منتشر کیا ہے، جب تک زمین و آسمان قائم ہیں، اللہ تعالٰے کا سلام و تحیۃ اور برکتیں اُن پر نازل ہوتی رہیں ۞ آمین ۞

۱۵- خواب میں آپؒ کا انقطاع الی اللہ کی تعلیم دینا

مَیں نے خواب میں دیکھا کہ جیسے مسجد کی مانند کسی جگہ میں ہوں، اور اُس میں ایسا گروہ ہے، جو دنیا سے الگ ہو کر خدا تعالیٰ سے واصل ہے، مَیں نے کہا کہ اگر اس قوم کے لئے فلاں شخص ہو، جو اُن کو ادب سکھلائے اور ہدایت کرے (تو کیا ہی اچھا ہو) اور عالجین میں سے ایک شخص کی طرف میں نے اشارہ کیا، پھر کیا تھا، وہ سارے میرے گرد جمع ہو گئے، اور ان میں سے ایک شخص نے کہا، تیری اپنی کیا شان ہے، اور تو خود کیوں (ادب و ہدایت کی) بات نہیں کہتا؟ مَیں نے کہا، اگر تم اس کام کے لئے مجھے پسند کرو (تو ہو سکتا ہے)، پھر مَیں نے کہا کہ جب تم خلقت سے منقطع ہو کر حق تعالیٰ کی طرف آ گئے، تو اپنی زبان کے ساتھ ان لوگوں سے کچھ نہ مانگو، پھر جب تم نے زبان سے مانگنا چھوڑ دیا۔ تو اپنے دل کے ساتھ بھی اُن سے کچھ نہ مانگو، کیونکہ دل سے مانگنا اور زبان سے مانگنا دونوں برابر ہیں، پھر اچھی طرح سمجھ لو، کہ اللہ تعالےٰ ہر روز ایک شان میں ہوتا ہے، خلقت کے حالات بدلتا رہتا ہے، (کسی کو لے جاتا ہے اور اسکی بجائے دوسرے کو لے آتا ہے)، کسی کو بلند کرتا ہے، کسی کو پست کر دیتا ہے، ایک گروہ کو علیین یعنی بلند مقام پر بلند کرتا ہے، اور ایک گروہ کو اسفل السافلین یعنی نیچے سے نیچی جگہ گرا دیتا ہے۔ اور اُن لوگوں کو جنہیں علیین تک بلند کیا تھا، ڈراتا ہے کہ

انہیں نیچے سے نیچی جگہ میں گرا دیگا، اور انہیں امید دلاتا ہے کہ بلندی کی جس حالت میں ہیں اُسی حالت پر اُن کو قائم اور محفوظ رکھے گا، اور جنہیں اسفل السافلین میں گرایا تھا، اُن لوگوں کو خوف دلاتا ہے، کہ وہ پستی کی جس حالت میں ہیں، اسی پر اُن کو ہمیشہ قائم رکھے گا، اور انہیں امید دلاتا ہے کہ انہیں علیین کی طرف بلند کر دیگا، پھر میں جاگ اُٹھا۔

۱۶ خلقت اور اسباب پر بھروسہ کرنے کی ممانعت

اے سالک! تو اللہ تعالےٰ کے فضل اور بلا واسطہ اس کی نعمتوں کے پہنچنے سے محروم نہیں ہوا، مگر صرف اس لئے کہ تیرا بھروسہ، خلقت، اسباب، پیشوں اور کسبوں پر ہے، پس خلقت مسنون طریقہ پر یعنی کسب کے ذریعہ کھانے سے تیرے لئے پردہ (اور محرومی کا سبب) ہے، جب تک تو خلقت کے ساتھ کھڑا ہے، یعنی اُن کے عطیات اور زیادہ بخششوں کا اُمیدوار ہے، اور اُن سے مانگنے والا، اور اُن کے دروازوں پر گشت لگانے والا ہے، تب تک اللہ تعالےٰ کے ساتھ اُس کی خلقت کو شریک کرنے والا ہے، تو اللہ تعالےٰ اس مسنون طریقہ پر کھانے سے محروم رہنے کے باعث تجھے سزا دیگا، جو دنیا کی حلال چیزوں کو کمائی سے حاصل کرنا ہے۔

لہ الایمان بین الخوف والرجاء قطعہ

امن مشو کہ مرکب مردان راہ را　　در سنگلاخ بادیہ پے ہا بریدہ اند
نومید ہم مباش کہ رندان بادہ خوار　　ناگاہ بیک خروش بمنزل رسیدہ اند

پھر جب تو نے خلقت کے ساتھ کھڑا ہونے اور اُن پر بھروسہ کرنے سے اور اپنے پروردگار کے ساتھ ان کو شریک کر دینے سے توبہ کرلی، اور کسب کی طرف توجہ کرلی (اور کسب شروع کر دیا)، پھر تو اپنی کمائی اور کسب کے ذریعہ سے کھائے اور کسب پر بھروسہ رکھے، اور اسی کی طرف اطمینان پائے، اور اپنے پروردگار کے فضل و رحمت کو فراموش کر دے، تو پھر بھی تو مشرک ہے، مگر یہ شرک پہلے شرک سے بہت ہلکا ہے۔ تو اس شرک پر بھی اللہ تعالےٰ تجھے سزا دیگا اور اپنے فضل سے اور اُس کو ابتداءً بلاواسطہ عطا کرنے سے تجھے محروم کر دیگا ٭

پھر جب تو نے اس سے بھی توبہ کرلی، اور شرک کو درمیان سے نکالدیا، اور اپنی کمائی، قوت اور طاقت پر بھروسہ کرنا دُور کر دیا، اور دیکھ لیا اور جان لیا کہ اللہ تعالےٰ ہی رازق، کارساز، آسانی دینے والا، کسب کمائی کی طاقت بخشنے والا، اور ہر ایک نیکی کی توفیق دینے والا ہے، اور رزق اُسی کے ہاتھ میں ہے، کبھی وہ ابتلاء و آزمائش کی حالت میں یا تیرے نفس کی ریاضت، درستی اور تنبیہ کی حالت میں یا اُسی سے سوال کرنے کی حالت میں خلقت کے ذریعہ سے تجھے رزق پہنچاتا ہے، اور کبھی کمائی و کسب کے ذریعہ سے مزدوری اور معاوضہ کے طور پر روزی عطا کرتا ہے، اور کبھی تیری روزی کا کوئی وسیلہ و ذریعہ اور سبب ڈھونڈے بغیر بلاواسطہ محض اپنے فضل کرم سے روزی عطا کرتا ہے، پس تو اُس مولا کی طرف واپس لوٹ آیا، اور تو نے اپنے آپ کو اُس کے سامنے

پھینک دیا۔ تو اللہ تعالےٰ اُس پردے کو جو تیرے اور اُس کے فضل و کرم کے درمیان حائل ہے، دُور کر دیتا ہے، اور ہر حاجت کے وقت تیرے حال کے مناسب اندازہ پر محض اپنے فضل و کرم سے تیرے ساتھ ابتدا کرتا اور تجھے روزی دیتا ہے، جیسا کہ مہربان، رفیق اور دوست حکیم بیمار کے لئے کرتا ہے، اور (خداوند تعالےٰ کا اپنے فضل و کرم سے بلا واسطہ تجھے روزی عطا کرنا، اُس کی حمایت اور نگہبانی کی وجہ سے اور تجھے اپنے غیر کی طرف جھکنے سے بچانے کے لئے ہوتا ہے، اور وہ تجھے اپنے فضل سے راضی اور خوش کر دیتا ہے۔

پھر جب تیرے دل سے ہر ارادہ، ہر خواہش، ہر مطلب اور ہر پیاری چیز ٹوٹ جائے، اور تیرے دل میں خداوند قدوس کے ارادہ کے سوا کچھ باقی نہ رہے، تو خداوند تعالےٰ چاہتا ہے کہ تیری طرف تیرا وہ نصیبہ پہنچا دے جس کے حاصل کئے بغیر تیرا کوئی چارہ نہیں، اور وہ تیرے سوا اُس کی خلقت میں سے کسی کا نصیبہ نہیں، تو اس نصیبہ کی خواہش تجھ میں پیدا کر دیتا ہے، اور اس کو تیری طرف روانہ کرتا ہے، اور وہ روزی حاجت کے وقت تجھے پہنچاتا رہتا ہے، پھر تجھے اس کے شکر کی توفیق دیتا ہے، اور تجھے جتلا دیتا ہے، کہ وہ روزی اُسی کی طرف سے ہے، اور وہی تیری طرف اُس کا چلانے والا، اور اُس کا عطا کرنے والا ہے، پھر تو اس وقت اس کا شکر ادا کرتا ہے، اور جان لیتا اور پہچان لیتا ہے، پھر خلقت سے تیری علیحدگی کو، اور کائنات سے تیری دُوری کو اور

اپنے غیر سے تیرا باطن خالی ہونے کو اور زیادہ کر دیتا ہے ❖

پھر جب تیرا علم و یقین، تیرے دل کی کشادگی اور تیرے دل کا نور قوی ہو گیا، اور اپنے مولا سے تیرا قرب اور اس کے نزدیک تیرا مرتبہ اور اس کے سامنے تیری امانت و دیانت اور بھیدوں کی حفاظت پر تیری قابلیت زیادہ ہو گئی، تو تجھے وقت آنے سے پہلے پتہ دے دیا جاتا ہے کہ تیرا حصہ تجھے کب ملیگا؟ یہ خداوند تعالے کے فضل، احسان اور ہدایت سے تیری عزت کرنے کے لیئے اور تیری حرمت کو زیادہ بزرگ کرنے کے لیئے ہوتا ہے ❖

اللہ تبارک و تعالے نے فرمایا ہے، وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ، "ہم نے بنی اسرائیل میں سے دین کے امام و پیشوا بنائے جو ہمارے حکم کے ساتھ رہنمائی کرتے ہیں، جب انہوں نے (صراط مستقیم پر چلتے ہوئے رستہ میں آنے والی مصیبتوں پر) صبر کیا، اور ہماری آیات پر وہ یقین رکھتے تھے"، اور اللہ تعالے نے فرمایا ہے، وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا، "اور جنہوں نے ہمارے دین و معرفت کو حاصل کرنے میں کوشش کی اور اپنے نفس کے ساتھ جہاد کیا، تو ہم ضرور انہیں اپنی راہیں دکھا دیتے ہیں"

اور خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے، وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ، "اور اللہ تعالے سے ڈرو اور اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے احکام سکھاتا ہے اور ان کی تعلیم دیتا ہے ❖

پھر ایسی کھلی اجازت کے ساتھ جس پر کوئی گرد و غبار نہیں ہوتا،

اور روشن سورج کی طرح چمکنے والی دلیلوں کے ساتھ اور ہر مزیدار چیز سے زیادہ لذیذ کلام کے ساتھ، اور ایسے سچے الہام کے ساتھ، جس میں کوئی شبہ نہیں ہوتا اور نفسانی خیالات اور شیطان لعین کے وسوسوں سے پاک و صاف ہوتا ہے، تکوین یعنی کائنات کی پیدائش (اور اس میں تصرف) تیری طرف لوٹا دی جاتی ہے (اور تیرے سپرد کر دی جاتی ہے)، (جیسا کہ) اللہ تبارک و تعالےٰ نے اپنی بعض کتابوں میں فرمایا ہے "اے آدم کے بیٹے! میں اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، میں کسی چیز کو کہتا ہوں کہ ہو جا، تو وہ ہو جاتی ہے، میری فرمانبرداری کر، میں تجھے ایسا بنا دونگا کہ تو بھی کسی چیز کو کہے گا کہ ہو جا، تو وہ ہو جائے گی"۔ اور خداوند قدوس نے بنی آدم میں سے بہت سے نبیوں، ولیوں اور خاص آدمیوں کے ساتھ ایسا کیا ہے۔

۱۷۔ اللہ تعالےٰ تک پہنچنے کی حقیقت

اے سالک! جب تو خدا تعالےٰ تک پہنچ گیا، اور اس کی توفیق و تقریب سے تو اس کے قریب کر دیا گیا، اور خدا تعالیٰ تک پہنچنے کے یہ معنے ہیں، کہ تو خلقت، ہوا، ارادہ اور خواہش سے نکل جائے، اور خدا تعالےٰ کے فعل اور ارادہ پر تو ثابت قدم ہو جائے، بغیر اس کے کہ تجھ سے کوئی حرکت و جنبش پائی جائے، اور جس میں نہ تیری تدبیر کا کوئی دخل ہو اور نہ ہی تیری ذات کے ساتھ خلقت کا کوئی تعلق ہو، بلکہ (جو حرکت اور تدبیر تو کرے) اسی خداوند تعالیٰ کے حکم و فعل

اور امر کے ساتھ ہو، پس یہی فنا کی حالت ہے، جس کو وصول الی اللہ (یعنی خدا تعالےٰ تک پہنچنا) سے تعبیر کیا گیا ہے، تو خدا تعالےٰ تک پہنچنا اس کی خلقت میں سے کسی شخص تک پہنچنے کی طرح جانا بوجھا ہوا نہیں، (کیونکہ) اُس کی مانند کوئی چیز نہیں، اور وہ سننے والا دیکھنے والا ہے، وہ خالق اس بات سے پاک و برتر ہے کہ مخلوقات کے ساتھ اُس کی تشبیہ دی جاسکے، یا اُس کی بنائی ہوئی چیزوں پر اس کا قیاس کیا جاسکے، اُس تک پہنچنا، اُس کی پہچان کرا دینے کے ذریعہ سے پہنچنے والوں کو معلوم ہے۔

ہر ایک ولی اصل مرتبہ قرب میں جدا ہے، اور اللہ تعالےٰ اس مرتبہ میں اپنے لیے کسی دوسرے کو اس کا شریک نہیں کرتا، اُس کے رسولوں، نبیوں اور ولیوں میں سے ہر ایک کے ساتھ اُس کا علیحدہ بھید اس طرح پر ہوتا ہے، کہ اُس کے سوا کوئی بھی اس بھید پر اطلاع نہیں پاتا، یہاں تک کہ مرید کے لئے کوئی ایسا راز ہوتا ہے، جس کی اُس کے پیر کو بھی خبر نہیں ہوتی، اور (اسی طرح) پیر کا بھید ہوتا ہے، جس کا پتہ اُس مرید کو بھی نہیں ہوتا، جس کا سیر و سلوک اُس پیر کے دروازہ کے آستانہ تک پہنچ چکا ہو، (اور وہ اپنے پیر کی حالت اور مرتبہ پر پہنچ گیا ہو) پس جب مرید اپنے پیر کی حالت اور مرتبہ کو پہنچ گیا، تو پیر سے اُسے جدا کر دیا جاتا اور علیحدہ کر دیا جاتا ہے، پس پیر دودھ پلانے والی دایہ کی طرح ہو جاتا ہے، (اور مرید دودھ پیتا بچہ) کہ دو سال کے بعد دودھ پلانے کی ضرورت نہیں رہتی، اسی طرح ارادہ اور خواہش کے مٹ جانے کے بعد خلقت کے تعلق کی ضرورت

نہیں ہوتی، پیر کی اس وقت تک ضرورت ہے، جب تک مرید کا اپنا ارادہ وخواہش نفسانی باقی ہے، تاکہ اُن کو توڑا جائے، لیکن ان کے زائل ہو جانے کے بعد، پیر کی ضرورت نہیں رہتی، کیونکہ اس کے بعد تو کوئی کدورت ونقصان ہی باقی نہیں (جہاں پیر کی حاجت ہو)۔

پھر جب تو اس طرح پر جیسا کہ ہم نے بیان کیا، خداوند تعالیٰ تک پہنچ جائے، تو اُس کے غیر سے ہمیشہ امن والا ہو جا، اور اس کے غیر کے لئے نہ نفع پہنچانے اور نقصان دینے میں اور نہ خوف میں نہ امید میں تو کوئی ہستی وقدرت نہ دیکھ، بلکہ ذات باری تعالےٰ اس لائق ہے کہ اُسی سے خوف کیا جائے اور اُسی سے بخشش کی امید رکھی جائے، اور تو ہمیشہ اُس کے فعل اور کام پر نظر رکھنے والا، اور اس کے حکم کی نگہبانی کرنیوالا اور اُس کی عبادت میں شاغل اور دنیا وآخرت میں اُس کی تمام خلقت سے جدا رہنے والا بن جا، اور اپنے دل کو اُس کی مخلوقات میں سے کسی چیز کے ساتھ مت لگا۔

تمام خلقت کو ایک ایسے شخص کی مانند سمجھ لے، جس کو ایسے بادشاہ نے گرفتار کر دیا ہے، جس کی سلطنت بہت بڑی، اس کا حکم سخت اور اُس کا حملہ وغلبہ خوفناک ہے، پھر اُس کے پاؤں اور گردن میں بیڑیاں ڈالدیں، پھر صنوبر کے درخت پر اُسے سولی پر لٹکا دیا، کہ وہ درخت ایسے دریا کے کنارے پر ہے جس کی لہریں بہت بڑی، اُس کی چوڑائی بہت کھلی، اس کی تہ بہت گہری اور اُس کا بہاؤ بہت تیز ہے، پھر بادشاہ ایسے تخت پر بیٹھ گیا جس کی قدر ومنزلت بہت بزرگ، اُس کی بلندی بہت زیادہ اور اُس تخت کا ڈھونڈنا

اور اس پر پہنچنا بہت دُور ہے، اور اُس بادشاہ نے اپنے پاس ہی تیروں، نیزوں، بھالوں اور طرح طرح کے ہتھیاروں اور کمانوں کی اتنی گٹھڑیاں رکھی ہیں، کہ اُس کے سوا کوئی دُوسرا اُن کے اندازہ کو نہیں پہنچتا، پھر وہ بادشاہ اس سُولی چڑھے شخص کو اُن ہتھیاروں میں سے جس کے ساتھ چاہے، مارنا شروع کر دیتا ہے۔ پس جس شخص نے ایسا دیکھ لیا ہو، وہ یہ بات پسند کریگا، کہ بادشاہ کی طرف نظر کرنا چھوڑ دے اور اُس سے خوف وامید کو ترک کر دے، اور سولی چڑھے آدمی سے ڈرے اور اُس سے اُمید رکھے، کیا وہ شخص جس نے یہ کام کیا (یعنی بادشاہ کو چھوڑ کر سولی چڑھے آدمی سے خوف و اُمید رکھی) ایسا نہیں ہے کہ از رُوئے عقل اُس کا نام بے عقل، بے سمجھ، پاگل، چوپایہ اور غیر انسان رکھا جائے ؎

پس بصیرت حاصل ہونے کے بعد اندھا پن سے اور خدا تعالےٰ تک پہنچ جانے کے بعد اُس سے علیحدہ ہوتے سے اور قُرب کے بعد رُوگردانی سے اور ہدایت کے بعد گمراہی سے اور ایمان کے بعد کفر سے خدا تعالےٰ کی پناہ مانگ،

پس دنیا اُس بڑے چلتے دریا کی مانند ہے، جس کا ہم نے ذکر کیا، اُس دریا کا پانی دن بدن چڑھاؤ پر ہے، اور پانی کے چڑھاؤ سے مراد آدمیوں کی خواہشات نفسانیہ اور دُنیا میں اُنکی وہ لذتیں ہیں جو دُنیا میں سے اُنہیں حاصل ہوتی رہتی ہیں، اور لیکن تیر اور طرح طرح کے ہتھیاروں سے مراد وہ مصیبتیں ہیں جن کو تقدیر الٰہی اُن کی طرف بھیجتی ہے، پس دُنیا میں آدمیوں پر

غالب آنے والی مصیبتیں، بدبختیاں، بیماریاں اور مشقتیں ہیں، اور جو کچھ وہ لذتوں اور نعمتوں سے پاتے ہیں وہ آفات و مصائب کے ساتھ ملا ہوا ہوتا ہے۔ جب ہر عقلمند ان دنیوی نعمتوں کا اعتبار کرے (اور آخرت کی نعمتوں کے ساتھ اُن کا مقابلہ کرے) تو سمجھ لیگا، کہ آخرت کی زندگی کے سوا اُس کی کوئی زندگی نہیں، بشرطیکہ آخرت کی زندگی اور اُس کی نعمتوں پر اُس کا یقین ہو، جیسا کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے "آخرت کی زندگی کے بغیر کوئی زندگی نہیں"، خاصکر یہ حکم مومن کے حق میں وارد ہوا ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے "دنیا مومن کا قیدخانہ اور کافر کی بہشت ہے" اور نیز آنسرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، "پرہیزگار کے منہ میں لگام دے دی گئی ہے" (اور اسے دنیا کی شہوات اور لذات سے باز رکھا گیا ہے) ان خبروں اور شہادتوں کے باوجود کس طرح دنیا میں عمدہ زندگی کی خواہش طلب کی جائے۔

پس پورا پورا آرام و آسائش دنیاداروں سے علیحدہ ہو کر صرف خدا تعالےٰ کی طرف توجہ کرنے میں اور اُس کی تقدیر کے موافق ہو جانے

لہ اگرچہ تمام بنی نوع انسان پر بلاؤ مصیبت کا آنا عام ہے، مومن ہو یا کافر، لیکن مومن کے حق میں ان کا نزول بہت زیادہ اور بہت غالب ہے، کیونکہ مومن کو اُس کی روحانی بیماریوں سے پاک کرنا ضروری ہے اور نزول بلا گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے، مَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۱۲۵

میں اور اُس کے سامنے اپنے آپ کو ڈال دینے میں ہے، پھر اس طریقہ پر تو دنیا سے آزاد ہو جائے گا۔ اور اس وقت اُس کی مہربانی، آرام، نرمی، بہتری اور فضل سے پورا تازہ تحفہ حاصل ہوگا ⁂

۱۸۔ رضائے الٰہی کی حقیقت

وَصِیَّۃٌ، اے سالک! کسی شخص کے سامنے خواہ وہ دوست ہو یا دشمن، اس چیز کی شکایت مت کر جو تکلیف و نقصان سے تجھ پر نازل ہوئی، اور اس چیز کے بارے میں جو پروردگار نے تیری ذات میں کیا، اور جو بلائیں تجھ پر نازل کیں اپنے پروردگار پر تہمت مت لگا، بلکہ نیکی اور شکریہ کو ظاہر کر، پس تیرے اپنے خیال میں آرام و انعام کے نہ ہونے کے باوجود شکریہ کا اظہار کر کے جھوٹ بولنا تیرے اس سچ بولنے سے بہتر ہے، جو تو شکایت و شکوہ کے ساتھ اپنے ظاہری حال کی خبر دیتا پھرے، ایسا کون شخص ہے جو اللہ تعالےٰ کی نعمت سے خالی ہو، (کیونکہ) اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے، وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَۃَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْھَا، "اور اگر تم اللہ تعالےٰ کی نعمتوں کو گننا چاہو، تو تم اُن کو نہیں گن سکتے" پس تیرے پاس بہت سی ایسی نعمتیں ہیں جن کو تو نہیں جانتا ⁂

خلقت میں سے کسی کی طرف آرام مت پکڑ، اور کسی کے ساتھ اُلفت نہ کر، اور اپنی حالت پر کسی کو اطلاع نہ دے، بلکہ تیری اُلفت و محبت ہی اللہ کے ساتھ ہو، اور تیرا گلہ اسی کی طرف ہو، اور اس کی طرف

تجھے شکایت ہو تو اُسی کی طرف ہو، اپنے اور خدا تعالےٰ کے درمیان تیسرا شخص مت دیکھ (جس کو دربارِ خداوندی کے ساتھ کوئی نسبت نہیں) (کیونکہ) خدا تعالےٰ کے سوا دوسرے کی طرف (میل کرنے میں) نہ کوئی نقصان ہے نہ نفع، نہ کوئی فائدہ حاصل کرتا ہے اور نہ کوئی تکلیف دور کرتا، اور نہ عزت ہے نہ ذلت، اور نہ بلند کرتا ہے نہ پست کرتا، اور نہ فقیری ہے نہ امیری، اور نہ حرکت دیتا ہے اور نہ ساکن کرتا، سب چیزیں اللہ تعالےٰ کی پیدائش اور اُس کے قبضۂ قدرت میں ہیں، اُسی کے حکم و اجازت سے وہ چلتی ہیں، اور خداوند کے نزدیک مقررہ مدت کے لئے ہر چیز جاری اور قائم ہے، اور ہر چیز اُس کے نزدیک ایک اندازہ پر ہے، جس چیز کو اُس نے پیچھے چھوڑ دیا اُسے کوئی آگے کرنے والا نہیں، اور جس کو اُس نے آگے کیا، اُسے کوئی پیچھے کرنے والا نہیں، اگر خداوند تعالیٰ تجھے تکلیف میں پھنسائے تو اُس کے بغیر اُس تکلیف کو کوئی دور کرنے والا نہیں، اور اگر وہ تجھے نیکی اور آرام دینا چاہے، تو کوئی اُس کے فضل کو روکنے والا نہیں ۔

پھر اگر اپنے پاس موجودہ عافیت و نعمت سے جان بوجھ کر اندھا بن کر، اور اُسے حقیر سمجھ کر اس حال میں کہ تو عافیت و آرام دیا گیا ہے اور تیرے پاس کچھ نعمت بھی موجود ہے، عافیت و نعمت کی زیادتی کی خواہش کے لئے تو اُس سے شکایت کرے تو خدا تعالےٰ تجھ سے ناراض ہو گا، اور اس عافیت و نعمت کو تجھ سے چھین لیگا اور تیری شکایت کو سچ کر دکھائیگا، اور تیری بلا و مصیبت کو دوگنا

کر دیگا، اور تیری سزا سخت کریگا، اور تجھ پر سخت ناراض ہوگا، اور تجھے دشمن بنا لیگا، اور اپنی نظر عنایت سے تجھے گرا دیگا ۔

اور کسی کے آگے اُس کی شکایت کرنے سے بہت پرہیز کر، اگرچہ تو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے، اور تیرا گوشت قینچیوں سے کاٹ دیا جائے، اپنے آپ کو بچا، پھر اپنے آپ کو بچا، اللہ تعالیٰ سے ڈر پھر اللہ تعالیٰ سے ڈر، بچ اور بھاگ اور شکایت کرنے سے بہت پرہیز کر کیونکہ آدمی پر طرح طرح کی مصیبتوں سے جو تجھ پر نازل ہوتا ہے، اپنے پروردگار کی شکایت و گلہ کرنے سے نازل ہوتا ہے، کس طرح اُس کا گلہ کیا جاتا ہے، حالانکہ وہ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان، سب حاکموں سے زیادہ عدل کرنے والا، بُردبار، ہر چیز کی خبر رکھنے والا نہایت مہربان، عام رحم کرنے والا، اپنے بندوں پر نرمی و مہربانی کرنیوالا ہے، اور اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں، وہ پروردگار، حلیم، دوست مشفق، نرم عادت والے اور دل سے قریب طبیب کی مانند ہے، کیا مہربان باپ یا شفقت کرنے والی مہربان ماں پر بھی تہمت لگائی جاتی ہے، (کہ وہ اپنے بچوں پر رحم نہیں کرتے، اور خداوند تعالےٰ تو ماں باپ سے بھی بہت زیادہ مہربان ہے) اور حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "اللہ تعالےٰ اپنے بندوں پر اس سے زیادہ مہربان ہے، جیسے کہ والدہ اپنی اولاد پر ۔

بارگاہ خداوندی میں ادب کا خوب لحاظ رکھ، اے مسکین! اگر تو صبر کرنے سے کمزور اور عاجز ہے، تو بلا و مصیبت کے آنے کے وقت تکلف کے ساتھ بھی صبر کر، پھر اگر تو تقدیر پر راضی ہونے اور اُس کے ساتھ

موافقت کرنے سے کمزور اور عاجز ہے، تو پھر بھی صبر کر، پھر جب تک تیری ہستی اور خودی باقی ہے، تقدیر پر ہمیشہ راضی رہ اور اُس کے ساتھ موافقت کر، پھر جب تیری ہستی اور خودی مٹ گئی اور جاتی رہی، تو تو فانی ہو گیا، اُے کبریت احمر یعنی اے مقام فنا! تو کہاں ہے؟ اور تو کہاں پایا اور دیکھا جاتا ہے؟

کیا تو نے خداوند قدوس کے اس قول کی طرف کان نہیں دھرے کُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ وَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسَىٰ أَن تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ "تم پر جہاد فرض کر دیا گیا ہے، حالانکہ وہ (بتقاضائے بشریت) تمہارے لئے بہت دشوار اور ناپسندیدہ ہے، اور شاید تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور وہ تمہارے لئے بہتر ہو، اور شاید تم کسی چیز کو پسند کرو اور وہ تمہارے لئے (از روئے انجام) بُری ہو، اور اللہ تعالےٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے" تمام چیزوں کی حقیقت کا علم اُس نے تجھ سے لپیٹ لیا ہے اور تجھے اس سے پوشیدہ کر دیا ہے، (اور جب تو حقیقت کو نہیں جانتا) تو (اُس میں دخل اندازی کر کے) بے ادبی مت کر، اس طرح پر کہ تو کسی چیز کو اپنے نزدیک ناپسند کرے اور کسی کو پسند۔

بلکہ اگر تو تقوےٰ اور پرہیز گاری کی حالت میں ہے، جو سلوک کے رستہ کا پہلا قدم ہے تو ہر اُس چیز میں جو تجھ پر نازل ہو شریعت کی پیروی کر، اور ولایت و قرب کی حالت اور خواہشات نفسانیہ کی آگ بجھ جانے کی حالت میں امر الہیٰ کی پیروی کر، اور امر کی حد سے تجاوز نہ کر، اور

یہ سلوک کے رستہ کا دوسرا قدم ہے، اور ابدالی، غوثی اور صدیقی حالت میں فعل الٰہی کے ساتھ راضی اور موافق اور فانی ہو جا، اور یہ تمام مراتب سے بلند تر اور آخری مرتبہ ہے۔

قضا و قدر کے رستہ سے ایک طرف ہو جا، اور اس کی راہ سے ہٹ جا، اور اپنے نفس کو اور اپنی خواہشات کو (قضا و قدر کے رستہ سے) دُور کر دے، اور اپنی زبان کو شکایت سے روک دے، پس جب تو نے ایسا کیا، تو اگر تقدیر (تیرے حق میں) بہتر ہے، تو خداوند قدوس تیرے لئے پاکیزہ اور عمدہ زندگی، لذت اور سرور زیادہ کر دیگا، اور اگر تقدیر (تیرے حق میں) بُری ہے، تو اللہ تعالےٰ اسی حال میں تجھے اپنی بندگی میں مصروف کر کے تجھے محفوظ رکھے گا، اور تجھ سے ملامت کو دُور کر دیگا، اور اس حالت میں تجھے گم کر دیگا (یعنی تجھے ہر تکلیف سے بے خبر کر دیگا) یہاں تک کہ وہ تقدیر تجھ سے گذر جائیگی، اور اپنی میعاد گزرنے پر کوچ کر جائیگی، جیسے رات گزر جاتی ہے، اور دن کے چہرہ سے پردہ اُٹھا دیتی ہے، اور جیسے جاڑوں میں سردی گزر جاتی ہے، اور گرمیوں سے پردہ دُور ہو کر گرمی آجاتی ہے، یہ رات دن اور سردی گرمی کی مثالیں تیرے پاس ایک نمونہ ہیں، ان سے عبرت حاصل کر، اور اس پر اپنی حالت کا قیاس کر۔

پھر انسان کی ذات میں ہی گناہ، جرم اور بدکاریاں موجود ہیں، اور طرح طرح کے گناہوں اور خطاؤں میں لتھڑا ہوا ہے، اور گناہوں اور لغزشوں کی پلیدی سے پاک انسان کے سوا خداوند تعالےٰ کی ہمنشینی اور صحبت کی صلاحیت کوئی شخص نہیں رکھتا، اور دوزخ کی طرف

بلانے والے کاموں کی میل کچیل سے پاک انسان کے سوا اُس کے آستانہ مقدس کو کوئی بوسہ نہیں دیتا، جیسا کہ پیدی اور طرح طرح کی بدبُو اور میل کچیل سے پاک صاف آدمی کے سوا بادشاہوں کی صحبت و ہم نشینی کی صلاحیت بھی کوئی نہیں رکھتا +

پس بلائیں اور مصیبتیں، گناہوں کا کفارہ اور گناہ کی آلائش سے پاک کرنے والی ہیں، جیسا کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ "ایک دن کا بخار ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہے" +

۹ ضعیف الایمان کے ساتھ خدا تعالیٰ کا ایفائے وعدہ اور قوی الایمان کے مراتب کی بلندی

اے مومن! جب تو کمزور ایمان اور کمزور یقین والا ہے، (اور خداوند تعالیٰ کی طرف سے) تو کوئی وعدہ دیا جائے، تو تیرا وعدہ پورا کر دیا جاتا ہے، اور تجھ سے وعدہ خلافی نہیں کی جاتی، تاکہ تیرا ایمان زائل نہ ہو، اور تیرا یقین نہ جاتا رہے، اور جب تیرے دل میں ایمان و یقین طاقتور اور مضبوط ہو جائے، اور خدا تعالیٰ کے اِس کلام کے ساتھ تجھے خطاب کیا جائے، اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ یعنی "بیشک تو آج ہمارے نزدیک مرتبے والا اور امانت دار ہے"۔ (جیسا کہ بادشاہ مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کہا تھا) اور ایک حالت سے دوسری حالت کے بعد تجھے بار بار یہ خطاب کیا

جائے، تو تو خداوند تعالیٰ کے خاص بلکہ خاص الخاص بندوں سے ہوگا،
اور تیرے لئے کوئی ارادہ وخواہش، نہ کوئی مطلب، نہ کوئی کام جسے
تو اپنی طرف سے پسند کرے نہ کوئی عبادت جس پر تیری نظر ہو، اور نہ
کوئی مرتبہ جس کی طرف تو نگاہ کرے، کچھ باقی نہیں رہے گا، تاکہ
تیری ہمت اور کوشش اس کا قصد کرے، پس تو اُس ٹوٹے ہوئے
برتن کی طرح بن جائیگا، جس میں کوئی بہنے والی چیز نہیں ٹھیرتی
پس تجھ میں کوئی ارادہ، کوئی عادت اور دنیا وآخرت کی چیزوں سے
کسی چیز کی طرف کوئی قصد اور کوئی کوشش باقی نہیں رہے گی،
اور اللہ تعالیٰ کے سوا سب چیزوں سے تو پاک ہو جائیگا، اور خداوند تعالے
کی رضا وخوشنودی تجھے عطا کی جائے گی، اور تجھ سے خداوند تعالے
کی رضامندی وخوشنودی کا وعدہ کیا جائیگا، اور خدا تعالیٰ کے تمام
کاموں کے ساتھ تجھے لذّت ونعمت عطا کی جائے گی، پھر اُس وقت
تجھ سے ایک اور وعدہ (آزمائش کے لئے) کیا جائیگا +

پھر جب تو اس وعدہ پر اطمینان وآرام حاصل کرے اور تجھ میں
کسی ارادہ اور خواہش کی نشانی پائی جائے، تو اُس موجودہ وعدہ سے
اُس سے اعلیٰ اور بلند وعدہ کی طرف تجھے منتقل کر دیا جائیگا، اور اس
سے زیادہ شریف وبلند وعدہ کی طرف تجھے پھیر دیا جائیگا، اور تیرے
علوم ومعارف کے دروازے کھول دیئے جائیں گے، اور پوشیدہ
کاموں اور بھیدوں اور حکمت کی حقیقتوں پر، اور ملنے والے اعلیٰ وعدہ
میں بدلنے اور منتقل ہونے کی پوشیدہ بہتریوں پر تجھے اطلاع دے دی
جائے گی، اور اُس وقت تیرے مرتبہ میں حال کی حفاظت کی صورت میں

ترقی اور اضافہ کر دیا جائے گا، (تاکہ تو اس حالت اور مرتبہ پر ہر وقت ثابت قدم رہے) پھر اس حالت پر ثابت قدم رہنے کے بعد مقام و مرتبہ کی حفاظت ضروری ہے، اور بھیدوں کی حفاظت میں تیری امانت و دیانت میں زیادتی کر دی جائیگی (تاکہ تو بھیدوں کو ظاہر نہ کرے) اور سینہ کی فراخی، دل کا نور، اور زبان کی خوشگوئی و روانی اور کامل حکمت بڑھا دے جائیں گے، اور تجھ پر محبت اور دوستی کا پرتو ڈالنے میں زیادتی کر دی جائے گی، پھر تو دنیا و آخرت میں تمام خلقت کا محبوب بنا دیا جائے گا، جن ہوں یا انسان یا ان کے سوا فرشتے وغیرہ، کیونکہ تو خداوند قدوس کا محبوب بن گیا ہے اور تمام خلقت خدا تعالےٰ کی تابع و فرمانبردار ہے، مخلوق کی محبت خداوند تعالےٰ کی محبت میں داخل ہے، جیسے اُن کی دشمنی خداوند تعالیٰ کی دشمنی میں داخل ہے ✣

اور اسی طرح جب تو اُس ایسے مقام پر پہنچا دیا جائے، جس میں تجھ کو ہرگز کسی چیز کی خواہش نہیں، تو تیرے لئے چیزوں میں سے کسی چیز کی خواہش پیدا کر دی جاتی ہے، پھر جب تیرا اُس چیز کی خواہش کرنا ثابت ہو گیا، تو وہ چیز نیست و نابود کر دی جاتی ہے، اور اُس سے تجھے پھیر دیا جاتا ہے، اور دنیا میں تجھے عطا نہیں کی جاتی، اور اُس کے بدلے عاقبت کو تجھے وہ چیز عطا کی جاتی ہے، جو خداوند بزرگ و بلند کی طرف تیرا قرب زیادہ کر دے، اور بہشت بریں اور جنت الماویٰ میں اُس کے ساتھ تیری آنکھیں ٹھنڈی ہوں ✣

اور اگر تیری حالت ایسی ہو چکی ہے کہ اُس مراد اور چیز کی

(جس کی خواہش تجھ میں پیدا کی گئی ہے) تجھے طلب نہیں اور نہ تُو اُس کی آرزو رکھتا ہے، اور نہ اُمید، حالانکہ تو دُنیا کے اس گھر میں ہے جو تکالیف و فنا کا مقام ہے، بلکہ اس دنیا میں رہتے ہوئے تیری امید و کا مرجع وہ ذات باری تعالےٰ ہے، جس نے دنیا کو پیدا کیا، اور ہر چیز کو موجود کیا، کسی کو نہ دیا، کسی کو عطا کیا، زمین کو پھیلایا اور آسمان کو بلند کیا، کیونکہ وہی ذات الٰہی اصلی مراد، مطلوب اور خواہش ہے۔

اور اکثر وقت ایسا ہوتا ہے کہ اُس مطلوبہ چیز سے تجھے روکنے سے تیرا دل ٹوٹ جانے کے بعد اور عاقبت میں اُس کے بدلے میں دُوسری چیز کے ملنے کی تحقیق کے بعد اُس چیز کے بدلے میں جس کی تجھے خواہش نہیں، دنیا میں وہ چیز تجھے دے دی جاتی ہے، جو اُس سے اولیٰ ہے یا اُس جیسی، جیسا کہ ہم نے ذکر کیا اور کھول کر بیان کیا[1]۔

---

[1] اپنے مقرب اور خاص بندوں کے ساتھ اللہ تعالےٰ کا برتاؤ ایسا ہے، کہ اگر دنیا میں کسی چیز کی خواہش کریں، تو وہ چیز اُن سے روک لیتا ہے، اور انہیں اُن کی خواہش پر نہیں چھوڑتا، اور ان کی خواہش کے اُلٹ کرتا ہے، اور اگر خدا تعالےٰ کے سوا اُن کی کوئی خواہش نہ ہو، اور دنیا سے دل برداشتہ ہو جائیں، تو انہیں وہ چیز عطا کرتا ہے، جو ان کی وقتی ضرورت کو پورا کر دے، اور اس چیز کا عطا ہونا بھی ارادہ اور خواہش کے مٹ جانے پر موقوف ہے۔

گر دست بر کار نیم زنجیر بر دستم نہد   در خم مے غرقم کند گر نام ہشیاری برم

۲۰۔ تفسیر حدیث دَعْ مَا یُرِیْبُكَ اِلٰی مَا لَا یُرِیْبُكَ

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس حدیث کی تفسیر میں فرمایا، دَعْ مَا یُرِیْبُكَ اِلٰی مَا لَا یُرِیْبُكَ یعنی اُس چیز کو چھوڑ جو تجھے شک میں ڈالے اور اُس چیز کی طرف جا جو تجھے شک میں نہ ڈالے ؛

جب وہ چیز جو تجھے شک میں ڈالے اُس چیز کے ساتھ اکٹھی جمع ہو جائے جو تجھے شک میں نہ ڈالے، تو اُس مشکوک چیز کو چھوڑ دے، (جس کے حلال و حرام ہونے میں شبہ ہو) اور ایسی پختہ و افضل چیز کو حاصل کر، جس میں کسی شک و شبہ کی آمیزش نہ ہو، اور اُس چیز کو چھوڑ دے جس میں شک و شبہ کی ملاوٹ ہے، اور شک میں ڈالتی ہے ؛

اور لیکن جب مشکوک اور شبہ سے ملی ہوئی اکیلی ایسی چیز ہے[1] جو دل کی کھٹک ہے اور اُس کی قطع و برید سے پاک و صاف نہیں، تو اس وقت توقف کر، اور اس میں امر باطنی کا انتظار کر، پھر اگر اُس کے حاصل کر لینے کا تجھے حکم مل گیا ہے تو اُسے لے لے، اور اگر تو روک دیا گیا ہے تو اس کے لینے سے باز آ جا، پس وہ چیز تیرے نزدیک ایسی ہو جائے کہ گویا وہ تھی ہی نہیں اور نہ ہی وہ موجود تھی،

---

[1] حدیث شریف میں آیا ہے، اَلْاِثْمُ حَزَّازُ الْقُلُوْبِ یعنی گناہ دلوں کو کاٹنے والا ہے، اور یہ بھی آیا ہے اَلْاِثْمُ مَا حَاكَ فِی الْقَلْبِ، یعنی گناہ وہ ہے جو دل میں کھٹکے ۱۲

اور اپنے پروردگار کے دروازہ کی طرف واپس پھر، اور اگر تو صبر کرنے سے یا تقدیر الٰہی کے ساتھ موافقت کرنے یا اُس پر راضی ہونے سے یا اپنی ہستی کو فنا کر دینے سے کمزور اور سست ہو گیا ہے، تو اپنے پروردگار کے پاس سے روزی تلاش کر، کیونکہ اللہ تعالیٰ کو یاد دلانے کی حاجت اور ضرورت نہیں، وہ تجھ سے اور تیرے سوا کسی دوسرے سے ہرگز غافل نہیں، وہ کافروں، منافقوں اور اس سے پیٹھ پھیرنے والوں کو بھی روزی دیتا ہے، پس اے موحد، مومن، اُس کی بندگی کی طرف توجہ کرنے والے اور رات دن اُسی کے حکم پر قائم رہنے والے! وہ تجھے کس طرح فراموش کریگا +

اور اس حدیث کی دوسری تفسیر و توجیہ بھی ہے، یعنی اُس چیز کو چھوڑ دے، جو خلقت کے قبضہ میں ہے، اور اُس کی تلاش و طلب مت کر، اور اُس کے ساتھ اپنے دل کو مت لگا، اور نہ خلقت سے کسی قسم کی اُمید رکھ اور نہ اُن سے خوف کر، اور خدا تعالیٰ کے فضل و کرم کو حاصل کر، اور خدا تعالےٰ کا فضل و کرم وہ چیز ہے، جو تجھے شک و شبہ میں نہیں ڈالتا +

پس چاہئے کہ تیری مطلوبہ چیز ایک ہی ہو، دینے والا بھی ایک اور قصد و ارادہ بھی ایک ہو، اور وہ تیرا پروردگار ہے، جس کے قبضۂ قدرت میں بادشاہوں کے سر ہیں، اور جس کے قبضہ میں خلقت کے وہ دل ہیں جو جسموں کے حکمران ہیں اور خلقت کے مال و اسباب اُسی کی ملکیت ہے، اور خلقت تو صرف اُس کی امین اور ذمہ دار ہے اور تجھے دینے کے لئے اُن کے ہاتھوں کی جنبش اُسی کے حکم، اجازت

اور تحریک سے ہے، اور تجھے عطا کرنے سے اُن کے ہاتھوں کا رُکنا بھی ایسا ہی ہے، اور رہزن لوٹنے والے سے غالب و معزز یعنی اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے، وَاسْأَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ "خدا تعالےٰ سے اُس کا فضل مانگو" اور فرمایا، اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ "بے شک خدا تعالےٰ کے سوا جن کو تم پکارتے ہو، وہ تمہارے لئے روزی کے مالک نہیں ہیں، پس اللہ تعالےٰ کے پاس سے رزق کی تلاش کرو، اور اسی کی عبادت کرو اور اُسی کا شکر بجا لاؤ"

اور فرمایا، وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ (اے محمدؐ!) جب میرے بندے تجھ سے میری نسبت سوال کریں، تو (کہدے) میں قریب ہوں، دُعا کرنے والے کی دعا قبول کرلیتا ہوں، جب وہ مجھے پکارے"

اور فرمایا، اُدْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ "مجھے پکارو اور مجھ سے دُعا کرو، میں تمہاری دعا قبول کرلوں گا"

اور فرمایا، اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ "بیشک اللہ تعالےٰ وہی روزی دینے والا، طاقتور اور پختہ کار ہے"

اور فرمایا، اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ، "بیشک اللہ تعالےٰ جسے چاہتا ہے، بے شمار رزق عطا فرماتا ہے"

۲۱- آپؓ کا خواب میں شیطان کو دیکھنا

مَیں نے شیطان مردود کو خواب میں دیکھا اور مَیں آدمیوں کی ایک بڑی جماعت میں ہُوں، مَیں نے اُس کو قتل کرنے کا قصد کیا، تو اُس نے مجھے کہا، کہ تو مجھے کیوں قتل کرتا ہے، اور میرا کیا گناہ ہے؟ اگر اللہ تعالےٰ کی تقدیر بُرائی پر جاری ہوئی ہے، تو مَیں اس بدی کو نیکی کی طرف پھیرنے کی طاقت نہیں رکھتا، اور نہ اُسے نیکی کی طرف لیجا سکتا ہُوں، اور اگر تقدیر الٰہی نیکی پر جاری ہوئی ہے تو مَیں اُسے بدی کی طرف پھیرنے کی طاقت نہیں رکھتا، اور نہ اُسے بُرائی کی طرف لے جا سکتا ہوں، اور کونسی چیز میرے قبضہ میں ہے؟

اور مَیں نے اس شیطان مردود کی شکل کو ہیجڑوں کی شکل و صورت پر پایا، دیکھا کہ وہ نرمی سے باتیں کرنے والا، لمبی ناک اور لمبے چہرے والا ہے، اُس کی ٹھوڑی کے نیچے چند باریک بال ہیں، بڑا ہی بدصورت اور زشت رُو ہے، اور گویا وہ میرے سامنے شرمندوں اور ڈرپوکوں جیسی ہنسی ہنس رہا ہے[1]، اور یہ خواب مَیں نے اتوار کے دن مؤرخہ ۱۲- ذوالحجہ ۴۹۱ھ کو دیکھا تھا۔

---

[1] خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے، اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطَانٌ یعنی "(اے شیطان) میرے بندوں پر تیرا کوئی غلبہ نہ ہوگا" اور اسی لئے آپؓ کے ساتھ وہ نرم کلامی سے پیش آیا۔

۲۲۔ ایمان کے اندازہ پر خدا تعالےٰ کا مومنوں کو مبتلائے مصیبت کرنا

اللہ تبارک و تعالےٰ ہمیشہ اپنے مومن بندے کو اُس کے ایمان کے اندازہ پر بلا و مصیبت میں گرفتار کرتا ہے، پس جس شخص کا ایمان بڑا اور طاقتور رہتا ہے، اور زیادہ ہوتا اور ترقی کرتا ہے، اُس کی بلا و مصیبت بھی بڑی ہوتی ہے، رسول کی بلا و مصیبت نبی کی بلا و مصیبت سے بہت بڑی ہوتی ہے، کیونکہ رسول کا ایمان بھی بہت بڑا ہوتا ہے[1]، اور نبی کی مصیبت بدل کی مصیبت سے بہت بڑی اور بدل کی مصیبت ولی کی مصیبت سے بہت بڑی ہوتی ہے، (وقس علیٰ ہذا) ان سب میں سے ہر ایک اپنے ایمان و یقین کے اندازہ کے موافق مصائب میں گرفتار ہے، اور اس کی دلیل حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی یہ حدیث ہے کہ آپ نے فرمایا "بیشک ہم پیغمبروں کا گروہ تمام آدمیوں سے بہت زیادہ مصائب میں گرفتار ہے"۔ پھر پیغمبروں کے بعد جس قدر کوئی زیادہ افضل اور برگزیدہ ہو، اتنا ہی مصیبت میں گرفتار رہتا ہے۔

---

[1] رسول وہ پیغمبر ہے، جو کتاب و شریعت والا ہو، جیسے حضرت موسےٰ، عیسےٰ، حضرت محمد مصطفےٰ علیہم السلام اور نبی وہ پیغمبر ہے، جو کتاب و شریعت والا نہ ہو، بلکہ صاحب کتاب شریعت پیغمبر کی شریعت کا مبلغ ہو، جیسے حضرت سلیمان، یوسف، ہارون، زکریا، یحییٰ علیہم السلام۔

پس اللہ تعالیٰ نے ان بزرگ سرداروں کو ہمیشہ بلاؤں میں گرفتار کئے رکھتا ہے، اُس وقت تک کہ وہ ہمیشہ خداوند تعالیٰ کے حضور اور قرب میں رہنے لگیں، اور بیداری و ہوشیاری سے غافل نہ رہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ انہیں دوست رکھتا ہے اور وہ اہل محبت اور حق تعالیٰ کے محبوب ہیں، اور دوستی رکھنے والا کبھی اپنے محبوب کی دُوری کو پسند نہیں کرتا، بس بلا و مصیبت اُن کے دلوں کو اُچکنے والی اور اُن کے نفسوں کے لئے قید ہے، جو انہیں اُن کے مطلوب یعنی خداوند تعالیٰ کے سوا کسی دُوسرے کی طرف رجوع کرنے سے اور اُن کے خالق کے سوا دوسرے کی طرف مائل ہونے اور آرام حاصل کرنے سے باز رکھتی ہے، بس جب یہ بلا و مصیبت کا نزول اُن کے حق میں دوامی ہوتا ہے، تو اُن کی خواہشات نفسانیہ مٹ جاتی ہیں اور ان کے نفس ٹوٹ جاتے ہیں، اور حق باطل سے جدا ہو جاتا ہے، اور (بلاؤں کی دوامی نزول کی وجہ سے) دنیا و آخرت کی خواہشات ارادے اور لذتوں کی طرف رغبت کرنا اور تمام آسائشیں اور آرام تمام کے تمام نفس کی طرف کھچ جاتے اور اکٹھے ہو جاتے ہیں (اور دل میں اپنا اثر نہیں کر سکتے) اور حق تعالیٰ کے وعدہ سے سکون و آرام اور اس کی تقدیر پر خوشنودی، اور اُس کی عطا کی ہوئی چیز پر قناعت، اور اس کی بھیجی ہوئی بلا و مصیبت پر صبر، اور اس کی مخلوقات کی شرارت اور بُرائی سے امن دل کی طرف مڑتے اور داخل ہوتے ہیں۔

---

۵ یعنی تمام نفسانی صفات جیسے ارادہ، لالچ، دنیوی چیزوں کی رغبت و لذت وغیرہ تو نفس کی طرف رہ جاتے ہیں، اور دل سے اُن کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اور تمام روحانی اوصاف جیسے صبر و رضا، قناعت اور امن وغیرہ کا مرجع دل بن جاتا ہے ۱۲

اور دل کا سرور قوی ہو جاتا ہے، اور اعضاو جوارح پر دل کی حکمرانی قائم ہو جاتی ہے، کیونکہ بلا و مصیبت کا نزول دل اور یقین کو مضبوط کرتا ہے، اور ایمان و صبر کو ثابت اور درست کر دیتا ہے، اور نفس و خواہش نفسانی کو کمزور کر دیتا ہے، اور نیز اس لئے کہ جب مصیبت آگئی، اور مسلمان کی طرف سے صبر، رضا اور پروردگار کے فعل کو تسلیم کرنا پایا گیا، تو خدا تعالےٰ اُس مومن سے راضی ہو جاتا ہے، اور اس کا شکر ادا کرتا ہے، (یعنی اُس کے اعمال کا بدلہ دس گنا یا زیادہ عطا فرماتا ہے) پھر اللہ تعالےٰ کی مدد اور عمل میں زیادتی اور عمل کی توفیق اُس مومن کو حاصل ہوتی ہے، کیونکہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ "اگر تم نے شکر کیا، تو میں ضرور تمہاری نعمتیں زیادہ کر دونگا" +

اور جب نفس دل سے اپنی خواہشات میں سے کوئی خواہش اور اپنی لذتوں میں سے کوئی لذت طلب کرنے میں حرکت کرے، اور دل بھی اُس کی مطلوبہ چیز کی بہم رسانی کو قبول کر لے، حالانکہ یہ کام خدا تعالےٰ کے حکم اور اس کی اجازت کے بغیر ہو، تو اس طرح سے خداوند تعالےٰ کی یاد سے غفلت، شرک اور گناہ حاصل ہوتا ہے، پھر اللہ تعالےٰ خواری اور مصیبتوں کے ساتھ اور اس بندے پر خلقت کو غالب کرنے کے ساتھ اور اذیتوں، پریشانیوں، دردوں اور بیماریوں کے ساتھ نفس و دل دونوں کو پکڑ لیتا ہے، اور نفس اور دل میں سے ہر ایک ان چیزوں میں سے اپنا حصہ پا لیتا ہے +

اگر دل نفس کی مطلوبہ چیز کی بہم رسانی کو قبول نہ کرے، یہانتک کہ

خدا تعالےٰ کی طرف سے دل کو اولیاء اللہ کے حق میں الہام کے ذریعہ سے اور رسولوں اور نبیوں کے حق میں صاف صاف وحی کے ذریعہ سے اجازت مل جائے، اور اس وحی و الہام پر دینے یا نہ دینے، کرنے یا نہ کرنے میں عمل کیا جائے، تو اللہ تعالےٰ نفس اور دل کو رحمت، برکت، عافیت و آرام، خوشنودی، نور اور معرفت، قرب، بے نیازی اور آفات سے سلامتی کے ساتھ گھیر لیتا ہے ❊

پس اے سالک! اس چیز کو جان لے، اور اسے نگاہ رکھ، اور نفس و خواہش کو قبول کرنے کی طرف دوڑنے میں بلا و مصیبتوں کے وارد ہونے سے پوری طرح بچ، بلکہ ٹھیر جا اور اس میں مولا کی اجازت کا انتظار کر، تو دنیا و آخرت میں تو سلامت رہیگا +

۲۳ - قناعت

(اے سالک!) تھوڑے رزق پر ہی خوش ہو جا، اور اسی کو لازم پکڑ (اسی پر قناعت کر، اعلےٰ اور زیادہ رزق طلب نہ کر)، حتیٰ کہ نوشتہ تقدیر اپنی مدت کو پہنچ جائے، پس (اس طرح قناعت کرنے اور تھوڑی روزی پر خوش ہونے سے مقررہ وقت پر) اعلےٰ اور نفیس رزق کی طرف تجھے منتقل کیا جائیگا، اور اس اعلےٰ رزق پر تجھے مبارکباد دی جائے گی، اور اس میں تو باقی رکھا جائیگا، اور دنیا و آخرت میں رنج و تکلیف کے بغیر اور بُرے نتیجہ اور حد سے گذرنے کے بغیر تو محفوظ رکھا جائیگا، پھر تجھے اس اعلےٰ رزق سے اُس رزق کی طرف بلند کیا جائے گا جو اس سے زیادہ آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچانے والا

اور زیادہ خوشگوار ہو*

اور تو جان لے کہ تیری قسمت اور نصیبہ طلب و تلاش ترک کرنے سے تجھے نہیں چھوڑ دیتا، اور جو چیز تیری قسمت میں نہیں اسے اپنی طلب و تلاش اور کوشش میں حریص ہونے سے بھی تو حاصل نہیں کر سکتا، پس صبر کر، اور اس حالت کو لازم پکڑ (جس پر خدا تعالےٰ تجھے رکھے) اور اس کے ساتھ خوش ہو جا، اور خود بخود نہ کوئی چیز لے اور نہ دے، حتیٰ کہ تجھے اس کا حکم کیا جائے، اور خود بخود نہ حرکت کر اور نہ آرام کر، ورنہ تو اپنے حال میں اختیار کے استعمال کی بدبختی اور اس شخص کے حال میں اختیار کے استعمال کی بدبختی سے مصیبت میں پھنسا دیا جائیگا، جو خلقت میں سے تجھ سے بھی زیادہ برا ہے، کیونکہ تو ایسا کرنے کی وجہ سے ظلم کرتا ہے، اور ظالم سے درگذر نہیں کی جاتی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وَكَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًا ط "اور اسی طرح ہم بعض ظالموں کو دوسرے ظالموں کے سپرد کر دیتے ہیں"۔ (تاکہ وہ بھی ان پر ظلم کریں، اور ایک دوسرے کے ساتھی بن جائیں، اسی طرح پر تجھے بھی ظلم کی سزا ملے گی) کیونکہ تو ایسے بادشاہ کے گھر میں ہے، جس کی شان بڑی ہے، جس کی قوت سخت ہے، جس کا لشکر بہت ہے، جس کی خواہش حکمران ہے، جس کا حکم غالب ہے، جس کی سلطنت باقی و قائم ہے، جس کا فرمان و حجت ہمیشہ ہے جس کا علم باریک ہے، جس کی دانائی پوری ہے، جس کا فیصلہ درست ہے، اور زمین و آسمان میں ایک ذرہ بھر بھی اس سے غائب اور دور نہیں ہوتا، اور کسی ظالم کا ظلم اس سے نہیں گزرتا، پس تو اپنی

ذات میں اپنے اختیارات کو بروئے کار لانے کی وجہ سے سب ظالموں سے بڑا ظالم اور بھاری مجرم ہے، کیونکہ تو اپنی خواہش کے ساتھ اپنی ذات اور اُس کی خلقت میں اپنی دخل اندازی کی وجہ سے مشرک بن گیا ہے اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے، اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ ؕ بیشک اللہ تعالےٰ یہ نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھیرایا جائے، اور اس کا ماسوا جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے"۔ شرک سے پوری طرح پرہیز کر اور اس کے نزدیک نہ جا، اور اپنی تمام حرکات و سکنات میں اور اپنے رات دن میں اور اپنے ظاہر و پوشیدہ حالات میں شرک سے علیحدہ رہ، اور ہر حال میں اعضاء و دل کے ساتھ گناہ کرنے سے ڈر، اور ظاہری و باطنی گناہوں کو چھوڑ دے، اور خدا تعالیٰ سے دور مت بھاگ، پس وہ تجھے پکڑ لیگا (یہ ہرگز خیال نکر کہ اس کی سزا سے بچ جاؤ نگا) اور اس کی تقدیر کے فیصلہ میں اُس سے جھگڑا مت کر ورنہ وہ تجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا، اور اُس کے صحیح فیصلہ میں اس پر تہمت مت لگا ورنہ وہ تجھے خوار و رسوا کریگا، اور اس سے غافل و بے خبر مت ہو، ورنہ وہ بھی تجھے بھلا دیگا، اور عذاب میں جکڑ دیگا، اور اس کی سلطنت میں کوئی نیا کام پیدا مت کر، ورنہ تجھے نیست و نابود کر دیگا، اور اُس کے دین و مذہب میں اپنی مرضی اور خواہش کی کوئی بات مت کر، ورنہ وہ تجھے ہلاک کر دیگا اور تیرے دل کو تاریک کر دیگا، اور تیرا ایمان و یقین چھین لے گا اور تجھ پر تیرے شیطان، تیرے نفس، لالچ، تیری خواہشات نفسانی تیرے گھر والوں، پڑوسیوں، یاروں اور دوستوں کو اور اپنی تمام

خلقت کو مسلط کردیگا، یہاں تک کہ تیرے گھر کے بچھو، سانپ، جن اور دوسرے حشرات الارض (چوہے، چیونٹی وغیرہ) تجھ پر چھوڑ دیگا (اور وہ سب تجھے گھیر لیں گے) اور تیری دنیا کی زندگی تاریک و سیاہ کردیگا اور آخرت میں تیری سزا لمبی کر دے گا +

۲۴۔ خداوند تعالیٰ سے ڈر کر گناہوں سے بچنا

اے مومن! خداوند تعالےٰ کی بے فرمانی اور گناہ سے پوری طرح پرہیز کر، اور صدق دل سے اُس کے دروازہ کا نوکر ہو جا، اور اپنے قصوروں کا عذر پیش کرتے ہوئے، عاجز، محتاج اور خاشع و خاضع بن کر اپنی ہمت و کوشش کو اس کی فرمانبرداری میں خرچ کر، اس حال میں (خداوند تعالےٰ کی حضوری کی وجہ سے) تیری آنکھیں اُس کی مخلوقات کو دیکھنے والی نہ ہوں۔ اور تو اپنی خواہش نفسانی کی پیروی کرنے والا نہ ہو، اور تو دنیا و آخرت میں اپنی بندگی کا بدلہ طلب کرنیوالا اور بلند مرتبوں اور عمدہ مقامات پر ترقی کرنے کا خواہشمند نہ ہو، اور قطعی فیصلہ کرلے کہ تو اُس کا بندہ ہے، اور بندہ اور جو کچھ بندے کی ملکیت ہے سب کچھ اُس کے مالک کے لئے ہے، اور بندہ خداوند تعالیٰ پر کسی شے کا حق نہیں رکھتا، (اور جب بندہ اور بندے کے سب کام و افعال اُسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں، تو بندہ کسی کام کا اجر طلب کرنے کا حقدار نہیں، اور اگر خدا تعالےٰ بذات خود عطا کردے تو اس کا فضل ہے) اور ادب کو اچھی طرح نگاہ رکھ، اور اپنے مولا

پر (کسی ایسی چیز کی) تہمت مت لگا (جو اُس کی شان کے لائق نہیں)،
ہر چیز خدا تعالےٰ کے نزدیک ایک مقررہ اندازہ پر ہے، (جس میں کمی
بیشی کی گنجائش نہیں)، جس چیز کو اُس نے پیچھے کیا، اُسے کوئی آگے
کرنے والا نہیں، اور جس چیز کو اُس نے آگے کیا، اُسے کوئی پیچھے
کرنے والا نہیں، جو چیز تیری قسمت میں ہے، اگر تو اُس کی خواہش
کرے یا نہ کرے، اپنا وقت اور مدت آتے پر ضرور تجھے ملے گی، اور
اُس چیز کا لالچ مت کر جو آخر کار تیری ہی ہو جائے گی، اور اُس چیز
کی تلاش مت کر اور اُس پر افسوس نہ کھا، جو تیرے سوا کسی دوسرے
شخص کی قسمت میں ہے ÷

پھر جو چیز تیرے پاس نہیں، وہ دو صورتوں سے خالی نہیں،
یا وہ تیری قسمت میں ہے یا تیرے سوا کسی دوسرے کی قسمت میں، پھر
اگر وہ تیری ہے تو تیری طرف آنے والی ہے، اور تو اُس کی طرف
کھنچا جانے والا اور پہنچایا جانے والا ہے، پس اُس کا ملاپ تھوڑے
ہی عرصہ میں تجھے ہونے والا ہے، اور جو چیز تیری نہیں، تو اُس سے
تو موڑا گیا ہے، اور وہ تجھ سے مُنہ پھیرنے والی ہے، تو کہاں سے
تیرا اور اُس کا ملاپ ہوگا، (جب معاملہ ایسا ہے) تو اُس چیز کے
بارہ میں کہ تو اپنے مولا کی فرمانبرداری چھوڑ کر اُس کے پیچھے پڑا
ہُوا ہے، اپنے موجودہ حال و وقت میں ادب کی اچھی طرح نگہداشت
میں لگا رہ، اور اپنا سر مت اُٹھا، اور اپنی گردن خدا تعالےٰ کی
فرمانبرداری کے بغیر دوسری طرف مت جھکا،
خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے، لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا

مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۔ اے محمد!
" اُس چیز کی طرف اپنی آنکھیں مت لگا اور خواہش سے مت دیکھ جس کے ساتھ ہم نے کافروں کے گروہوں کو بہرہ مند کیا، اور دنیا کی زندگی کی سجاوٹ اور تازگی ہم نے بخشی تاکہ ہم انہیں اس میں مبتلا کریں اور آزمائیں، اور تیرے پروردگار کی روزی بہترین اور باقی رہنے والی ہے "

(اس کی تفسیر یہ ہے) بیشک اللہ تعالے نے تجھے اپنی عبادت کے سوا جس میں اُس نے تجھے کھڑا کیا ہے اور تیری قسمت میں لکھی ہے، اور اُس چیز کے سوا جو اُس نے اپنی قسمت، اپنا رزق اور اپنا فضل تجھے عطا کیا ہے، دوسری چیز کی طرف توجہ کرنے سے منع فرمایا ہے، اور تجھے اس بات سے خبردار کیا ہے کہ جو کچھ اُس کے ماسوا ہے وہ آزمائش ہے، جس میں اُس نے کافروں کو مبتلا کیا ہے، اور اپنی قسمت پر تیرا خوش ہو جانا تیرے لئے بہتر، باقی رہنے والا، بڑھنے والا اور بہت ہی مناسب اور بہتر ہے ۔

پس چاہیئے کہ یہی بات تیری عادت، تیری جائے بازگشت اور رہنے کی جگہ، تیرا دستور العمل اور تیری پوشاک، تیری خواہش و جستجو، تیری محبت و آرزو ہو، جس کے ذریعہ سے تو ہر مقصد حاصل کرے، اور تو ہر مقام پر پہنچ جائے، اور ہر نیکی، ہر ناز و نعمت، تازہ انعام، ہر خوشی و شادمانی اور ہر قیمتی چیز کی طرف تیری ترقی ہو،
اللہ تبارک و تعالے فرمایا ہے ۔ وَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ

اَخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ جَزَآءً بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ " پس کوئی شخص اس چیز کو نہیں جانتا جو آنکھوں کی ٹھنڈک سے ان شب بیداروں کے لئے پوشیدہ رکھا گیا ہے یہ اس کام کا بدلہ ہے جو وہ کرتے رہے"۔

پس عبادات پنجگانہ کے بعد کوئی افضل و اکمل عمل نہیں، اور تمام گناہوں کا چھوڑ دینا بہت جامع اور بڑا کام ہے، اور خداوند تعالیٰ کی طرف بہت بلند مرتبہ اور بہت پیارا اور اس کے نزدیک بہت پسندیدہ اس سے زیادہ کوئی عمل نہیں جو میں نے تیرے لئے بیان کیا۔ خداوند تعالیٰ اپنے احسان کے ساتھ ہمیں بھی اور تمہیں بھی اس چیز کی توفیق عطا فرمائے، جسے وہ دوست رکھتا اور پسند کرتا ہے (آمین)۔

۲۵۔ محتاج و مفلس بندے کو خدا تعالیٰ کی رحمت کی تسلّی دینا

اے خالی ہاتھ والے محتاج! اے وہ شخص جس سے دنیا اور دنیاداروں نے منہ پھیر لیا ہے، اے گمنام! اے بھوک کے پیاسے، اے ننگے بدن والے، اے پیاسے جگر والے! اے زمین کی مسجدوں اور ویرانوں کے گوشوں میں پریشان حال والے! اور ہر دروازہ سے راندے ہوئے! اور ہر مراد سے محروم ہو کر مٹی پر لیٹے ہوئے، اور اے وہ شخص جس کے دل میں ہر خواہش اور ہر مطلب اکٹھی ہو گئی اور ٹوٹ چکی ہے! یہ بات ہرگز مت کہو کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے محتاج کر دیا ہے، اور مجھ سے دنیا کو لپیٹ دیا اور تنگ کر دیا ہے، مجھے نیچے گرا دیا ہے، مجھے دشمن بنا لیا ہے، مجھے پریشان کر دیا ہے

میری دلجمعی نہیں کی، اور میری اہانت اور بے عزتی کی ہے اور مجھے دنیا سے کافی روزی عطا نہیں کی، اور مجھے گمنام کر دیا ہے، اور میرا ذکر میرے بھائیوں اور لوگوں کے درمیان بلند نہیں کیا، اور میرے سوا دوسرے کو اُس نے اپنی نعمت پوری اور فراخ دے دی ہے، جس میں وہ دن رات پھرتا ہے، اور اس کو مجھ پر اور میرے ہموطنوں پر فضیلت دی ہے، حالانکہ ہم دونوں مسلمان ہیں، اور ہماری ماں حوّا اور ہمارے باپ آدمؑ نے بہترین مخلوق ہونے میں ہمیں اکٹھا کر دیا ہے (میں اور وہ ایک ماں باپ کی اولاد ہیں) پھر یہ فرق کیوں ہے؟

لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ نے تیرے ساتھ یہ کام اس لئے کیا ہے کہ تیری مٹی اور تیرا اصل بالکل پاک اور آزاد ہے، اور مصائب پر تیرے صبر اور تقدیر پر تیری رضا، اور فعل الٰہی پر تیرے یقین اور اس کے احکام کے ساتھ تیری موافقت اور اس کی صفات پر تیرے علم کی وجہ سے خداوند تعالیٰ کی رحمت کی نمی و طراوت مسلسل تجھ پر پہنچ رہی ہے، پس تیرے ایمان کا درخت اور اُس کا (دل میں) بونا، اور اُس کا بیج مضبوط اور قائم، پختہ اور گھنا، میوہ دار، زیادہ پھل دینے کو تیار، شاخ در شاخ، سایہ دار بلند شاخوں والا ہے، پس وہ ہر روز بڑھتا اور پھیلتا ہے، اور جسے کھاد اور کوڑے کرکٹ کی ضرورت نہیں، جس کے ساتھ اُسے پالا اور پرورش کیا جائے، اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسی حال پر تیرے کام سے فارغ ہو گیا ہے، اور تجھے آخرت میں باقی اور قائم رہنے والا گھر یعنی بہشت

عطا کیا ہے، اور تجھے اس میں مالک بنا دیا ہے، اور آخرت میں عطاؤں اور بخششوں کو اتنا زیادہ کیا ہے، کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہیں، اور نہ کسی کان نے سنی ہیں، اور نہ کسی انسان کے دل پہ گذری ہیں، خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَهُم مِّن قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءً بِمَا يَعْمَلُونَ۔ "پس کوئی شخص اس چیز کو نہیں جانتا جو آنکھوں کی ٹھنڈک سے اُن کے لئے مخفی رکھا گیا ہے (یہ) اس کام کا بدلہ ہے جو وہ کیا کرتے تھے"۔ یعنی دنیا میں خداوند تعالیٰ کے اوامر و احکام کے ادا کرنے میں اور منہیات کو چھوڑنے پر صبر کرنے میں اور مقدر شدہ کاموں میں اپنی باگ ڈور اسی کے سپرد کرنے اور اسی پر چھوڑنے میں اور سب کاموں میں اس کی موافقت کرنے میں مصروف رہے +

لیکن وہ تیرے سوا دوسرا شخص جسے اللہ تعالےٰ نے دنیا کی چیزوں سے عطا کیا اور اُسے مالک بنایا اور اسے انعام و اکرام عطا کیا، اور اپنا فضل اُس پر پورا کر دیا، یہ سب کچھ اس کے ساتھ اس لئے کیا کہ اس کے ایمان کی جگہ شور اور پتھریلی زمین ہے، وہ زمین قریب نہیں کہ اس میں پانی ٹھیرے، اور درخت اُگیں، اور کھیتیاں اور پھلدار درخت اُس میں پرورش پائیں، پھر اُس پر طرح طرح کی کھاد وغیرہ ایسی ڈالی جائے، جس کے ذریعہ سے پودے اور درخت پرورش پائیں، اور وہ کھاد دراصل دنیا اور اس کا حقیر مال و اسباب ہے، تاکہ وہ شخص اس کھاد کے ذریعہ سے اس میں اُگے ہوئے ایمان کے درخت اور اعمال کے پیڑوں کی حفاظت کرلے، پس اگر یہ کھاد اُس زمین میں ڈالنی

چھوڑ دیجائے تو پودے اور درخت خشک ہو جائیں، اور پھل لگنے بند ہو جائیں، اور شہر و دیار اُجڑ جائیں، حالانکہ خدا تعالیٰ دنیا کی آبادی چاہتا ہے، پس دولتمند کے ایمان کے درخت کے اُگنے کی جگہ اور جڑ کمزور ہے، اور اے فقیر! اس چیز سے خالی ہے کہ جسے تیرے ایمان کے درخت نے پُر کر دیا ہے اور دولتمند کے ایمان کے درخت کی طاقت اور باقی رہنا اس چیز کے ساتھ ہے جو اُس کے پاس دنیا اور طرح طرح کی نعمتوں سے تو نے دیکھا ہے، اگر درخت کے کمزور ہونے کے باوجود دنیا اور اُس کی نعمتوں کو وہ ختم کردے، تو درخت سوکھ جائیگا، اور ایمان کفر اور انکار کے ساتھ بدل جائیگا، اور وہ دولتمند، منافقوں، مرتدوں اور کافروں کے ساتھ مل جائیگا، یا اللہ محفوظ رکھ، مگر یہ کہ اللہ تعالےٰ دولتمند کی طرف صبر، رضا، یقین، علم اور قسم قسم کی معرفتوں کے لشکر بھیجدے، اور ان کے ساتھ دولتمند کا ایمان پختہ اور قوی ہو جائے تو اس وقت وہ دولتمند تونگری اور نعمتوں کی پرواہ نہیں کریگا +

۲۶۔ غیر اللہ سے دل کو خالی کرنے کے نتائج

اے سالک! اپنے منہ پر سے برقعہ اور اوڑھنی مت کھول، اس وقت تک کہ تو خلقت سے جدا ہو جائے اور خلقت کے ساتھ تیرا کوئی تعلق نہ رہے، اور ہر حال میں اپنے دل کی پیٹھ اُن کی طرف سے پھیر لے اور تیری خواہش نفسانی زائل ہو جائے، پھر تیرا ارادہ اور آرزو بھی مٹ جائے، اور تو دنیا و آخرت کی تمام ہستیوں سے فانی ہو جائے پس تو ٹوٹے ہوئے برتن کی طرح ہو جائے، اور اپنے پروردگار کے

ارادہ کے سوا کوئی ارادہ تجھ میں باقی نہ رہے، پس تو اپنے رب کے نور سے پُر ہو جائیگا، اور تیرے دل میں تیرے رب کے بغیر کسی کا ٹھکانا اور اندر آنے کا رستہ نہ رہیگا، اور تو اپنے دل کا دربان بنا دیا جائیگا، اور تجھے اللہ تعالیٰ کی توحید، عظمت و کبریائی کی تلوار عطا کی جائیگی، پھر جس شخص کو بھی تو دیکھے گا، کہ وہ تیرے سینہ کے میدان سے تیرے دل کے اندر قریب آرہا ہے، تو اس کا سر کندھوں سے جدا کر دیگا، پس تیرے نفس، تیری خواہش، تیرے ارادہ اور لالچ اور تیری دنیا و آخرت کا سر تیرے نزدیک اونچا نہ ہو، اور پروردگار کے حکم کی پیروی اور اس کے ساتھ قائم رہنے اور اس کی تقدیر پر راضی رہنے بلکہ اُس کی قضا و قدر میں فانی ہو جانے کے سوا نہ کوئی بات سننے میں آئے اور نہ کوئی رائے اور اعتبار ہو جس کی پیروی کیجائے، پس تو پروردگار کا اور اس کے حکم کا بندہ ہوگا، نہ کہ خلقت کا اور اس کی رائے کا غلام ÷

پھر جب یہ کام تجھ میں اسی طرح دائمی، اور پختہ ہو جائیگا، تو تیرے دل کے اردگرد غیرت کے پردے ڈال دئے جائیں گے، اور عظمت و کبریائی کے غایہ کی خندقیں کھودی جائیں گی، اور تیرے دل کے گرد حقیقت اور توحید کے لشکر جمع کر دئے جائیں گے، اور اس کے نزدیک خداوند تعالیٰ کی طرف سے نگہبان کھڑے کر دئے جائینگے، تاکہ خلقت یعنی شیطان اور اس کے وسوسے، نفس، لالچ جھوٹا ارادہ اور خواہش اور جھوٹے دعوے جو بدی کا حکم کرنیوالے نفوس اور طبائع سے پیدا ہونے والے ہیں، اور خواہشات نفسانیہ سے پیدا ہونے والی گمراہیاں تیرے دل کی طرف آنے کا رستہ نہ پائیں ÷

اور اگر تقدیر الٰہی میں یہ مقدّر ہو چکا ہے کہ خلقت تیری طرف آئے اور بار بار تیری طرف آمد و رفت کرے، اور تمام خلقت تیری بزرگی اور ولایت پر اتفاق کر جائے، تاکہ وہ چمکتی روشنی اور روشن نشانات اور حکمت بالغہ حاصل کریں، ظاہرہ کرامتیں اور دائمی خوارق عادات دیکھیں، اور اس کرامات کے مشاہدہ کے ذریعہ سے اپنی فرمانبرداریوں اور مراتب قرب کو اور اپنی کوششوں اور محنت و مشقت کو اپنے پروردگار کی عبادت میں زیادہ کریں، تو اُن سب کی ایذا رسانی سے اور نفس کے اپنی خواہش کی طرف جھکنے سے اور اُس کی خود بینی سے، اور خلقت کی کثرت اطاعت اور اُن کی نگاہ میں اپنی مقبولیت اور تیری طرف اُن کی پوری توجہ پر تیرے نفس کے فخر کرنے اور اپنے آپ کو بڑا سمجھنے سے تیری حفاظت کی جائے گی، (اور ان باتوں سے تیرے پائے استقلال کو لغزش نہ آنے پائے گی)، اور اسی طرح پر اگر حسینہ و جمیلہ بیوی اور اُس کی روزی اور تمام ضروریات زندگی تقدیر الٰہی میں مقدر ہو چکی ہے، تو اُس کی تکلیف و شرارت سے، اور اُس کی اور اُس کے میکے والوں اور رشتہ داروں کی باربرداری سے بھی تجھے محفوظ رکھا جائیگا، (اور خداوند تعالےٰ ان تمام کاموں کا خود کفیل ہو گا) اور وہ بیوی تیرے پاس محض عطیہ رحمانی ہو گی، جس کی ضروریات کا مولا ذمہ دار ہے، وہ عورت برکت والی، موافق، پاکیزہ، کینہ و کدورت، پلیدی، فساد، دشمنی اور غصہ سے اور تیری عدم موجودگی میں خیانت کرنے سے بالکل پاک و صاف ہو جائیگی، پھر اُس وقت وہ اور اُس کے رشتہ دار تیرے مطیع و فرمانبردار ہو جائیں گے،

اور اُس کی ضرورت کا بوجھ تجھ سے اُٹھا دیا جائے گا، اور تجھ سے اُسکی تکلیف دور کر دی جائے گی، اور اگر اُس بیوی کے بطن سے تیرے لئے فرزند مقدر ہو چکا ہے، تو وہ نیک، پاکیزہ اولاد اور آنکھوں کی ٹھنڈک ہوگا، (جیسا کہ) اللہ تعالےٰ فرمایا ہے، وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ یعنی " زکریا علیہ السلام کے لئے ہم نے اُس کی بیوی کو مناسب اور شائستہ کر دیا، اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے وَهَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْیُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا۔" اور (اے ہمارے پروردگار) ہمیں ہماری بیویوں اور ہماری اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا۔" اور اللہ تعالیٰ کا کلام ہے (اور زکریا علیہ السلام کی دعا) وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِیًّا۔" اور اے میرے پروردگار اس بچہ کو اپنی مرضی کا بنا۔" اور ان دعاؤں کو کام میں لایا جائیگا، جو ان آیات میں بیان ہوئی ہیں، یعنی یہ دعائیں اور یہ انعامات برمحل اور اپنے اہل لوگوں کے لئے ہیں، اور بہترین شخص جس کو ایسی نعمتیں عطا ہوں اور اس کے ساتھ ان انعامات کے عطیہ کا سلوک کیا جائے اور یہ نعمتیں اُس کے سامنے لائی جائیں، وہ ہے جو اس مرتبہ کے لائق ہو، اور اس مقام پر اُسے کھڑا کیا جائے، اور فضیلت قرب سے اُس کے واسطے مقدر کر دیا جائے۔

اور اسی طرح یہ اگر دنیا کی کسی چیز کا آنا تقدیر میں لکھا گیا ہے تو وقت آنے پر نقصان و دکھ نہ دیگی (پس جب خلقت، خواہش اور ارادہ اور لالچ وغیرہ سے پورا قطع تعلق ہو جائیگا، تو اُس وقت اُس کا

حاصل ہوتا ہے ضرر رہو گا)۔

پس دنیا کی وہ چیز جو تیری قسمت میں ہے، اس کے حاصل کئے بغیر اور تیرے لئے خدا تعالیٰ کے فعل وارادہ کے ساتھ پاک و صاف کر دینے اور اس کے حاصل کرنے کا حکم وارد ہونے کے سوا کوئی چارہ نہیں، پس تو حکم کی فرمانبرداری کرتے ہوئے اس کو حاصل کریگا، اور اس کے حصول پر تجھے ثواب و بدلہ دیا جائیگا، جیسے فرض نماز و روزہ پر تجھے ثواب ملتا ہے۔

اور دنیا کی وہ چیز جو تیری قسمت میں نہیں، اسے دنیاداروں یعنی دوستوں، پڑوسیوں، بھائیوں، اور ان میں سے حقدار محتاجوں اور تقسیم[1] کے حقداروں پر وقت اور حال کے تقاضا کے مطابق تجھے خرچ کرنے کا حکم کیا جائیگا، پس تو حالات کو جانچ لیگا اور ان کی تمیز کر لیگا کہ کسے دینا مناسب ہے اور کسے نہیں؟ کیونکہ دیکھنے اور سننے میں فرق ہے، پس اس وقت تیرا کام ایسا درست اور پاکیزہ و صاف ہو گا جس پر گرد و غبار، شک و شبہ، نیک و بد کی آمیزش اور شک و ریب ہرگز نہ ہو گا، پس صبر اختیار کر، تقدیر پر راضی رہ، اپنے حال کی حفاظت کر، گمنام اور لاپتہ ہو گا، آرام و سکون اختیار کر، خاموش رہ، پرہیز کر اور ڈر، (نقصان پہنچانے والی چیزوں سے) دور بھاگ جا، صرف خداوند تعالیٰ سے التجا کرتا رہ، سر جھکائے اور آنکھیں بند کئے رکھ، اور شرم و حیا اختیار کر حتی کہ نوشتۂ تقدیر اپنی مدت کو

---

[1] یعنی وہ لوگ جن کے لئے خدا تعالیٰ نے زکوٰۃ و صدقات کے خرچ کرنے کا حکم فرمایا ہے جیسے فقیر، مسکین، مسافر، قرضدار وغیرہ ۱۲

پہنچ جائے، پس اس وقت تیرا ہاتھ پکڑ کر مجھے آگے کر دیا جائے گا، اور تجھ سے تیری تکالیف و مصائب دور کر دی جائیں گی، پھر تجھے بزرگیوں احسانوں، اور رحمت کے دریاؤں میں غرق کر دیا جائیگا، اور تجھے انوار واسرار اور عجیب غریب لدنی علموں کے لباس پہنائے جائینگے، اور تجھے بارگاہ الٰہی کا مقرب بنادیا جائیگا، اور ہر جگہ تیرا ہی چرچا ہو گا، اور تیری ہی باتیں ہوا کریں گی، اور تو نعمتیں دیا جائیگا، اور دولتمند کر دیا جائیگا، اور بہادر بنادیا جائے گا، اور مراتب عالیہ پر بلند کیا جائیگا، اور خداوند تعالیٰ کی طرف سے تجھے اس خطاب کے ساتھ اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ (بے شک تو آج ہمارے نزدیک بلند مرتبہ امانت دار ہے) مخاطب کیا جائے گا ؛

پس اس وقت حضرت یوسف صدیق علیہ السلام کی حالت کا قیاس کر لے، جبکہ وہ مصر کے بادشاہ، سردار اور فرعون کی زبان پر اسی خطاب کے ساتھ مخاطب کئے گئے تھے، بادشاہ کی زبان اس خطاب کی گویا اور بیان کرنے والی تھی، اور سمجھنے والوں کی زبان پر یہ خطاب کرنیوالا خود اللہ تعالیٰ تھا، اور ظاہر ملک جو مصر ہے، اور نفس کا ملک اور علم و معرفت اور قرب و خصوصیت کی سلطنت اور خداوند تعالیٰ کے نزدیک مراتب کی بلندی یوسف علیہ السلام کے سپرد کر دی گئی ؛

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ يَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَاءُ " اور اسی طرح زمین یعنی مصر کے ملک میں یوسف علیہ السلام کو ہم نے تمکین اور مرتبہ عطا کیا زمین سے جہاں کہیں چاہتے اپنا ڈیرا لگاتے "۔ اور نفس کی سلطنت عطا کرنے کے

متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کَذٰلِکَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَ الْفَحْشَآءَ ؕ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِیْنَ " اور اسی طرح ہم اُس سے برائیاں اور بے حیائیاں پھیرتے اور دور کرتے ہیں، یقیناً وہ ہمارے مخلص بندوں سے ہے"۔ اور علم کی سلطنت کے بارہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کی زبان سے خداوند تعالیٰ نے فرمایا۔ ذٰلِکُمَا مِمَّا عَلَّمَنِیْ رَبِّیْ ؕ اِنِّیْ تَرَکْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ " تم دونوں کے خوابوں کی تعبیر اُن تمام باتوں سے ہے جو میرے پروردگار نے مجھے سکھائیں، میں نے اُس قوم کا طور و طریقہ چھوڑ دیا ہے جو اللہ تعالےٰ پر ایمان نہیں لاتے"۔

پس اے صدیق بزرگ! جب تو اس خطاب کے ساتھ مخاطب کیا جائیگا تو بزرگ علم سے تجھے پورا حصہ عطا کیا جائیگا، اور توفیق الٰہی اور احسانات اور طاقت و توانائی اور نفس پر اور اس کے علاوہ تمام چیزوں پر عام حکومت اور فرمانروائی اور رب کائنات کی اجازت سے چیزوں کے پیدا کرنے کی مبارک باد آخرت سے پہلے دنیا ہی میں تجھے دے دی جائے گی، لیکن عاقبت میں دارالسلام اور بہشت بریں میں خداوند قدوس کی ذات کا دیدار مزید برآں اور احسان ہو گا، اور وہ دیدار الٰہی وہ خواہش ہے جس کی انتہا اور اخیر نہیں، (اور نہ ہی اُس سے بڑھ کر کوئی نعمت ہے)۔

۲۷۔ نیکی و بدی کا حال اور اُن کی مثال

اے سالک! نیکی اور بدی کو ایک ہی درخت کی دو شاخوں کے دو پھل قیاس کر، ایک شاخ تو میٹھا پھل دیتی ہے اور دوسری کڑوا۔ پھر زمین کے اُن اطراف و اکناف اور ملکوں اور شہروں کو چھوڑ دے جہاں اُس درخت سے چنتے ہوئے یہ پھل بھیجے جاتے ہیں، اور اُن شہروں اور اُن کے باشندوں سے دُور ہو جا، اور درخت کے قریب آ، اور اُسی درخت کا نگہبان اور خادم اور اُس کے قریب کھڑا رہنے والا بن جا، اور دونوں شاخوں، دونوں پھلوں اور دونوں طرفوں یعنی کڑوے میٹھے کو اچھی طرح پہچان لے، اور سمجھ لے، پھر میٹھا پھل دینے والی شاخ کی طرف مائل ہو جا، پس اس وقت اُسی میٹھا پھل دینے والی شاخ سے تیری قوت ہو جائے گی اور دوسری کڑوا پھل دینے والی شاخ کی طرف آنے سے پرہیز کر، ورنہ اُس کی تلخی تجھے ہلاک کر دیگی، پس جب تو اسی طریقہ پر ہمیشہ قائم رہا، تو آرام و آسائش میں اور تمام آفات سے سلامت رہے گا، کیونکہ آفات اور طرح طرح کی مصیبتیں اسی کڑوے پھل سے پیدا ہوتی ہیں ؛

اور جب تو اُس درخت سے دُور اور غائب ہو، اور زمین کے اطراف میں حیران و پریشان پھرنے لگے، اور تیرے سامنے یہی پھل پیش کئے جائیں، اور وہ آپس میں ملے جلے ہوں، اور میٹھے کڑوے کی تمیز نہ ہو، اور تو انہیں کھانے کے لئے پکڑ لے ؛ تو کبھی ایسا بھی ہو گا، کہ تیرا ہاتھ

کڑوے پھل پر پڑ جائے، اور تو اپنے منہ کے قریب لائے، اور اُس سے تھوڑا سا کھا بھی لے، اور چبا جائے، تو اُس کی تلخی تیرے گلے کے اندر، تیرے دماغ، حلقوم اور نتھنوں میں سرایت کر جائے، اور تیری رگوں اور جسم کے جوڑ جوڑ میں چلی جائے، تو اُس سے تو ہلاک ہو جائے گا، اور باقی کڑوے پھل کو اپنے منہ سے باہر پھینک دینا، اور اُس کے اثر کو بھی دھو ڈالنا تجھ سے اُس تکلیف کو دُور نہ کر سکے گا، جو تیرے جسم میں اثر کر چکی ہے، اور تجھے کوئی فائدہ نہ دے گا ÷

اور اگر تو نے پہلے ہی میٹھے پھل کو کھا لیا، اور اُس کی مٹھاس تیرے جسم کی رگ رگ میں اثر کر گئی اور اُس سے تو نے نفع حاصل کیا اور تو اُس سے خوش ہو گیا، پھر وہ پھل تیرے لئے کافی نہ ہُوا (اور تجھے اور پھل کھانے کی ضرورت پڑی) تو یہ ضروری ہے کہ اُس میٹھے پھل کے سوا دُوسرے کو پکڑے اور کھائے، تو تو اُس بات سے نہیں بچ سکتا کہ وہ دوسرا پھل کڑوا ہو، اور تجھے وہی حالت پیش آ جائے، جس کا میں نے تیرے لئے ذکر کیا ہے (یعنی کڑوے پھل کا کھانا تجھے دُکھ دیگا) پس درخت سے دُور رہنے اور اُس کے پھل سے بیخبر رہنے میں کوئی بھلائی نہیں، اور سلامتی و آسائش اُس کے قریب رہنے میں اور اُس کے ساتھ قیام کرنے اور ٹھیرنے میں ہے ÷

پس نیکی اور بدی اللہ تعالےٰ کا فعل ہے اور وہی اُن کا پیدا کرنے والا اور چلانے والا ہے، اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے، وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ۔" اور تمہیں بھی اور اُن کاموں کو بھی جو تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے"۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے فرمایا" اللہ تعالیٰ نے ذبح کرنے والے کو اور اُن بکریوں کو (جو ذبح کرتا ہے) پیدا کیا ہے"۔ اور بندوں کے اعمال اللہ تعالیٰ کے پیدا کئے ہوئے ہیں، بندے اُن کے کرنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ "اُن اعمال کے بدلے میں جو تم دنیا میں کیا کرتے تھے، بہشت میں داخل ہو جاؤ"۔ سبحان اللہ! وہ عجیب رحیم و کریم ہے، عمل یعنی نیکی و بدی کے کرنے کو بندوں کے ساتھ منسوب کیا اور فرمایا کہ اپنے عمل کے ذریعہ سے بہشت میں داخل ہونے کے حق دار ہو گئے، حالانکہ بہشت میں داخل ہونا بھی تو اُسی کی توفیق اعمال اور رحمت سے ہے، حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "کوئی شخص اپنے عمل کے ذریعہ سے بہشت میں داخل نہ ہوگا، تو آپ سے کہا گیا، یا رسول اللہ! کیا آپ بھی اپنے اعمال کے ذریعہ سے بہشت میں داخل نہ ہونگے؟ تو آپ نے فرمایا، اور میں بھی داخل نہ ہونگا، مگر یہ کہ خدا تعالےٰ اپنی رحمت سے مجھے ڈھانپ لے، پھر آپ نے اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھ دیا، یہ روایت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں وارد ہوئی ہے۔

پھر جب تو اللہ کا فرمانبردار اور اُس کے حکم کی تعمیل کرنے والا، اور اس کی ممنوعات سے باز رہنے والا، اور اس کی تقدیر کو تسلیم کرنے والا بن گیا، تو وہ تجھے اپنی پیدا کی ہوئی بُرائی سے محفوظ رکھیگا، اور تجھ پر اپنی پیدا کردہ نیکی کی فراوانی کردیگا، اور دین و دنیا کی تمام کی تمام برائیوں سے تجھے نگاہ رکھیگا، لیکن دین کی بُرائیوں سے اس طرح محفوظ رکھیگا، جیسا کہ اُس نے فرمایا، كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ

السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِیْنَ۔" اسی طرح ہم کیا کرتے ہیں تاکہ ہم یوسف علیہ السلام سے بُرائیاں اُور بے حیائیاں پھیر دیں، بے شک وہ ہمارے مخلص بندوں سے تھے"۔ اور لیکن دنیا کی برائیوں سے اس طرح محفوظ رکھے گا، جیسا کہ اُس نے فرمایا مَا یَفْعَلُ اللّٰہُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ۔" اگر تم شکر بجا لائے اور ایماندار بن گئے تو خدا تعالےٰ تمہیں سزا دے کر کیا کرے گا"۔ شکر گذار مومن کے پاس بلا و مصیبت آکر کیا کرے گی؟ اور وہ بلا و مصیبت کی نسبت آرام و آسائش کے زیادہ قریب ہے، کیونکہ اُس کے انعامات زیادہ ہوتے جارہے ہیں، اس لئے کہ وہ شاکر گذار ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ، " اگر تم نے شکر کیا تو میں اور زیادہ انعامات ضرور عطا کروں گا"۔ پس (جب) تیرا ایمان آخرت میں اُس دوزخ کے شعلوں کو بجھا دیگا جو ہر گنہگار کی سزا ہے، تو کس طرح بلا و مصیبت کی آگ کو نہیں بجھاتا، یا اللہ اپنی حفظ و امان میں رکھیو +

مگر اس بندے کے لئے بلا و مصیبت کا آنا ضروری ہے جو مجذوب ہوا (یعنی جن کو خدا تعالیٰ نے اپنی طرف کھینچ لیا ہو) اور اُن لوگوں میں سے جن کو اللہ تعالےٰ نے اپنی دوستی کے لئے چن لیا ہے، اور برگزیدہ بندوں میں سے ہو گیا ہو، تو بلا و مصیبت سے اُسے کوئی چارہ نہیں، اور بلا کا آنا ضروری ہے، تاکہ اُس بندے کو حرص و لالچ کی میل کچیل سے اور خواہشات نفسانیہ اور اُن کی لذتوں کی طرف توجہ کرنے سے، اور خلقت کی طرف آرام پانے سے، اور اُن کی صحبت سے خوش ہونے سے اور اُن کی طرف سکون کرنے اور اُن کے ساتھ میل جول رکھنے اور

فرحت حاصل کرنے سے پاک و صاف کر دیا جائے، پس وہ بندہ بلا و مصیبت میں گرفتار کر دیا جاتا ہے، حتی کہ سب آلائشیں اور کدورتیں پگھل جاتی اور نکل جاتی ہیں، اور ان سب کے جاتے رہنے کے ساتھ ہی دل پاک و پاکیزہ تر ہو جاتا ہے، اور پروردگار کی توحید اور حق تعالیٰ کی معرفت اور غیب یعنی طرح طرح کے اسرار و علوم اور قرب کے انوار کے وارد ہونے کے مقامات باقی رہ جاتے ہیں، کیونکہ وہ دل ایک گھر ہے جس میں دو آدمی نہیں سما سکتے، (جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا) مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِي جَوْفِهٖ "اللہ تعالیٰ نے ایک آدمی کے سینہ میں دو دل نہیں بنائے"۔ (اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا) اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً "بے شک بادشاہ جب کسی گاؤں میں داخل ہوتے ہیں تو اُسے اجاڑ دیتے ہیں اور اس کے رہنے والے معزز اور سرکش آدمیوں کو ذلیل و خوار اور نرم طبع بنا دیتے ہیں" (اس کی تفسیر یہ ہے) کہ اس کے معزز باشندوں کو عمدہ گھروں اور ناز و نعمت کی زندگی سے نکال دیتے ہیں، (اس سے پہلے) دل پر شیطان لعین اور لالچ و حرص اور نفس کی حکمرانی تھی، اور اعضاء و جوارح اُن کے حکم پر طرح طرح کے گناہوں اور باطل کاموں اور گمراہیوں میں حرکت کرتے تھے، پھر یہ شیطان وغیرہ کی حکمرانی جاتی رہی، اور اعضا حرکت سے ٹھیر گئے، اور بادشاہ کا گھر یعنی دل خالی ہو گیا، اور گھر کا صحن یعنی سینہ پاک و صاف ہو گیا، پھر دل تو توحید، معرفت اور علم کا مسکن اور ٹھکانا بن گیا، اور سینہ غیب کے عجائبات اور وارد ہونے والے علوم کے اترنے کی

جگہ، یہ سب کچھ بلاو مصیبت کا نتیجہ اور اُس کا پھل ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے "بیشک ہم انبیا کا گروہ عام لوگوں میں سے سب سے زیادہ بلاو مصیبت میں مبتلا ہے، پھر درجہ وار اس میں کمی واقع ہوتی ہے" اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "میں تم سب سے زیادہ خدا تعالٰے کو پہچاننے والا اور اس کا خوف زیادہ رکھنے والا ہوں" پس جو شخص بادشاہ کے زیادہ قریب ہے اُس کا خطرہ اور ڈر بھی زیادہ سخت ہے کیونکہ وہ ہمیشہ بادشاہ کی نگاہ میں رہتا ہے، اس کا کاروبار اور اُسکی حرکات اور اُس کی نگاہیں اس پر چھپی نہیں، پس اگر تو (اعتراض کے طور پر) کہے کہ تمام مخلوقات خدا تعالیٰ کے نزدیک ایک آدمی جیسی ہے، تو اس کلام کا کیا فائدہ (تو جواب کے طور پر) تجھے کہا جائیگا، کہ جب اُس بندے کا مرتبہ بلند ہو گیا، اور اس کا مرتبہ اعلے اور بزرگ ہو گیا، تو اُس کا خطرہ بھی زیادہ ہو گیا، کیونکہ اسے اس چیز کا شکر کرنا بھی لازمی ہے، جس کا خداوند تعالیٰ نے اپنے فضل اور بڑی نعمت سے اُس پر انعام کیا ہے، پس اسکی خدمت سے تھوڑی بے توجہی کرنا اُس کے شکر میں کمی و نقصان ہے، اور یہ اُس کی فرمانبرداری میں کمی ہے، (چنانچہ) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ مَنۡ یَّاۡتِ مِنۡکُنَّ بِفَاحِشَۃٍ مُّبَیِّنَۃٍ یُّضٰعَفۡ لَهَا الۡعَذَابُ ضِعۡفَیۡنِ (اے نبی کی بی بیو! جو کوئی بھی تم سے ظاہرہ بے حیائی کریگی، اُسے دو گنی سزا دیجائے گی)" یہ وعید انہیں اس لئے کی گئی، کہ انہیں نبی کے ساتھ متصل کر دینے سے نعمت پوری کر دی گئی تھی، پس اُس شخص کا حال کیسا ہے، جو اللہ تعالے کا وصل اور اس کا مقرب بن گیا، خداوند تعالے اپنی خلقت کے مثل و مانند ہونے سے بہت ہی بلند

اعلیٰ ہے، اور اُس کی مانند کوئی چیز نہیں اور وہ سننے والا جاننے والا ہے ؛

۲۸- مجاہدہ وریاضت

اے سالک! کیا تو آرام و خوشی، آسائش و شادمانی، امن و آرام اور ناز و نعمت چاہتا ہے؟ حالانکہ تو ابھی پگھلانے اور گلانے کے لئے، اور نفس کے مارنے اور حرص و ہوا کے ساتھ جہاد کرنے کے لیۓ اور دنیا و آخرت کے بدلوں اور مرادوں کے دُور کرنے کے لئے لوہاروں کی بھٹی میں پڑا ہے، اور ان چیزوں کا کچھ بچا کھچا تجھ میں باقی ہے، جو معلوم اور ظاہر ہو رہا ہے، اے جلدباز! آہستہ چل، اور اے مطلب براری کے منتظر! آہستہ اور نرم ہو، اِن مرادوں اور بدلوں کے دُور ہونے تک قربِ الٰہی کا دروازہ بند ہے، حالانکہ اِن مرادوں کا بقیہ حصّہ تجھ میں باقی ہے، اور ان کا ایک ذرّہ تجھ میں موجود ہے، (جب تک تمام مرادیں، بدلے اور حرص و ہوا پورے طور پر فنا نہ ہو جائیں گے، قرب کا دروازہ نہیں کھلیگا) کیونکہ مکاتب[1] اُس وقت تک غلام ہی ہے جب تک کہ اُس پر ایک درم بھی باقی ہے ؛

اور تو اُس قربِ الٰہی کے دروازہ سے اس وقت تک روکا گیا ہے، جب تک تجھ پر دنیا میں سے کھجور کی گٹھلی کے چوسنے کی مقدار بھی باقی

---

[1] مکاتب اُس غلام کو کہتے ہیں کہ جس کو اُس کے مالک نے یہ کہدیا ہو کہ تم اپنی قیمت خود ادا کرکے آزاد ہو سکتے ہو، وہ اپنی قیمت خود ادا کرتا ہے ؛

ہے، تیری حرص و ہوا، تیری مراد و آرزو، اور دنیا کی چیزوں میں سے کسی چیز کی طرف تیرے نظر کرنے اور ان میں سے کسی چیز کی خواہش کرنے اور دنیا و آخرت کے بدلوں میں سے کسی چیز کی طرف تیرے خواہشمند ہوتے کا نام ہی دنیا ہے، پس جب تک تجھ میں ان چیزوں میں سے کچھ موجود ہے، اس وقت تک تو فنا کے دروازہ میں کھڑا ہے، پس ٹھیر جا اور صبر کر، تاکہ فنا پوری طرح پر حاصل ہو جائے، اور تو تکبر و غرور سے نکل جائے، اور تیرا پگھلانا اور سانچے میں ڈالنا مکمل ہو جائے، اور تجھے آراستہ و پیراستہ کر دیا جائے، اور تجھے پوشاک پہنادی جائے اور تجھے معطر کر دیا جائے، اور تجھے خوشبودار چیزوں کی دھونی دی جائے، پھر تجھے شہنشاہ کے دربار کی طرف پہنچا دیا جائے، اور تجھے بادشاہ سے یہ خطاب مل جائے، اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِينٌ اَمِيْنٌ (یعنی تو آج ہمارے نزدیک معزز امانت دار ہے) پھر تو آرام یافتہ ہو جائے گا، اور تیرے ساتھ نرمی اور نیکی کی جائے گی، اور فضل و کرم سے تجھے کھلایا پلایا جائے گا، اور تو مقرب اور نزدیک کر لیا جائے گا، اور تجھے بھیدوں پر اطلاع دیجائیگی اور وہ بھید تجھ سے پوشیدہ نہیں رہیں گے، پس تو ان چیزوں کے باعث جو تجھے عطا کی جائیں گی، تمام چیزوں سے بے نیاز کر دیا جائے گا÷

کیا تو نے اُن سونے کے ٹکڑوں کو نہیں دیکھا، جو عطاروں، سبزی فروشوں، قصابوں، چمڑنگوں، تیلیوں، خاکروبوں، اور شریف پیشہ وروں اور رذیل کسب داروں کے ہاتھوں میں بکھرے

ہوئے غیر محفوظ صبح و شام پھر رہے ہیں، پھر اُن سونے کے ٹکڑوں کو جمع کیا جاتا، اور سنار کی کٹھالی میں ڈال دیا جاتا ہے، اور وہاں اُن پر آگ جلا کر انہیں پگھلایا جاتا ہے، پھر کٹھالی سے نکال کر ہتھوڑے سے کوٹا جاتا ہے اور نرم کیا جاتا ہے، اور نرم و قابل بنا دیا جاتا ہے، پھر انہیں سانچے میں درست کیا جاتا ہے، اور زیور بنا لیا جاتا ہے، پھر اُس پر صیقل کی جاتی اور خوشبو لگائی جاتی ہے، اور عمدہ جگہوں اور مکانوں میں تالوں کے اندر اور خزانوں، صندوقوں، اور تنگ و تاریک جگہوں میں رکھ دیا جاتا ہے، یا وہ زیور دلہن کو پہنایا جاتا ہے، اور زینت دیجاتی اور عزت کی جاتی ہے، اور کبھی وہ عورت شہنشاہ کی ہی کی دُلہن ہوتی ہے، پس وہ سونے کے ٹکڑے (اس طریقہ سے) پگھلانے اور کوٹنے کے بعد دباغت گروں کے ہاتھوں سے بادشاہ کے پاس اور اُس کے دربار میں پہنچائے جاتے ہیں *

پس اے مومن! تو بھی اسی طرح ہے، جب تو نے تقدیر کی گذرگاہوں پر صبر کیا، اور ہر حال میں قضائے الٰہی پر راضی ہو گیا تو دنیا میں تو اپنے مولا کے قریب کر دیا جائیگا، اور معرفت و علوم و اسرار الٰہیہ سے تجھے انعام دیا جائیگا، اور آخرت میں بہشت کے اندر صدیقین، شہداء، اور صالحین کے ساتھ خداوند تعالیٰ کے پڑوس میں اور اُس کے گھر میں اس کے نزدیک اور اُس کی محبت کے ساتھ تجھے جگہ دیجائے گی، پس صبر کر، اور جلدی مت کر، اور قضا الٰہی پر راضی رہ، اور خداوند تعالےٰ پر (بلا و مصیبت کے

نزول کی وجہ سے، تہمت مت لگا، تو اُس کی عفو و بخشش کی ٹھنڈک اور اُس کی معرفت، لطف و کرم و احسان کی حلاوت تجھ پر چھا جائے گی ؛

۲۹۔ حدیث کَادَ الْفَقْرُ اَنْ یَّکُوْنَ کُفْرًا کی تفسیر

حدیث کا ترجمہ "مفلسی قریب ہے کہ کفر میں گر جانے کا سبب بن جائے" ؛

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اس حدیث کی تفسیر میں ارشاد فرمایا :۔

(۱) بندہ خدا تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے، اور اپنے کاموں کو خدا کے سپرد کر دیتا ہے، اور اسی کی طرف سے رزق کے آسانی سے پہنچنے کا یقین رکھتا ہے، اور یہ بھی یقین رکھتا ہے، کہ جو کچھ اُسے پہنچ رہا ہے، اُس میں خطا نہ ہوگی اور ضرور پہنچتا رہے گا، اور جو چیز خطا ہو گئی ہے اور نہیں پہنچی، وہ اُسے نہیں ملے گی، اور یہ بھی اعتقاد رکھتا ہے، "وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا وَّیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ۔ اور جو شخص اللہ سے ڈرے اور پرہیزگار بن جائے، خدا تعالیٰ اُس کے لئے ہر تکلیف و مصیبت سے نکلنے کا رستہ بنا دیتا ہے، اور ایسی جگہ سے اُس کو رزق عطا کرتا ہے جہاں سے اُس کا وہم و گمان بھی نہ ہو" ۔ وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ۔" اور جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھتا ہے، تو وہ اُس کے لئے کافی ہے"۔ اُسے محتاج نہ کریگا، اور بندہ عافیت و آرام کی حالت

میں یہی اعتقاد رکھتا ہے اور یہی کہا رہتا ہے، پھر خدا تعالیٰ اُس بندہ کو بلا و مصیبت اور مفلسی و فقیری میں مبتلا کر دیتا ہے، اور وہ بندہ اللہ تعالےٰ سے عاجزی کرنا اور مانگنا شروع کر دیتا ہے، پھر خدا تعالےٰ اُس کی مصیبت اور مفلسی دور نہیں کرتا (اور اس کا ایمان اور اعتقاد و یقین کمزور ہو جاتا ہے) پس اُس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ قول کَادَ الْفَقْرُ اَنْ یَّکُوْنَ کُفْرًا ٹھیک ثابت ہو جاتا ہے ؀

پھر اللہ تبارک و تعالےٰ جس بندے پر مہربانی و رحم کرنا چاہے، تو اُس کی تکلیف و مصیبت اور مفلسی کو دُور کر دیتا ہے، اور اُسے عافیت و سلامتی اور دولتمندی عطا کرتا ہے، اور اُسے شکر اور حمد و ثنا کی توفیق دے دیتا ہے، پس اُس کا حال مرنے تک ہمیشہ اسی طرح رہتا ہے

(۲) اور اللہ تعالےٰ جس بندے کی آزمائش کرنا چاہے، اُس کی مصیبت اور فقیری ہمیشہ رکھتا ہے، پھر اُس سے اُس کے ایمان کی مدد ٹوٹ جاتی ہے اور بندہ خداوند تعالےٰ پر تہمت باندھنے اور اعتراض کرنے اور اُس کے وعدے میں شک لانے کی وجہ سے کافر ہو جاتا ہے، اور اللہ تعالےٰ کے ساتھ کفر کرتا ہوا اور اُس کی آیات کا انکار کرتا ہوا اپنے پروردگار پر سخت ناراضگی کی حالت میں مرجاتا ہے ؀

اسی بات کی طرف حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشارہ کیا ہے، "بیشک قیامت کے دن تمام لوگوں میں سے سب سے زیادہ اور سخت عذاب اُس شخص کو ہو گا جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے دنیا کی تنگدستی اور آخرت کا عذاب دونوں جمع کر دیئے ہوں، ہم اس سے

خدا تعالےٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔ اور وہ خدا تعالےٰ کو فراموش کر دینے والی تنگدستی ہے، جس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پناہ مانگی ہے۔

(۳) اور تیسرا وہ شخص ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے (ظاہری و باطنی نعمتوں کے ساتھ) برگزیدہ کر لینا چاہا، اور اس کو اپنے دربار کے خاص آدمیوں اور دوستوں سے اور اپنے انبیا کا وارث، اور اپنے ولیوں کا سردار، اور اپنے بزرگ بندوں، اور ان کے عالموں، داناؤں اور سفارش کرنے والوں سے، اور خلقت کا نگران اور اُن کا پیشوا و استاد، اور مولا کی طرف اُن کا راہبر اور ہدایت کے روشن رستہ کی طرف اور ہلاکت کے رستہ سے بچانے کے لئے اُن کا راہنما بنا دیا، تو اُس کی طرف صبر کے پہاڑ اور رضا کے دریا بھیجدیئے اور مولا کریم کے فعل میں فانی ہو جانا اور اُس کے ساتھ موافقت عطا فرمائی، پھر اللہ تعالےٰ عطائے کثیر سے اُسے پالیتا ہے، اور دن رات خلوت و جلوت میں، کبھی ظاہر میں اور کبھی باطن میں طرح طرح کی مہربانیوں اور قسم قسم کے عطیات سے ناز و نعمت میں اُس کی پرورش کرتا ہے، پس اس بندے کی یہ بہترین حالت مرنے تک قائم رہتی ہے +

۳۰۔ بے صبری چھوڑ کر صبر اختیار کرنا صبر کا ثواب اور نتیجہ

اے مومن! بڑے تعجب کی بات ہے کہ تو کہتا ہے کہ میں کیا کام حیلہ اور تدبیر کروں کہ جس سے میں مطلب حاصل کر لوں اور نہ مجھے ہر کام میں آسانی اور کشائش ہو جائے، (اس کے جواب میں) تجھے کہا جاتا ہے، کہ اپنی جگہ

پر ٹھیر جا (جہاں مولائے کریم کی مرضی اور شریعت کا حکم ہے) اور اپنی حد سے باہر نہ نکل، حتیٰ کہ اُس ذاتِ واجب الوجود کی طرف سے آسانی اور کامرانی تجھے حاصل ہو جائے، جس نے تجھے اپنی موجودہ حالت پر قائم رہنے کا حکم فرمایا ہے،

اللہ تبارک تعالیٰ نے فرمایا ہے، یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ "اے ایمان والو! مصیبتوں پر صبر کرو، اور جہاد کی سختیوں پر صبر کر کے دشمنانِ دین پر غالب آجاؤ، اور دشمنانِ اسلام کے ساتھ جہاد کرنے کے لئے گھوڑے باندھو، (اور اپنے نفس کو خداوند تعالیٰ کی فرمانبرداری میں جکڑ دو) اور خدا تعالیٰ سے ڈرو"۔

(اس کی تفسیر یہ ہے) اے مومن! خدا تعالیٰ نے تجھے صبر کا حکم دیا ہے، پھر صبر میں مبالغہ کرنے اور اس میں دل لگانے اور اس کی حفاظت کرنے اور اس پر قائم رہنے کا حکم فرمایا، پھر صبر کے چھوڑنے سے ڈرایا اور فرمایا کہ اس کے چھوڑنے میں خدا تعالیٰ سے ڈرو، یعنی صبر کو ہرگز نہ چھوڑو، کیونکہ خیریت اور سلامتی صبر میں ہے، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "ایمان کے ساتھ صبر کی وہی نسبت ہے جو جسم کے ساتھ سر کو، (یعنی جس طرح سر کے بغیر جسم زندہ نہیں رہتا، اسی طرح صبر کے بغیر ایمان بھی قائم نہیں رہتا) اور کہا گیا ہے، کہ ہر چیز کا ثواب مقرر ہے، مگر صبر کا ثواب یقیناً بے انداز ہے، جس کی کوئی مقدار مقرر نہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ یعنی "سوائے اس کے

ہیں کہ صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بے شمار پورا پورا دیا جائیگا ؛
پس جب تو صبر کی حفاظت اور شرعی حدود کی نگہداشت میں خدا تعالےٰ
سے ڈر گیا، اور پرہیزگار بن گیا، تو اللہ تعالیٰ اس چیز کو تیرے لئے
پوری پوری خرچ کر دے گا جس کا اس نے اپنی کتاب عزیز میں
تیرے ساتھ وعدہ کیا ہے، وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ
مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ "یعنی جو شخص
اللہ تعالےٰ سے ڈرتا ہے، وہ اس کے لئے مصیبتوں سے نکلنے کا رستہ
بنا دیتا ہے، اور اُسے ایسی جگہ سے روزی عطا کرتا ہے جہاں سے
اس کا وہم و گمان بھی نہ ہو" ۔ اور تو آسانی اور فراخی حاصل ہونے تک
صبر کرنے کی وجہ سے توکل کرنے والے گروہ میں شمار ہوگا ۔ اور بیشک
اللہ تعالیٰ نے مشکلات آسان کرنے اور تمام حاجات کے پورا کرنے کا
تیرے ساتھ وعدہ فرمایا ہے، اور ارشاد کیا ہے، وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ
عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ " اور جس نے اللہ تعالےٰ پر بھروسہ کیا
تو وہ اللہ تعالیٰ اُس کے لئے کافی ہے" اور تو اپنے صبر و توکل کے ساتھ
محسنین میں سے ہو جائیگا (جو خداوند تعالیٰ کے حضوری ہیں اور
اس کو ہر وقت اپنی نظروں کے سامنے پاتے ہیں) اور خداوند تعالیٰ
نے تیرے ساتھ احسان کا بدلہ دینے کا وعدہ کیا ہے ۔ اور فرمایا ہے
وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ " اور اسی طرح ہم احسان کرنیوالوں
(یعنی خدا تعالیٰ کے حضور میں رہنے والوں) کو بدلہ دیا کرتے ہیں"
اور احسان کی وجہ سے خداوند تعالیٰ تجھے دوست رکھیگا، کیونکہ
اُس نے فرمایا ہے، اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ "بیشک اللہ تعالےٰ

احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے ؏

پس صبر دنیا و آخرت کی ہر سلامتی اور خیریت کی جڑ ہے، اور اسی کے ذریعہ سے مومن بندہ مقام قرب رضا اور خدا تعالےٰ کے فعل کے ساتھ موافقت کی حالت کی طرف ترقی کرتا ہے، اور اس کے بعد خداوند تعالیٰ کے کاموں اور فعلوں میں فانی ہو کر ابدال اور غائب ہونے والوں کے مرتبہ کو پہنچ جاتا ہے، اور اس راستہ کو (جو ترقی کرنے کے لئے تجھے بتایا گیا ہے) چھوڑنے سے پرہیز کر، ورنہ تو دنیا و آخرت میں ذلیل و خوار ہوگا، اور دونوں جہانوں کی بہتری تجھ سے ضائع ہو جائے گی ؏

۱۳۱- صرف دین کیلئے ہی کسی کے ساتھ دوستی و دشمنی رکھنا چاہئے

اَلْحُبُّ فِی اللّٰہِ وَالْبُغْضُ فِی اللّٰہِ

اے مومن! جب تو اپنے دل میں کسی شخص کی دشمنی یا اُس کی محبت کو موجود پائے، تو اُس شخص کے اعمال کو کتاب و سنت پر پیش کر (یعنی قرآن مجید اور سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اُس کے اعمال کا موازنہ کر، پس اگر اس شخص کے اعمال (جسے تو دشمن جانتا ہے) کتاب و سنت کے مخالف ہوں، تو اللہ تعالےٰ اور اُس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ اپنی موافقت پر خوش ہو، اور اگر اُس کے

اعمال کتاب و سنت میں محبوب و پسندیدہ ہوں اور تو اُس کے ساتھ کینہ و عداوت رکھتا ہے، تو جان لے کہ تو یقیناً لالچی اور خواہش نفسانی کا بندہ ہے، اور اپنے لالچ کی وجہ سے اُس کے ساتھ دشمنی رکھتا ہے، اور اپنے کینہ و بغض کے باعث اُس پر ظلم کرنے والا ہے اور اللہ تعالے اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا بے فرمان، اُن کا مخالف اور دشمن ہے، پس اپنے بغض سے اللہ تعالیٰ کی طرف واپس آ اور توبہ کر، اور خدا تعالیٰ سے اس شخص کی محبت اور اس کے علاوہ خدا تعالیٰ کے دوستوں، ولیوں اور اُس کے برگزیدہ اور صالح بندوں کی محبت کا سوال کر، تا کہ تو اُس شخص کی محبت میں خدا تعالیٰ کا موافق ہو جائے ؛

اور اسی طرح اُس شخص کے بارے میں کر جسے تو دوست رکھتا ہے، یعنی اُس کے اعمال بھی کتاب و سنت پر پیش کر، پس اگر کتاب و سنت میں اُس کے اعمال پسندیدہ ہوں، تو اس کے ساتھ محبت کر، اور اگر اس کے اعمال ناپسندیدہ ہوں، تو اُس کے ساتھ دشمنی کر، تا کہ تو اپنے لالچ کی وجہ سے اُسے دوست نہ رکھے، اور نہ اپنی خواہش نفسانی کی وجہ سے اُسے دشمن رکھے، اور بیشک تجھے اپنے نفس و حرص و ہوا کی مخالفت کا حکم دیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ" اور حرص و ہوا کی پیروی مت کر، پس وہ تجھے اللہ تعالے کی راہ سے گمراہ کر دے گی ؛

۳۲۔ محبت اور مال و دولت وغیرہ باقی نہ رہنے کی وجہ

بڑے تعجب کی بات ہے جو کہتا ہے، کہ جس شخص کے ساتھ بھی میں محبت کرتا ہوں، اُس کے ساتھ میری محبت ہمیشہ نہیں رہتی، اور ہمارے درمیان کوئی نہ کوئی رکاوٹ واقع ہو جاتی ہے، یا وہ غائب ہو جاتا ہے یا مر جاتا ہے، یا اُس کے ساتھ دشمنی ہو جاتی ہے اور طرح طرح کے مال اپنے ہاتھوں تباہ و برباد ہونے کے باعث محبت نہیں رہتی ⁂

پس (اِس کا سبب بتانے کے لئے) کہا جاتا ہے، اے خداوند تعالےٰ کے محبوب! اُس کے مہربانی کئے ہوئے! اُس کے منظور نظر، اور اُسی کے واسطے اور اسی پر دوسروں کے لئے باعثِ رشک! کیا تو نہیں جانتا کہ خدا تعالےٰ بڑا ہی غیرتمند ہے، اُس نے تجھے اپنے لئے پیدا کیا ہے، اور تو یہ بات تلاش کرتا ہے، کہ اُس کے غیر کے لئے ہو جائے، کیا تو نے اُس کا کلام نہیں سُنا، (جو اُس نے مجاہدوں کی شان میں فرمایا ہے) یُحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ "یعنی وہ اُن کو دوست رکھتا ہے، اور وہ اُس کو دوست رکھتے ہیں" اور کیا تو نے اُس کا یہ کلام بھی نہیں سُنا، وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ "اور میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا نہیں کیا، مگر اس لئے کہ وہ میری بندگی کریں"۔ کیا تو نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی یہ بات نہیں سُنی "جب خدا تعالیٰ کسی بندے کو دوست رکھتا ہے، تو اُس کی آزمائش کرتا ہے، پس اگر اُس نے بلا و مصیبت پر صبر کیا، تو خدائے تعالیٰ اُسے اپنے لئے محفوظ

رکھ لیتا ہے، کہا گیا یعنی صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اِقتناہُ کا کیا مطلب ہے؟ تو آپ نے فرمایا، کہ اُس بندے کے لئے مال و اولاد نہیں چھوڑتا (اور فقیر و مجرد کو دیتا ہے)، یہ اس لئے ہوتا ہے کہ جب بندہ کے لئے مال و اولاد ہو، تو وہ اُن کے ساتھ محبت کرتا ہے، اور اپنے پروردگار کے ساتھ اُس کی محبت تقسیم ہو جاتی اور کم اور ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتی ہے، پھر محبت اللہ اور غیر اللہ کے درمیان مشترک ہو جاتی ہے (اور غیر اللہ اُس میں شریک ہو جاتا ہے) اور اللہ تعالےٰ شریک کو ہرگز قبول نہیں کرتا، اور وہ بڑا غیرت مند ہے، ہر چیز پر غالب ہے، اور ہر چیز کے لئے غالب ہے، پس اپنے شریک کو فانی اور ہلاک کر دیتا ہے، اور اپنے بندے کے دل کو بغیر کسی شریک کے اپنے لئے خالص اور پاکیزہ کر لیتا ہے، پس اُس وقت خدا تعالیٰ کا یہ کلام یُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهٗ ثابت اور درست ہو جاتا ہے، حتیٰ کہ جب بندے کا دل تمام شریکوں اور ساجھیوں سے پاک و صاف ہو جاتا ہے، جیسے رشتہ دار، مال و اولاد، دنیوی لذات و خواہشات، اور ولایتوں، سرداریوں، کرامتوں، سلوک کے حالات، مرتبوں اور منزلوں، بہشتوں اور درجات اور قرب الٰہی کے مدارج کی تلاش وغیرہ (یہ سب شریکوں میں داخل ہیں) پس دل میں کوئی ارادہ اور کوئی آرزو باقی نہیں رہتی، اور وہ ٹوٹے ہوئے برتن کی طرح ہو جاتا ہے، جس میں کوئی بہنے والی چیز نہیں ٹھیرتی، کیونکہ وہ دل اللہ تعالیٰ کے فعل سے ٹوٹ چکا ہے، جب بھی کوئی ارادہ دل میں پیدا ہوا، خدا تعالیٰ کے فعل اور اُس کی غیرت نے اُسے توڑ ڈالا، پس اُس دل کے گرد خداوند تعالےٰ کی

بزرگی، غلبہ اور ہیبت کے پردے ڈال دیئے جاتے ہیں، اور ان پردوں کے پیچھے بزرگی اور سخت غلبہ کی خندقیں کھود دی جاتی ہیں، پس کسی بھی چیز کی خواہش دل کی طرف پہنچنے کی راہ نہیں پاتی، پھر اس وقت اسباب یعنی مال و اولاد، رشتہ دار اور دوست یار اور کرامات اور علوم و عبادات دل کو تکلیف نہیں دیتے، کیونکہ یہ ساری چیزیں دل سے باہر ہوتی ہیں، اور اللہ تعالےٰ کو غیرت نہیں دلاتیں، بلکہ یہ سب چیزیں بندے کے لئے خدا تعالےٰ کی طرف سے بزرگی کا سبب، اور بندہ پر مہربانی اور نرمی کا باعث اور نعمت و رزق کا ذریعہ اور اس کے پاس آنے والوں کے فائدہ کا سبب بنجاتی ہیں، پس اس کے پاس آنے والے، خدا کے نزدیک اس بندے کے معزز ہونے کے باعث خود معزز بن جاتے ہیں، اور رحم کئے جاتے اور آفات و بلیات وغیرہ سے محفوظ رکھے جاتے ہیں، پس وہ بندہ دُنیا و آخرت میں اُن کا نگہبان چوکیدار، پشت و پناہ، حفاظت گاہ اور سفارش کرنیوالا بن جاتا ہے۔

۳۳۔ انسانوں کی چار قسمیں

عام گنہگار[۱]، عالم بے عمل[۲]، پوشیدہ حال ولی[۳]، ظاہر حال ولی[۴]

آدمی چار قسم کے ہوتے ہیں:۔

پہلا وہ شخص ہے، جس کی نہ کوئی زبان ہے اور نہ دل، اور وہ عام آدمی بے علم و بے عمل، نا تجربہ کار اور کند ذہن ہے (وہ نہ تو دنیا کا کچھ

سنوار سکتا ہے نہ آخرت کا) وہ شخص کمینہ اور ردی ہے، اور خدا تعالےٰ اُس کی کوئی قدر و قیمت نہیں پاتا، اور ظاہری و باطنی کوئی بھلائی بھی اُس میں نہیں ہوتی، وہ اور اس جیسے تمام آدمی گندم و جو کی بھوسی ہیں (جو کسی کام کے نہیں) اُن کا کوئی وزن و اعتبار نہیں ہوتا، مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت میں گھیر لے، اور اپنے اوپر ایمان لانے کے لئے اُن کے دلوں کی راہنمائی کر دے، اور ان کے اعضا و جوارح کو اپنی فرمانبرداری میں متحرک کر دے ؂

پس ایسے آدمیوں میں شمار ہونے سے بچ جا، اور اُن کے درمیان پناہ مت لے، اور اُن سے مت ڈر، اور ان میں کھڑا مت ہو، کیونکہ وہ سزا یافتہ اور خدا تعالےٰ کے غصہ اور ناراضگی میں آئے ہوئے اور دوزخ کے رہنے والے اور اس کے مالک ہیں، ہم ان سے اللہ تعالےٰ کی پناہ مانگتے ہیں، مگر اُن سے بچنے اور پرہیز کرنے کی اُس وقت ضرورت نہیں کہ جب تو دین الٰہی کے جاننے والوں، اور نیکی کی تعلیم دینے والوں، دین کے راہنماؤں اور قائدین اور دین اسلام کی طرف بلانے والوں میں سے ہو، پس اگر تیری حالت اس طرح بہتر ہو، تو اُن عام لوگوں کی صحبت اختیار کر، اُن کے پاس جا، اور انہیں خدا تعالیٰ کی اطاعت کی طرف بلا، اور خدا تعالےٰ کی بے فرمانی سے ڈرا، پس تو خدا تعالےٰ کے نزدیک بڑا بھاری عالم ہو گا، اور نبیوں اور رسولوں کا ثواب تجھے عطا کیا جائیگا پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا، "کسی شخص کو تیری راہنمائی کی وجہ سے اللہ تعالےٰ کا ہدایت کرنا تیرے لئے اس چیز سے بہتر ہے، جس پر سورج نے اپنی روشنی ڈالی ہے" یعنی

دنیا و مافیہا سے تیرے لئے بہتر ہے۔

دوسرا وہ شخص ہے، جس کی صرف زبان ہے، دل نہیں، پس وہ حکمت و دانائی کی باتیں کرتا ہے (وعظ و نصیحت کرتا ہے) اور خود اُس پر عمل نہیں کرتا، لوگوں کو خدا تعالےٰ کی طرف بلاتا ہے اور خود اُس سے دُور بھاگتا ہے، دوسروں کے عیوب کو بُرا سمجھتا ہے اور خود اپنی ذات میں ویسے عیبوں پر قائم رہتا ہے، لوگوں کے لئے پرہیزگاری اور عبادت کا اظہار کرتا ہے اور خود کبیرہ گناہوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ مقابلہ اور جنگ پر تلا رہتا ہے، جب خلوت میں ہوتا ہے تو گویا کپڑوں میں چھپا ہُوا بھیڑیا ہے، اور وہ ایسا شخص ہے جس سے نبی اکرم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو ڈرایا گیا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہیں "اپنی اُمت پر سب سے زیادہ خوفناک چیز جس سے مَیں ڈرتا ہوں علماء سوء ہیں (جو نیک و بد میں تمیز کر لینے کے باوجود بداعمالیاں کرتے ہیں) ہم اُس سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں"۔ پس تو اس سے دُور رہ، اور اس کے پاس سے جلدی گذر جا، تاکہ اپنی چرب زبانی سے وہ تجھے اچک نہ لے، ورنہ تجھے اُس کے گناہوں کی آگ جلا دیگی، اور اُس کے دل اور باطن کی بدبو تجھے ہلاک کر دیگی۔

تیسرا وہ شخص ہے، جس کا دل ہے اور زبان نہیں، وہ ایسا مومن ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی خلقت سے چھپا رکھا ہے، اور اُس پر اپنی پناہ و حفاظت کا پردہ لٹکا دیا ہے، اور اُس کو اپنے ذاتی عیبوں پر بصیرت عطا کر دی ہے، اور اُس کے دل کو روشن کر دیا ہے اور اُسے لوگوں کی صحبت کی خرابیوں، سختیوں اور کلام و گفتگو کی بدبختی

پر واقف کر دیا ہے، اور اسے یقین ہو چکا ہے، کہ خلقت سے کنارہ کشی اور گوشہ نشینی میں ہی سلامتی اور خیر ہے، جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ "جو خاموش رہا ہر آفت سے بچ گیا"۔ اور جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ "بیشک عبادت کے دس حصے ہیں، ان میں سے نو حصے خاموشی میں ہیں"۔ پس یہ شخص اللہ تعالیٰ کا دوست ہے، اور اللہ تعالیٰ کے بھید میں ہے، وہ ہر بلاء و مصیبت سے محفوظ، سلامتی والا، پورا عقلمند اور خدا تعالیٰ کا ہم صحبت ہے، اس پر خدا تعالیٰ کا بے حد انعام ہوا ہے، پس تمام نیکی و بھلائی اس کے پاس موجود ہے، پس تو اس کی صحبت، ہمنشینی اور خدمت، اور اس کی دوستی اختیار کر، اور اس کی ان ضروریات کو پورا کرنا جو اس کو پیش آئیں، اور اسے وہ نفع پہنچانا جس سے اس کو فائدہ ہو، اپنے لئے ضروری جان، پھر اللہ تعالیٰ تجھے دوست بنا لیگا، اور تجھے برگزیدہ کر لیگا، اور اس بندے کی برکت سے تجھے اپنے دوستوں اور نیک بندوں کے گروہ میں انشاء اللہ شامل کر لیگا۔

چوتھا وہ شخص ہے (جس کے دل و زبان دونوں موجود ہیں)، جس کو عالم ملکوت میں عظمت و بزرگی کے ساتھ بلایا گیا ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے "جس نے علم سیکھا اور اس پر عمل کیا، اور دوسروں کو سکھایا، اسے عالم ملکوت میں عظیم کے نام سے پکارا جاتا ہے"۔ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کی آیات جاننے والا ہے، اس کے دل کو اس کے علم کے عجائبات کا امانت دار بنایا گیا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے اسے ان بھیدوں پر اطلاع دے دی ہے جو دوسروں سے چھپا

رکھے ہیں، اور اسے چن لیا اور برگزیدہ کر لیا ہے، اور اسے اپنی طرف کھینچ لیا ہے، اور اس کی راہنمائی کی ہے، اور اسے اپنی بارگاہ کی طرف بلند کر لیا ہے، اور ان علموں اور بھیدوں کے قبول کرنے کیلئے اس کا سینہ کھول دیا ہے، اور اسے خدا تعالیٰ نے بڑا عقلمند، نیکی پرکھنے والا، اور بندوں کو نیکی کی طرف بلانے والا، اور ان کو عذاب سے ڈرانے والا، اور ان کے درمیان دلیل و نشان، راہنما ہدایت یافتہ، سفارشی، سفارش قبول کیا ہوا، سچ بولنے والا، اور سچا سمجھا ہوا، اپنے رسولوں اور نبیوں عَلَیْھِمْ صَلَوَاتُہٗ وَ تَحِیَّاتُہٗ وَبَرَکَاتُہٗ کا خلیفہ و جانشین بنا دیا ہے، پس یہ شخص آدم کی اولاد میں سے آخری اور انتہائی مرتبہ پر فائز ہے، کہ اس مرتبہ سے اوپر نبوت کے سوا کوئی مرتبہ نہیں ؂

پس (اے مومن!) تجھ پر لازم ہے کہ اس کی صحبت اختیار کر، اور اس کی مخالفت سے اور اس سے نفرت کرنے اور علیحدہ رہنے سے اور اس کے ساتھ دشمنی کرنے سے ڈر اور پرہیز کر، اور اس بات سے بھی بچ جا کہ اس سے کسی بات کے قبول کرنے کو تو چھوڑ دے اور اس کی بات اور نصیحت کی طرف تو رجوع نہ کرے، کیونکہ سلامتی اسی بات میں ہے جو وہ کہتا ہے، اور سلامتی اسی کے پاس ہے اور تباہی و گمراہی دوسروں کے پاس، مگر جسے اللہ تعالیٰ توفیق عطا کرے اور رحمت و راستی کے ساتھ جس کی مدد کرے ؂

پس میں نے تیرے لئے لوگوں کو چار قسموں پر تقسیم کر دیا ہے، پس اگر تو دیکھنے والا ہے تو اپنے نفس پر نگاہ کر، اگر تو اپنے نفس کی نگہداشت

کرنے والا ہے، تو اُس کی حفاظت کر اور اپنے نفس پر مہربان ہو جا + اللہ تعالیٰ ہمیں اور تجھے اُس بات کی ہدایت کرے جسے وہ دنیا و آخرت میں پسند کرتا اور دوست رکھتا ہے، آمین +

۴۳۔ اپنے پروردگار پر ناراضگی اور تہمت چھوڑ کر صبر و رضا اختیار کرنا

اے مسلمان! اپنے پروردگار پر تیری ناراضگی، اور اُس پر تیرا تہمت لگانا اور اس پر تیرا اعتراض کرنا، اور اُس کے لئے تیرا ظلم کی نسبت کرنا، اور رزق، دولتمندی، اور تکلیف و مصائب کے دُور ہونے کی دیر کو اسی کی طرف سے شمار کرنا بڑا ہی عجیب معلوم ہوتا ہے، کیا تو نہیں جانتا کہ ہر مدّت کی انتہا ہے، اور ہر بلا و مصیبت کیلئے انجام خیر اور ختم ہوتا ہے، وہ مدّت آگے پیچھے نہیں ہوتی، مصائب کے اوقات بدل کر آرام و آسائش نہیں بنتے، اور سختی کا وقت بدل کر نرمی کا وقت نہیں بنتا، اور مفلسی و غریبی کی حالت دولتمندی سے نہیں بدلتی، بہت اچھی طرح ادب کو نگاہ رکھ، اور خاموشی صبر رضا اور اپنے پروردگار کے ساتھ موافقت کو لازم پکڑ، اور اس پر اپنی ناراضگی اور اس کے فعل میں اُس پر تہمت لگانے سے توبہ کر، اُس کی بارگاہ عالیہ میں اپنے ذاتی حقوق کا پورا پورا حاصل کرنا، اور گناہ کے بغیر اور کینہ ور انسانوں کی طرح دشمنی اور بدلہ لینا ہرگز نہیں پایا جاتا،

جیسا کہ یہ بات انسانوں کے باہمی معاملات میں پائی جاتی ہے[1]۔ وہ ذات قدوس ازل سے ہی یگانہ و یکتا ہے، سب چیزوں سے پہلے ہی موجود ہے، اور اس نے اُن چیزوں کو پیدا کیا، اور ان کی بہتریوں اور خرابیوں کو بھی پیدا کیا، اور اُن کے آغاز و انجام کو اور اُن کے اختتام کو اور نتیجہ کو بھی جان لیا، اور وہ تبارک و تعالیٰ اپنے فعل و کردار میں دانا و عقلمند اپنی کاریگری میں پختہ کار ہے، اپنے کاموں میں تناقض نہیں کرتا (کہ ایک کام کو دوسرے کام کے مخالف کرے)، وہ بے فائدہ کام نہیں کرتا، اور باطل چیز کو کھیل و تماشا کے طور پر پیدا نہیں کرتا، اور عیب و نقصان اس پر جائز نہیں، اور نہ ہی اُس کے فعلوں میں اس پر ملامت کرنا جائز ہے ؁

اگر تو اُس کی موافقت و رضا، اور اس کے فعل میں فانی ہو جانے سے عاجز ہو گیا ہے، تو فراخی و آسائش کا انتظار کر، حتیٰ کہ نوشتۂ تقدیر اپنی مدت کو پہنچ جائے، تو مدت ختم ہونے اور زمانہ کے گذرنے پر بُری حالت اپنی ضد یعنی اچھی حالت کے آنے کی خبر دے لی، (اور اس کے ساتھ بدل جانے کی) جیسا کہ جاڑا ختم ہو جاتا ہے اور گرمی کے آنے کی خبر دیتا ہے، اور رات گذر جاتی ہے اور دن کے آنے کا اظہار کر دیتی ہے ؁

پس اگر تو نے مغرب و عشا کے درمیان دن کی روشنی اور نور طلب کیا،

---

[1] خداوند تعالیٰ بندے پر بلا و مصیبت اس لئے نہیں بھیجتا کہ بندے نے اس کا کوئی ذاتی نقصان کیا ہے اور اُس کے حق میں کمی کر دی ہے، اور وہ اس کو اس کے بدلے میں سزا دینا چاہتا ہے، تاکہ وہ اُس سے اپنا نقصان پورا کر لے، یا خدا تعالیٰ (نعوذ باللہ) ظالم ہے اور بلا وجہ ظلم کرتا ہے، جیسے کہ بندوں کے درمیان یہ سلسلہ جاری ہے ۱۲

تو تجھے وہ روشنی نہ دیجائیگی، بلکہ رات کے اندھیرے میں زیادتی ہوجائیگی، حتیٰ کہ جب رات کا اندھیرا ختم ہونے پر آئے گا اور صبح کا وقت ہوجائیگا تو دن اپنی روشنی لے آئیگا، خواہ تو اُس کی طلب و خواہش کرے یا خاموش رہے اور ناپسند کرے، پھر اگر تو اسی وقت رات کے دن پس آنے کی طلب کرے بھی تو تیری دعا قبول نہ کی جائے گی، اور تجھے رات نہ دیجائیگی، کیونکہ تو نے بے وقت و بے ہنگام ایک چیز کی طلب کی ہے، پس تو حسرت کھاتا ہوا، نامراد، غصہ ور اور شرمسار باقی رہ جائیگا +

پس ان سب باتوں کو چھوڑدے، اور اپنے پروردگار کے حکم کے ساتھ موافقت کرنا، اور اُس پر نیک گمان رکھنا اور صبر جمیل لازم پکڑ، جو چیز تیری ہے، وہ تجھ سے چھینی نہیں جائیگی، اور جو چیز تیری نہیں، وہ تجھے نہیں دی جائیگی، میری زندگی کی قسم! بیشک عبادت، فرمانبرداری اور اپنے پروردگار کا حکم ماننے کے طور پر دعا وعاجزی کے ساتھ اُس کی طرف توزاری و پکار کرتا ہے، (یہ حکم) خدا تعالیٰ کے اس کلام میں واقع ہے، اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ (مجھے پکارو میں تمہاری دعا قبول کرتا ہوں) اور اسی کا کلام ہے وَاسْئَلُوا اللّٰہَ مِنْ فَضْلِہٖ (اللہ تعالےٰ سے اس کا فضل مانگو) اور اس کے علاوہ آیات و احادیث اس حکم میں وارد ہوئی ہیں، اور تو (ان احکام پر عمل کرتے ہوئے) اُس کے آگے دعا کرتا ہے، اور وہ قبولیت کا وقت آنے پر اور جبکہ اُس کی منشا ہو، تیری دعا قبول فرماتا ہے، یا جب کہ اُس کی تقدیر اور مدت مقررہ کا ختم ہونا تیری دعا اور اُس کی قبولیت کے موافق ہوجائے (تو اس وقت دعا قبول فرمالیتا ہے)، دعا کی قبولیت کی دیر میں اُس پر تہمت مت رکھ،

اور اپنے دعا کرنے سے عاجز مت ہو، کیونکہ اس میں اگر تو نفع نہ لے گا، تو نقصان بھی نہ اُٹھائے گا، اگر تیری دعا جلدی سے دنیا میں قبول نہ کریگا، تو دیر سے دار آخرت میں تجھے ثواب عطا کریگا، بیشک حدیث شریف میں آیا ہے، "بیشک بندہ قیامت کے دن اپنے نامۂ اعمال میں ایسی نیکیاں دیکھیگا، جن کو وہ نہیں جانتا، پس اُس کو کہا جائیگا کہ یہ نیکیاں دنیا میں تیرے اس سوال کے بدلے میں ہیں، جس کے دنیا میں قبول ہونے کی بابت تقدیر الٰہی وارد نہ ہوئی تھی"۔ جیسا کہ حدیث میں دوسرے الفاظ کے ساتھ وارد ہُوا ہے۔

پھر دعا کے وقت تیرے بہترین حالات یہ ہیں کہ تو اپنے پروردگار کا ذکر کرنے والا اور اُس کو یکتا جاننے والا ہوتا ہے، اس حیثیت سے کہ تو اُسی سے مانگتا ہے، اور اُس کے غیر سے نہیں مانگتا، اور اُس کے غیر کی طرف اپنی حاجت نہیں لے جاتا، پس تو اپنے تمام اوقات میں، اپنے دن رات میں، اپنی صحت و بیماری میں، اپنی تکلیف و آرام میں، اور اپنی سختی و نرمی میں دو حالتوں کے درمیان ہے:۔

۱- یا یہ کہ سوال کرنے سے تو خاموش رہے، اور تقدیر پر راضی ہو جائے اور خدا تعالیٰ کے فعل کے موافق ہو جائے اور اپنے آپ کو اُس فعل کے آگے جھکا دے، جیسے کہ میّت غسّال کے سامنے یا دودھ پیتا بچہ دایہ کے ہاتھ میں یا گیند سوار کے سامنے ہوتا ہے، اور سوار چوگان کے ساتھ اُس کو پھراتا ہے، پس تقدیر جس طرح چاہے تجھے پھراتی رہے، اگر انعام و آرام تیری تقدیر میں ہو چکا ہے، تو تیری طرف سے شکر و ثنا کی ضرورت ہے، اور خدائے عزّ و جلّ کی

کی طرف سے بخشش میں زیادتی و فراوانی، جیسا کہ اُس نے فرمایا ہے، لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ (یعنی اگر تم نے نعمتوں پر شکر کیا تو میں تم کو ضرور زیادہ نعمتیں دونگا)، اور اگر تیری تقدیر میں تکلیف لکھی ہے، تو تیری طرف سے بتوفیق الٰہی صبر اور فعل الٰہی کے ساتھ موافقت کرنا لازمی ہے، اور خدا تعالےٰ کی طرف سے اُس کے فضل سے تجھے ثابت قدم رکھنا، تیری مدد کرنا، اور تجھ پر رحمت بھیجنا اور مہربانی کرنا ضروری، جیسا کہ سب سے معزز کہنے والے یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ (یعنی بیشک اللہ تعالےٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے) یعنی وہ اُن کی مدد کرتا اور انہیں ثابت قدم رکھتا ہے، جیسا کہ اُس نے فرمایا، اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ (یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ کی مدد کروگے تو وہ تمہاری مدد کریگا اور تمہارے قدم جمائے رکھے گا) جب تو نے اپنے نفس اور خواہش کی مخالفت میں اللہ تعالےٰ پر اعتراض اور اپنی ذات میں اُس کے فعل سے ناراضگی چھوڑ دینے کے ساتھ اللہ تعالےٰ کی مدد کی، اور تو محض اللہ تعالےٰ کے لئے اپنے نفس کا دشمن اور اُس کیلئے اپنے نفس پر تلوار سونتنے والا بن گیا، جب بھی تیرا نفس اپنے کفران نعمت اور شرک پر حرکت میں آیا، تو تو نے اپنے صبر اور پروردگار کے ساتھ اپنی موافقت اور اُس کے وعدہ اور فعل پر مطمئن ہونے اور راضی ہوجانے کے ذریعہ سے اس نفس کا سر کاٹ ڈالا، تو اللہ تعالےٰ تیرا ناصر و مددگار ہوجائے گا، لیکن صلوٰۃ و رحمت کے مرتب ہونے کی دلیل اُس کا یہ کلام ہے، وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ اِذَآ

اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ
اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ط وَاُولٰٓئِكَ
هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ہ (اور اے محمدؐ! ان صبر کرنے والوں کو خوشخبری سُنا دے کہ جب انہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں کہ بیشک ہم اللہ تعالٰی کے لئے ہیں اور بیشک ہم اُسی کی طرف مڑنے والے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن پر اُن کے پروردگار کی طرف سے رحمتیں اور بخششیں ہیں، اور وہی لوگ راہ پانے والے ہیں" ÷

۲۔ اور دوسری حالت یہ ہے کہ تو خدا تعالٰے کو بزرگ سمجھتے ہوئے اور اُس کے اس حکم اُدْعُوْا رَبَّكُمْ کی فرمانبرداری کیلئے دعا و زاری کے ساتھ اپنے پروردگار کی طرف تو گڑگڑاتا اور عاجزی کرتا ہے، اور تیرا یہ دعا کرنا برمحل و برموقع ہے، کیونکہ اُس نے تجھے اپنے آگے سوال کرنے کی طرف اور اپنی طرف رجوع کرنے کے لئے بلایا ہے، اس سوال کرنے کو اُس نے تیرے واسطے آرام و آسائش کی جگہ اور اپنی بارگاہ کی طرف تیرا ایلچی اور اپنے پاس وسیلہ اور ملاپ کا سبب بنایا ہے، بشرطیکہ تو قبولیت کی اپنے وقت تک تاخیر ہو جانے کے وقت اُس پر ناراضگی اور تہمت کو چھوڑ دے ÷

دونوں حالتوں کے درمیان فرق کا اندازہ اور قیاس کر لے اور اُن کی حدود سے باہر نہ ہو، کیونکہ وہاں تو اُس کی بارگاہ عالیہ میں ان دونوں حالتوں کے علاوہ کوئی اور حالت ہی نہیں پس اس بات سے پرہیز کر اور ڈر جا کہ تو ظالموں اور حد سے گذرنے والوں کے شمار میں آ جائے، ورنہ خداوند تعالٰے تجھے ہلاک کر دیگا، اور وہ

اس کی پرواہ نہیں رکھتا، جیسا کہ اس نے ان لوگوں کو جو اگلی امتوں میں سے گذر گئے ہیں، دنیا میں سخت بلا و مصیبت کے ساتھ اور آخرت میں اپنے دردناک عذاب کے ساتھ تباہ و برباد کر دیا۔

۴۵- ورع یعنی پرہیزگاری کی حقیقت

اے مومن! تجھ پر لازم ہے کہ تو تقوے اور پرہیزگاری اختیار کرے، ورنہ تباہی و بربادی تیرے نفس کے پھندے میں ہے جو تجھ سے لپٹا ہوا ہے، اور تو اس سے کبھی خلاصی نہیں پاتا، مگر یہ کہ خداوند تعالیٰ تجھے اپنی رحمت سے ڈھانپ لے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت شدہ حدیث میں ثابت ہو چکا ہے، کہ "دین کی نہایت ضروری چیز ورع یعنی پرہیزگاری ہے، اور دین کی بربادی کا سبب طمع اور لالچ" (اور حدیث شریف میں آیا ہے) "اور جو شخص چراگاہ کے اردگرد پھرتا ہے، قریب ہے کہ وہ اس میں جا پڑے، جیسے کوئی چرندہ کھیتی کے قریب ہی ہو، قریب ہے کہ وہ کھیتی کی طرف اپنا منہ بڑھائے قریب نہیں کہ وہ کھیتی اس چرندے سے سلامت رہے"۔ اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا۔ "ہم تو حلال چیزیں اس ڈر کے مارے چھوڑ دیتے تھے کہ مبادا ہم حرام میں جا پڑیں"، اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ "ہم مباح کے ستر دروازے اس خوف سے چھوڑ دیتے تھے کہ مبادا ہم گناہ میں گر پڑیں"۔ انہوں نے یہ کام حرام کی قربت سے بچنے کیلئے جناب رسول خدا

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول پر عمل کرتے ہوئے کیا تھا، "خبردار! بیشک ہر بادشاہ کی چراگاہ ہوتی ہے، اور خدا تعالےٰ کی چراگاہ اُس کی حرام کردہ چیزیں ہیں، پس جو شخص چراگاہ کے اردگرد پھرا، قریب ہے کہ وہ اُس میں جا پڑے"۔

پس جو شخص بادشاہ کے قلعہ میں داخل ہوا، اور پہلے دروازہ سے گذر گیا، پھر دوسرے اور تیسرے دروازہ سے بھی گذر گیا، اور بادشاہ کے گھر کے قریب پہنچ گیا، وہ اس شخص سے بہتر ہے جو پہلے دروازہ پر ہی کھڑا رہا جو جنگل اور میدان کے متصل ہے، پس یقیناً اگر اُس پہلے شخص پر تیسرا دروازہ بند کر دیا جائے، تو اُس کا کچھ نقصان نہ ہوگا، کیونکہ وہ محل سرائے کے دروازوں میں سے دو دروازوں کے آگے ہے، اور بادشاہ کے خزانے اور لشکر اُس کے سامنے ہیں، اور لیکن جب وہ پہلے دروازہ پر ہی کھڑا ہو، اور وہی اُس پر بند کر دیا جائے، تو وہ جنگل میں اکیلا ہی رہ جائیگا، اور اسے بھیڑیے اور دشمن پکڑ لیں گے، اور وہ ہلاک ہو جائیگا۔

پس اسی طرح جس نے عزیمت[1] (پوری پرہیزگاری) کا رستہ طے کیا اور اسے لازم پکڑ لیا، اگر اُس سے توفیق و رعایت کی مدد چھین لی جائے اور کاٹ دی جائے تو پھر بھی رخصت[2] اور اجازت میں تو باقی رہ جاتا ہے، اور دائرہ شریعت سے باہر نہیں نکلتا، پس اگر اس کو اسی حالت میں موت آجائے تو فرمانبرداری اور عبادت پر ہوتا ہے، اور اُس کے

---

[1] ارادہ کی پختگی اور کسی چیز پر دل لگانا (درج پر دل لگا کر قائم ہو جانا) ۱۲
[2] رخصت، کسی کام میں آسانی اور اجازت کا ہونا، اس میں کام مباحات شامل ہیں جن کے کرنے یا نہ کرنے میں بندہ کو عام اجازت دی گئی ہے جیسے سوسمار کا گوشت ۱۲

نیک اعمال کی گواہی دی جاتی ہے، اور جو شخص رخصت پر ہی کھڑا رہا، اور عزیمت یعنی ورع کی طرف پیش قدمی نہ کی، اگر اُس سے توفیق چھین لی جائے اور خداوند کی مدد اُس سے ہٹالی جائے، تو اُس پر حرص و ہوا اور خواہشات نفسانی غالب آجائیں گی، پھر وہ حرام کو لیگا اور کھائیگا، اور شریعت سے باہر جا پڑیگا، اور شیاطین اور اللہ تعالےٰ کے دشمنوں اور گمراہوں کے گروہ میں سے ہو جائیگا، پھر اگر توبہ سے پہلے اُس کو موت آگئی تو ہلاک ہو جائے گا، مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اُسے اپنی رحمت اور فضل سے ڈھانپ لے ؀

پس صرف رخصت پر ہی کھڑا رہنے میں پورا پورا خطرہ ہے، اور پرہیزگاری، ورع اور عزیمت پر قائم رہنے میں پوری پوری سلامتی ؀

۳۷۔ آخرت رأس المال ہے اور دنیا اُس کا نفع

اے مومن! اپنی آخرت اور دین کے کام کو اپنا اصل مال بنا، اور دنیا کو اُس کا نفع، اپنا وقت پہلے اپنی آخرت حاصل کرنے میں خرچ کر، پھر اگر تیرے وقت سے کچھ بچ جائے تو اُسے اپنی دنیا اور اپنی زندگی کے اسباب کی تلاش میں خرچ کر، اور اپنی دنیا کو اصل مال اور آخرت کو اُس کا نفع نہ بنا، (بایں طور) پھر اگر تیرے وقت میں سے کچھ بچا کھچا رہ گیا، تو اُسے اپنی آخرت میں تو نے صرف کیا، کہ اسی تھوڑے سے وقت میں تو پانچوں نمازیں ادا کرتا ہے، نمازوں کو ایک ہی بار پھینک

دینا ہے، جن کے ارکان گرے ہوئے، واجبات ایک دوسرے کے مخالف، بہتر رکوع و سجود کے بغیر ہیں، اور ارکان کے درمیان آرام و قرار بھی نہیں، یا (تو نماز میں اس طرح ادا کرتا ہے کہ) تجھے ماندگی اور تھکن ہو گئی ہو، اور پوری نماز ادا کئے بغیر تو سو جائے، رات کو تو مردار، دن کو بیکار، اپنے نفس و لالچ اور شیطان کا مطیع و فرمانبردار، اپنی آخرت کو دنیا کے بدلے بیچنے والا، نفس کا غلام اور اس کا گھوڑا اور سواری بن جاتا ہے، (حالانکہ) تجھے اپنے نفس پر سوار ہونے، اس کی اصلاح کرنے، اور اسے فرمانبردار کرنے، اور اسے سلامتی کے رستوں پر چلانے کا حکم دیا گیا ہے، اور وہ آخرت کے اور اس کے مالک یعنی خداوند تعالیٰ کے راستے ہیں، پس تو نے نفس کا حکم قبول کرنے کی وجہ سے اس پر ظلم کیا ہے، اور نفس کی باگ تو نے اسی کے سپرد کر دی ہے، اس کی خواہشات و لذات میں تو نے اسی کی پیروی کی ہے، اور تو اس کے اور اس کے شیطان، اور اس کی خواہش کے موافق ہو گیا ہے، پس تجھ سے دنیا و آخرت کی بھلائی جاتی رہی اور تو نے دنیا و آخرت کا نقصان کر دیا، پس تو میدان قیامت میں سب سے زیادہ مفلس اور سب سے زیادہ نقصان والا داخل ہوگا، حالانکہ تو نفس کی پیروی کی وجہ سے اپنے دنیا کے مقررہ حصہ سے زیادہ تک نہیں پہنچ سکا، اور اگر تو نے نفس کو آخرت کی راہ پر چلایا، اور آخرت کو اپنا راس المال بنا لیا تو تو نے دنیا و آخرت کا نفع حاصل کر لیا، اور تجھے تیرا دنیا کا حصہ خوشگوار اور بہتر مل گیا اور تو نقصان و خواری سے محفوظ اور معزز بھی رہا۔

جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، بیشک خدا تعالےٰ دنیا

آخرت کی نیت وارادہ پر عطا فرماتا ہے، اور آخرت دنیا کی نیت وارادہ پر عطا نہیں کرتا" اور ایسا کیونکر نہ ہو، حالانکہ آخرت کی نیت ہی تو اللہ تعالےٰ کی اطاعت ہے، کیونکہ نیت عبادت کی جان ہے، بلکہ نیت خود عبادت ہی ہے، پس جب تو نے دنیا سے نفرت کرنے اور دار آخرت کی طلب و خواہش کے ساتھ اللہ تعالےٰ کی فرمانبرداری کی، تو تو اللہ تعالےٰ کے خاص بندوں، فرمانبرداروں اور محبت کرنے والوں سے ہو جائیگا، اور تجھے آخرت کا ثواب حاصل ہوگا، اور وہ ثواب جنت اور اللہ تعالیٰ کی ہمسائگی ہے، اور دنیا تیری خدمت کریگی، اور دنیا سے وہ حصہ تجھے پورا دے دیا جائیگا جو تیری قسمت میں لکھا ہے، کیونکہ ہر چیز اپنے خالق و مالک کے تابع ہے، اور وہ اللہ تعالےٰ ہے۔

اور اگر تو دنیا میں مشغول ہو گیا اور آخرت سے تو نے روگردانی کی، تو پروردگار تجھ پر ناراض ہوگا، اور تیری آخرت برباد ہو جائیگی، اور دنیا تجھ پر سرکش اور بے فرمان ہوگی، اور دنیا کا حاصل کرنا دشوار ہو جائیگا، اور دنیا تجھے تیرا حصہ دینے میں تکلیف و مصیبت میں ڈال دیگی، کیونکہ اللہ تعالےٰ تجھ پر ناراض ہے، اور دنیا اُس کی ملکیت، خداوند تعالیٰ اُس کو خوار کرتا ہے جو اُس کی بے فرمانی کرے، اور اُس کی عزت کرتا ہے جو اُس کی فرمانبرداری کرے۔

پس اُس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ بات ثابت اور صحیح ہو جاتی ہے "دنیا اور آخرت دو سوکنیں ہیں، اگر تو اُن دونوں میں سے ایک کے ساتھ راضی ہو گیا تو اپنے پر دوسری کو ناراض کر دیگا"۔

اللہ عزوجل نے فرمایا مِنۡكُمۡ مَّنۡ يُّرِيۡدُ الدُّنۡيَا وَمِنۡكُمۡ مَّنۡ

یُّرِیْدُ الْاٰخِرَۃَ ط" تم میں سے کوئی وہ ہے جو دنیا چاہتا ہے، اور تم میں سے کوئی وہ ہے جو آخرت کا طلب گار ہے"۔ دنیا طلب کرنے والوں کو دنیا کے بیٹے اور آخرت طلب کرنے والوں کو آخرت کے بیٹے کہا جاتا ہے، پس اس وقت جبکہ تو دنیا میں موجود ہے، دیکھ اور غور کر کہ تو ان دونوں میں کونسے بیٹوں سے ہے، اور تو اُن دونوں گروہوں میں سے کونسے گروہ سے ہونا پسند کرتا ہے، پھر جب تو آخرت کی طرف چلا جائیگا (تو وہاں بھی دو گروہ ہونگے) ایک گروہ بہشت میں ہوگا، اور دوسرا دوزخ میں ایک گروہ میدانِ قیامت میں اُس دن جس کا اندازہ پچاس ہزار سال ہے، لمبا حساب دیتے میں کھڑا رہے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، اور دوسرا گروہ عرش کے سائے تلے ایسے دسترخوانوں پر بیٹھا ہوگا، جن پر پاکیزہ اور خوش ذائقہ کھانے اور میوے اور برف سے زیادہ سفید شہد چنے ہونگے، جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے، وہ جنت میں اپنے محلوں اور مکانوں کو دیکھ رہے ہونگے، حتیٰ کہ جب اللہ تعالیٰ خلقت کے حساب سے فارغ ہو جائیگا تو بہشت میں داخل ہو جائیں گے، اور اپنے گھروں کی راہ لیں گے، جیسا کہ دنیا میں کوئی شخص اپنے گھر کی راہ لیتا ہے، پس اُنھوں نے یہ مرتبہ حاصل کیا ہے تو صرف دنیا کو چھوڑنے کی وجہ سے اور اپنے مولا اور آخرت کی طلب میں لگے رہنے کے سبب سے، اور وہ دوسرے لوگ طرح طرح کی مصیبتوں اور خواری اور حساب میں پڑ گئے ہیں تو صرف دنیا میں مشغول رہنے اور اس میں رغبت کرنے کی وجہ سے اور آخرت سے نفرت کرنے اور اس کے کام میں بے پرواہی کرنے اور قیامت کے دن کو اور اُن

حالات کو بھلا دینے کے سبب سے جس کی طرف انہوں نے کل کو واپس جانا ہے، جیسا کہ کتاب و سنت میں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ذکر کیا ۔

بس اپنے نفس کو رحمت اور شفقت کی نگاہ سے دیکھ، اور اپنے نفس کیلئے ان دونوں گروہوں میں سے اچھا گروہ پسند کر، اور اُسے بُرے دوستوں یعنی سرکش انسانوں اور جنوں سے علیحدہ رکھ، اور کتاب و سنت کو اپنا پیشوا بنا لے، اور ان میں غور و تدبر سے نگاہ کر، اور ان پر عمل کر، اور عمل کے بغیر محض اپنی گفتگو اور ہوس و لالچ پر مغرور و مست ہو، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، مَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَ مَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا "یعنی جو چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم تمہیں دے وہ لے لو، اور جس چیز سے تمہیں باز رکھے اُس سے باز آجاؤ" اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو، اور اس کی مخالفت نہ کرو، ایسا نہ ہو کہ تم اس بات پر عمل کرنا چھوڑ دو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم لائے ہیں، اور اپنے لئے کوئی نیا کام کوئی نئی عبادت پیدا مت کرو، جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے اُس قوم کے حق میں ارشاد فرمایا، جو راہ راست سے بھٹک گئی تھی، وَرَهْبَانِيَّةَ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ۔ یعنی "اہل کتاب نے رہبانیت کو نئی چیز پیدا کر لیا تھا، جو ہم نے ان پر فرض نہ کی تھی ۔

ے رہبانیت، عبادت میں مبالغہ اور زیادتی کرنا، اور گوشہ نشین ہو جانا، اور خلقت، لذات و شہوات سے قطعی پرہیز کرنا، یہ کام ہمارے دین اسلام میں جائز نہیں ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے ۱۲

پھر بیشک اُس نے اپنے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سچائی اور درستی کے ساتھ باطل سے پاک صاف کر دیا، اور فرمایا، وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى "اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی طرف سے اور اپنی خواہش پر بات نہیں کرتا، اُس کی باتیں جو وہ تبلیغ شریعت میں کرتا ہے، وحی ہی ہوتی ہیں، جو اس کی طرف کی جاتی ہے" یعنی جو چیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے پاس لائے ہیں وہ میری طرف سے ہے نہ کہ اس کی خواہش اور نفس کی طرف سے، پس تم اُس کی پیروی کرو، پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا، قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ یعنی "اے محمد! کہہ دیجئے، اگر تم اللہ تعالیٰ کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، تاکہ خدا تعالیٰ تمہیں دوست رکھے" پس یہ ظاہر ہو گیا کہ محبت کا رستہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی ہے گفتار میں ہو یا کردار میں پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، "کسب کرنا (یعنی روزی حاصل کرنے کے لئے کوئی کام کرنا) میری سنت ہے، اور خداوند تعالیٰ پر توکل کرنا میری حالت باطنی ہے" یا جیسا کہ آپؐ نے فرمایا، پس اے طالب آخرت تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت اور حالت کے اندر قائم رہے، اگر تیرا ایمان کمزور ہے تو کسب اختیار کر لے، جو آپؐ کی سنت ہے، اور اگر تیرا ایمان طاقتور ہے، تو آپ کی حالت کو اختیار کر جس کا نام توکل ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا، وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْا "اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو" - اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا، وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ "جو اللہ تعالیٰ پر

بھروسہ کرتا ہے تو وہ اس کے لئے کافی ہو جاتا ہے" اور فرمایا، اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَوَکِّلِیْنَ۔ "بیشک اللہ تعالٰے توکل کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے" پس تحقیق اُس نے تجھے توکل کا حکم کیا ہے اور اس پر تجھے خبردار کیا ہے، جیسا کہ اپنے نبیؐ کو حکم فرمایا ہے +

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا "جس شخص نے کوئی ایسا کام کیا، جس کے متعلق کوئی ہمارا حکم نہیں ہے، تو وہ کام مردود اور باطل ہے"۔ آپ کا یہ حکم رزق، افعال اور اقوال سب پر حاوی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سوا ہمارا کوئی دوسرا نبی نہیں، جس کی ہم پیروی کریں، اور قرآن عزیز کے سوا کوئی کتاب نہیں جس پر ہم عمل کریں +

پس اے مومن! ان دونوں کتاب وسنت سے باہر مت ہو، ورنہ تو ہلاک ہو جائیگا، اور تجھے تیرا نفس اور شیطان گمراہ کر دینگے، (جیسا کہ خداوند تعالٰے نے فرمایا- وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ "اور اپنے نفس کی پیروی مت کر، ورنہ وہ تجھے اللہ تعالٰی کے رستہ سے گمراہ کر دے گا")۔ اور سلامتی کتاب وسنّت کے ساتھ وابستہ ہے، اور اس کے سوا دوسری باتوں میں تباہی و بربادی اور بندہ انہی کتاب وسنت کے ذریعہ سے ولایت، بدلیّت اور غوثیّت کی طرف ترقی کرتا ہے +

۳۷۔ حسد کی ممانعت

اے تقسیم ازلی و تقدیر الٰہی پر ایمان لانے والے! مَیں حیران ہوں، جو تجھے اپنے ہمسایہ کی کھانے، پینے اور پہننے کی چیزوں پر اور اُس کی بیوی اور مکان پر، اور دولتمندی میں اور اپنے مولا کی دی ہوئی نعمتوں میں اُس کے بھرنے پر اور اُس کے تقسیم میں آئے ہوئے حصّہ پر حسد کرنے والا دیکھ رہا ہوں ❖

کیا تو نہیں جانتا کہ حسد ایسی چیز ہے، جو تیرے ایمان کو کمزور کر دے، اور اپنے مولا کی نظرِ رحمت سے تجھے گرا دے اور اُس کے نزدیک تجھے دشمن بنا دے، کیا تو نے یہ حدیث نہیں سُنی، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی گئی ہے کہ "اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ حسد کرنے والا میری نعمتوں کا دشمن ہے" اور تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلام نہیں سُنا کہ "حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے، جیسے آگ لکڑی کو کھا جاتی اور جلا دیتی ہے" ❖

پھر اے مسکین و عاجز! تو کس چیز پر اُس کا حسد کرتا ہے؟ کیا اُس کے نصیبہ پر یا اپنے نصیبہ پر، اگر تو خدا تعالیٰ کے اُس تقسیم شدہ حصّہ پر حسد کرتا ہے، جو اُس نے اُس کے لئے مقرر کیا ہے، تو اُس پر تو نے ظلم کیا ہے، کیونکہ وہ حصّہ تو خدا تعالیٰ کے اس کلام سے اُس کے لئے مقرر کیا ہوا ثابت ہوتا ہے، نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا یعنی "ہم نے ہی اُن کے

درمیان دنیا کی زندگی میں اُن کی زندگی کی ضروریات کو تقسیم کر دیا ہے"
جس کا تو حسد کرتا ہے، وہ تو اپنے مولا کی ان نعمتوں میں پھرتا ہے (اور اُن کو خرچ کرتا ہے) جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اُس پر نیکی کی ہے، اور وہ نعمتیں اُس کے لئے مقدر کی ہیں، اور اُن میں کسی دوسرے کا حصّہ اور نصیبہ نہیں بنایا، پس تجھ سے زیادہ ظالم، بخیل، احمق اور کم عقل کون ہو گا؟

اور اگر تو اپنی قسمت پر حسد کرتا ہے (کہ جو کچھ اُس کے پاس ہے وہ میرا ہے جو اُسے دے دیا گیا ہے) تو تو پہلے درجے کا بیوقوف ہے کیونکہ تیری قسمت کسی دوسرے کو نہیں دی جا سکتی، اور نہ ہی تیری طرف سے دوسرے کی طرف منتقل ہوتی ہے، خدا تعالیٰ اس سے پاک و منزہ ہے، (کیونکہ) خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے، مَا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ یعنی میرے نزدیک کوئی حکم نہیں بدلا جاتا اور نہ ہی میں اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا ہوں، بیشک اللہ تعالیٰ تجھ پر ظلم نہیں کرتا، کہ تیری قسمت اور مقدور کو وہ چھین لے، اور تیرے سوا کسی دوسرے کو دیدے، پس یہ حسد کرنا تیری جہالت اور اپنے بھائی پر ظلم ہے +

پھر تیرے لئے اپنے بھائی پر حسد کرنے سے زمین پر حسد کرنا بہتر ہے، جو سونے، چاندی اور جواہرات کے دفینوں اور خزانوں کی کان ہے، جن کو اگلے بادشاہوں جیسے قوم عاد، ثمود اور قیصر و کسرےٰ نے جمع کر دیا تھا +

تیری مثال تو اُس شخص کی مانند ہے، جس نے کسی بادشاہ کو اُس کی

شان و شوکت کے ساتھ اور اُس کے لشکر اور جاہ و حشم کے ساتھ، اور ملکوں میں اس کی بادشاہی اور اُس کی طرف خراج جمع کرنے اور پہنچانے کے ساتھ اور لذات و شہوات اور قسم قسم کی نعمتوں میں عیش کرنے کے ساتھ دیکھا، تو وہ شخص اُن تمام چیزوں پر اُس بادشاہ کا حسد نہیں کرتا پھر اُس شخص نے جنگلی کتے کو دیکھا جو اُس بادشاہ کے کتوں میں سے کسی کتے کی خدمت کرتا ہے، اور اُس کے ساتھ کھڑا ہوتا اور رات گذارتا اور صبح کرتا ہے، اور اُس جنگلی کتے کو بادشاہ کے باورچی خانہ سے کھانے کا بچا کھچا اور ردی چیزیں دی جاتی ہیں، اور وہ اسی سے اپنا پیٹ پالتا ہے، تو وہ شخص اُس کتے کا حسد کرتا ہے، اور اس کا دشمن بن جاتا ہے اور اُس کے مرنے اور تباہ ہونے اور اُس کی جگہ حاصل کرنے کی تمنا کرتا ہے، اور چاہتا ہے کہ اس پس خوردہ کھانے میں اُس کی جگہ لے لے، وہ یہ حسد اپنی کمینگی اور خست کی وجہ سے کرتا ہے، نہ کہ دنیا کو نفرت کی نگاہ سے دیکھنے اور دین کی نگہداشت اور قناعت کی وجہ سے، پس کیا تمام زمانہ میں کوئی شخص اُس سے زیادہ احمق و نادان اور بیوقوف بھی ہوگا؟

پھر اے مسکین! اگر تجھے معلوم ہو کہ اگر تیرے پڑوسی نے دنیا کے اندر اُن نعمتوں میں خداوند تعالیٰ کا حق ادا کرنے میں اُس کی فرمانبرداری نہیں کی، جن کا مالک اللہ تعالیٰ نے اُس کو بنایا ہے، اور اس کے حکم کی تعمیل نہیں کی، اور ان نعمتوں میں اُس کی جاری شدہ منہیات سے باز نہیں رہا، اور اُس نے خدا تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت پر اُس نعمت کے ساتھ مدد طلب نہیں کی، تو کل قیامت کے دن لمبا حساب دینے سے

کیا کچھ پائے گا، جو حساب کی سختی اور تکلیف کے وقت وہ خواہش کریگا کہ کاش! وہ ان دنیوی نعمتوں میں سے ذرہ بھر بھی نہ دیا جاتا، اور کوئی نعمت کسی دن بھی وہ نہ دیکھتا، (تو حسد کرنا تو ضرور چھوڑ دے) +

کیا تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا وہ ارشاد نہیں سُنا جو حدیث شریف میں وارد ہوا ہے "بیشک قیامت کے دن کئی قومیں جب دنیا کی تکلیف و مصیبت والوں کا ثواب دیکھیں گی تو یہ خواہش کریں گی کہ کاش! اُن کے گوشت قینچیوں سے کاٹ دیئے جائیں" پس کل قیامت کے دن تیرا پڑوسی جب اپنے لمبے حساب اور اُس کی تنگی کو اور سورج کی گرمی میں پچاس ہزار سال اپنے کھڑا رہنے کو دیکھیگا، تو وہ تیرے دنیا والے مرتبے اور حالت کی خواہش کرے گا (کہ ہائے افسوس! میں دنیا میں مسکین و غریب ہی ہوتا) کیونکہ اُس نے دنیا میں مال و نعمت سے خاصہ فائدہ حاصل کیا تھا +

اور تو حساب کی مصیبتوں سے بچ کر عرش کے سائے تلے ایک علیحدہ جگہ میں کھاتا، پیتا، عیش کرتا، آسودہ حال، فرحاں و شاداں ہوگا کیونکہ تو نے دنیا کی سختی، تنگی، آفتوں اور مفلسی و محتاجی پر صبر کیا تھا، اور اپنی قسمت پر راضی تھا، اور تو نے اپنی فقیری اور دُوسرے کی امیری سے، اپنی بیماری اور دوسرے کی صحت سے، اپنی سختی اور دوسرے کی نرمی سے، اور اپنی ذلت اور دُوسرے کی عزت سے اپنے پروردگار کی تقدیر و تدبیر میں اُس کے ساتھ موافقت کی تھی +

اللہ تعالیٰ ہمیں اور تجھے بھی اُن لوگوں سے بنائے، جنہوں نے مصیبتوں پر صبر کیا، اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر کیا، اور اپنے

کام کو زمین و آسمان کے پروردگار کے سپرد کر دیا اور اسی پر چھوڑ دیا

۳۸۔ صدق و اخلاص

جو شخص صدق و اخلاص سے اپنے مولا کے ساتھ معاملہ کرے، وہ صبح و شام اپنے مولا کے سوا دوسری چیزوں سے غمگین و بے آرام ہو جاتا ہے، اے مولا کو طلب کرنے والی قوم اُس چیز کا دعوے و خواہش مت کرو جو تمہیں ملنے والی نہیں، اور توحید پرست بن جاؤ، اور شرک نہ کرو، اور تقدیر الٰہی کے تیروں کا نشانہ مت بنو، وہ تمہیں قتل تو نہ کریں گے، لیکن زخمی ضرور کر دیں گے، اور جو شخص اللہ تعالےٰ کے دین اور اس کی طلب میں ہلاک و شہید ہو جائے، اللہ تعالےٰ پر اُس کا بدلہ اور اجر ضروری ہو جاتا ہے ؛

۳۹۔ حرص و ہوا کی مذمّت

خواہش نفسانی (حرص و ہوا) کے ہوتے ہوئے حکم الٰہی کے بغیر مال و رزق بلکہ کوئی چیز حاصل کرنا خداوند تعالیٰ سے دشمنی اور بےدردی ہے، اور خواہش نفسانی کے بغیر حکم خداوندی کے ساتھ مال و رزق وغیرہ حاصل کرنا خداوند تعالیٰ کے ساتھ موافقت اور اتفاق ہے، اور حکم کے باوجود اس کا چھوڑ دینا ریا[1] اور نفاق ہے ؛

---

[1] ریاکار آدمی اجازت و حکم کے باوجود مال و رزق کو اس لئے چھوڑتا ہے کہ لوگ دیکھ کر اسے پرہیزگار اور صوفی سمجھیں، اور ان کا منظور نظر ہو جائے، وہ صدق و خلاص سے بے بہرہ ہے، اُس کی عبادات و اتقاد وغیرہ بے کار ہیں ۱۲

۱۹ غیر اللہ سے فانی ہونے کے بعد فنا فی التوحید کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے

اے سالک! اس بات کا طمع و آرزو مت کر کہ تو رُوحانیوں[1] کے گروہ میں داخل ہو جائے، جب تک کہ تو اپنی پوری ذات کا دشمن نہ بن جائے، اور (گناہ اور خدا تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کرتے ہیں) تو اپنے اعضاء و جوارح سے جدا نہ ہو جائے، اور اپنی ہستی سے، اپنی حرکات و سکنات، اپنی شنوائی، بینائی، گویائی اور گرفت سے اور اپنی رفتار، عمل و عقل سے اور ان تمام چیزوں سے جو تیرے جسم میں رُوح داخل ہونے سے پہلے تھیں اور جو روح داخل ہونے کے بعد پائی گئیں، سب سے تو اکیلا اور علیحدہ نہ ہو جائے، کیونکہ یہ تمام چیزیں تیرے پروردگار سے تیرا پردہ بنی ہوتی ہیں، (اور خداوند تعالیٰ کے قرب سے محروم رکھنے والی ہیں)۔

پس جب تو محض روح بن گیا، اور اغیار کی نظروں سے پوشیدہ ہو گیا اور چھپ گیا، اور اپنی پوشیدگی اور بھید میں سب چیزوں سے جدا ہو گیا اور ہر چیز کو تو دشمن، پردہ اور تاریکی سمجھنے لگا، جیسے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے فرمایا، فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّیْ

---

[1] روحانی اُن لوگوں کو کہتے ہیں جو بشریت کی قیدوں اور جسمانی کدورتوں سے نکل کر ملکی صفات سے موصوف ہو جاتے ہیں، اور فرشتوں کی طرح بن جاتے ہیں، اور محض روح ہی روح رہ جاتے ہیں ۱۲

اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ "بے شک رب العالمین کے سوا وہ بُت میرے دشمن ہیں" حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بات بتوں کے لئے فرمائی تھی، پس تو اپنے سارے جسم اور اجزا کو تمام خلقت کے ساتھ ساتھ بُت سمجھ لے، اور ان میں سے کسی چیز کی بھی فرمانبرداری نہ کر، پس اُس وقت تو اسرار و علوم لدنیہ اور اُن کے عجائبات کا امین بنا دیا جائے گا، اور تکوین یعنی پیدا کرنا اور خارق عادات یعنی کرامات تیری طرف پھیر دی جائیگی اور تیرے سپرد کر دیجائیں گی) وہ کرامات اُس قدرت اور طاقت کی قسم سے ہیں جو بہشت میں مومنوں کو حاصل ہو گی، اور تو اس حالت میں ایسا ہو جائیگا کہ گویا تو آخرت میں مرنے کے بعد پھر زندہ کیا گیا ہے، پس تیرا سارا وجود قدرت الٰہی کا مظہر بن جائیگا، تو خدا تعالیٰ کے ساتھ سنے گا، خدا کے ساتھ تو دیکھے گا، خدا کے ساتھ بولے گا، خدا کے ساتھ تو پکڑے گا، خدا کے ساتھ تو چلے گا، اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ تو عقل کریگا، اور اللہ تعالےٰ کے ساتھ تو سکون و آرام پائے گا، پس تو غیر اللہ سے اندھا اور بہرہ ہو جائیگا، اور غیر اللہ کی کوئی ہستی تجھے نظر نہ آئے گی[1] بشرطیکہ تو حدود الٰہی کو نگاہ رکھے، اور اوامر و نواہی شرعیہ پر پورا پورا قائم رہے۔ شعر

(تو او نشوی ولے گر جہد کنی جائے برسی کز تو توئی برخیزد)

---

[1] یعنی تو صرف اللہ تعالیٰ کا کلام سُنے گا، اور اسی کو دیکھیگا، اور اسی سے بات چیت کریگا اور اُسی کے ساتھ تیری محبت اور الفت ہو گی، اور اسی کی طرف ہی تیری دوڑ ہو گی اور اُسی کو تو ادراک کریگا، اور اسی کے ساتھ تیرا قرار و آرام ہو گا، اور ذات الٰہی کے سوا باقی سب کچھ حتیٰ کہ تیری ہستی تک مٹ جائیگی، یہ فنا فی التوحید کا مقام ہے۔

اگر حدود الہیہ میں سے کوئی چیز کٹ گئی اور ضائع ہو گئی، تو جان لے کہ تو فتنہ و بلا میں ڈال دیا گیا ہے، اور تیرے ساتھ شیطان کھیل رہے ہیں، پس شریعت کے حکم کی طرف رجوع کر اور اسے لازم پکڑ، اور اپنی ہوا و ہوس کو چھوڑ دے، ہر وہ حقیقت جس کی گواہی شریعت نہ دے وہ بے دینی اور کفر ہے +

۱۴۔ فنا کے بعد بقا حاصل ہوتی ہے اور اس کی مثال

اے مومن! ہم تیرے لئے دولتمندی کی ایک مثال پیش کرتے ہیں، اور کہتے ہیں :-

کیا تو ایک بادشاہ کو نہیں دیکھتا، جو عوام الناس میں سے ایک شخص کو کسی ملک کا حاکم بنا دیتا ہے، اور شہروں میں سے کسی شہر کی حکومت اس کے سپرد کر دیتا ہے، اور حاکموں کی وردی اسے پہنا کر اس کی عزت کے لئے چھوٹے بڑے جھنڈے گاڑ دیتا ہے، اور اسے نقارے ڈھول اور لشکر دے دیتا ہے، پھر وہ شخص اسی حالت پر عرصہ تک حکومت کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ جب وہ اس حال پر مطمئن ہو گیا اور اس کے باقی و ثابت رہنے کا اسے پورا یقین ہو گیا اور اسے اپنی یہ حالت پسند آئی، اور اپنی پہلی حالت اور عزت کی کمی، بدحالی، فقیری اور گمنامی کو بھول گیا اور تکبر و غرور نے اس کے نفس میں راہ پائی، تو (اچانک) اسی حالت میں بادشاہ کی طرف سے معزولی اور برطرفی کا حکم مل گیا، پھر بادشاہ نے اس کے کاروبار حکومت کے جرموں اور

غلطیوں کے متعلق اور دورانِ حکومت میں اس کے حکموں اور ممنوعات سے بے پرواہی کرنے کے متعلق اس سے بازپرس کی اور اسے تنگ و تاریک اور سخت قید خانے میں قید کر دیا، اور اس کی قید لمبی ہو گئی۔ اور اس کی تکلیف و مصیبت، بدحالی و مفلسی ہمیشہ رہنے لگی، اور اس کا غرور و تکبر جاتا رہا اور اس کی خودی مٹ گئی، اور اس کی حرص و ہوا کی آگ ٹھنڈی پڑ گئی اور اس کے ساتھ یہ سب کچھ بادشاہ کے سامنے اور اس کے علم میں ہوتا رہا ۔

پھر (تکبر و غرور اور خودی مٹ جانے کے بعد) بادشاہ نے اس پر مہربانی و عنایت اور شفقت و رحمت کی نظر سے اس کی طرف دیکھا، اور اس کو قید خانے سے نکالنے، اور اس کے ساتھ احسان کرنے، اور اسے خلعت پہنانے اور اسے دوبارہ حکومت عطا کرنے اور اسے ان انعامات کے ساتھ ساتھ ان کے برابر مزید انعامات عطا کر دینے کا حکم صادر کر دیا، اور یہ زیادتی محض بادشاہ کی بخشش اور اس کا انعام تھا، پس یہ حکومت نہایت صاف، کفایت کرنے والی اور خوشگوار اس کے لئے ہمیشہ اور باقی رہنے والی ہو گئی ۔

پس یہی حال مومن کا ہوتا ہے، جب خداوند تعالیٰ اسے اپنے قریب کر لے اور اپنا برگزیدہ بندہ بنا لے، تو اس کے دل کی آنکھوں کے سامنے رحمت، احسان اور انعام کا دروازہ کھول دیتا ہے، پھر وہ اپنے دل کے ساتھ وہ چیزیں دیکھتا ہے، جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں، اور نہ کسی کان نے سنیں اور نہ کسی انسان کے دل میں ان کا خیال گذرا، مثلاً آسمانوں اور زمین کے عجائبات کی چھپی چیزوں کا پتہ،

قرب الٰہی، مزید ار اور عمدہ کلام کا سُننا اور نفیس وجمیل وعدے، ناز ومحبت، دعاؤں کی قبولیت اور تصدیق ایمان کی حقیقت کا پتہ چلنا اور وعدوں کا ایفا، اور حکمت و دانائی کی باتیں جو دُور مکان یعنی بارگاہ الٰہی سے اُس کے دل کی طرف پھینک دی جاتی ہیں، پس وہ اُس کی زبان پر ظاہر ہوتی ہیں، اور ان باطنی انعامات کے ساتھ ساتھ اُس پر اور اُس کے جسم و اعضاء وجوارح پر ظاہری انعامات بھی مکمل اور پورے کر دئے جاتے ہیں، مثلاً کھانے، پینے، پہننے اور نکاح کی حلال و مباح چیزیں اور حدود شرعیہ اور عبادات ظاہریہ کی نگہداشت، پس اللہ تعالٰے یہ ظاہری وباطنی انعامات اپنے مومن مجذوب بندہ کے لئے مدت دراز تک قائم رکھتا ہے، اس وقت تک کہ بندہ ان انعامات کی طرف مطمئن ہو گیا، اور اُن پر دھوکہ کھایا، اور اُن کے ہمیشہ رہنے کا اُسے یقین ہو گیا، تو اللہ تعالٰی نے اُس پر طرح طرح کی بلاؤں اور مصیبتوں کے دروازے کھول دئیے، مثلاً اُس کا نفس بیماری اور غم کا شکار ہو گیا، اور مال تباہ و برباد ہو گیا، اہل وعیال بد اخلاقی، بیماریوں یا موت کے بھینٹ چڑھ گئے، اور اُس سے وہ تمام نعمتیں کٹ گئیں، جو اللہ تعالٰے نے پہلے اس پر انعام کی تھیں، پس وہ بندہ حیران، عاجز شکستہ دل اور اپنوں بیگانوں سے تعلق بریدہ رہ جاتا ہے، اگر وہ اپنے ظاہر پر نگاہ ڈالے تو اُسے اپنا ظاہر بہت ہی بُرا معلوم ہوتا ہے، اور اگر اپنے دل اور باطن پر نظر کرے، تو اُسے محزون و غمناک پاتا ہے، اور اگر وہ اللہ تعالٰے سے اپنی تکلیف دُور کرنے کی دُعا کرے تو اسکی قبولیت کی صورت نظر نہیں آتی، اور اگر اللہ تعالٰی سے عمدہ وعدہ کی طلب کرے تو

اُس کو بھی جلدی نہیں پاتا، اور اگر (بالفرض) کسی چیز کا وعدہ بھی کیا جائے تو اُس کے پورا ہونے کی اس کو اطلاع نہیں دی جاتی، اور اگر کوئی خواب دیکھے تو اُس کی تعبیر و تصدیق پر بھی کامیاب نہیں ہوتا، اور اگر خلقت کی طرف رجوع کرنے کا قصد کرے تو شریعت میں اُس کی بھی کوئی دلیل نہیں پاتا، اور اگر شریعت میں اُس کی اجازت ظاہر ہوگئی، اور اُس پر اُس نے عمل کر لیا، تو سزائیں اس کی طرف دوڑ کر آجاتی ہیں، اور لوگوں کے ہاتھ اُس کے جسم پر قابض ہو جاتے ہیں، اور اُن کی زبانیں اُس کی بے عزّتی اور بے حرمتی پر تل جاتی ہیں، اور اگر خداوند تعالےٰ کے منظور نظر و برگزیدہ ہو جانے سے پہلے اُس بُری حالت سے خلاصی پانے کے لئے جس میں وہ جکڑا گیا ہے اور پہلی عمدہ حالت کی طرف بدلنے کی خواہش و طلب کرے تو وہ قبول نہیں ہوتی، اور اگر اپنے پر آئی ہوئی بلا و مصیبت پر خوش حال رہنے اور رضا و خوشنودی کی درخواست کرے تو یہ چیز بھی نہیں دی جاتی، پس اس وقت نفس گھٹنے لگتا ہے اور ہوا و ہوس میں زوال آنا شروع ہو جاتا ہے، اور خواہشات و آرزوئیں کوچ کر جاتی ہیں، اور تمام ہونے والی چیزیں نیست و نابود ہو جاتی ہیں، اور اُس کی یہ حالت عرصہ تک قائم رہتی ہے، بلکہ یہ حالت سختی، دباؤ اور پختگی میں بڑھ جاتی ہے ؀

حتیٰ کہ جب بندہ انسانی عادات اور بشری اوصاف سے فانی ہو جاتا ہے اور صرف روح ہی رہ جاتی ہے، تو اپنے باطن اور دل سے یہ آواز سنتا ہے، اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ هٰذَا مُغْتَسَلٌ بَارِدٌ وَّ شَرَابٌ، یعنی "زمین پر اپنا پاؤں دے مار، یہ نہانے اور پینے کا ٹھنڈا پانی ہے" جیسا کہ

حضرت ایوب علیہ السلام کو فرمایا گیا تھا۔ پھر اللہ تعالےٰ نے اُس کے دل پر اپنی رحمت، مہربانی، عنایت اور احسان کے دریا بہا دیئے اور اسے اپنی رحمت، اپنی معرفت کی خوشنودی، اور اپنے باریک علوم کے ساتھ زندہ کر دیا، اور اس پر اپنی نعمت اور محبت و ناز کے دروازے کھول دیئے اور ہر حال میں لوگوں کے ہاتھ اس کی طرف خرچ و بخشش کرنے اور خدمت کیلئے کھول دیئے، اور ہر جگہ اُس کے ذکر خیر اور حمد و ثنا پر لوگوں کی زبانیں جاری کر دیں اور پاؤں اُسکی زیارت کیلئے چلا دیئے، اور گردنیں اُس کے آگے جھکا دیں، اور بادشاہ امیر و کبیر اُس کے فرمانبردار بنا دیئے، اور اس پر اپنی ظاہری و باطنی نعمتیں پوری کر دیں، اور اُس کی ظاہری تربیت اپنی مخلوقات اور اُن کے انعامات کے ذریعہ سے اپنے ذمہ لے لی، اور اپنے لطف و کرم سے اُس کی باطنی تربیت میں بھی مصروف ہو گیا، اور اُس کی یہ حالت مرتے دم تک قائم رکھی، پھر (مرنے کے بعد) اُسے ایسی نعمتوں میں داخل کر دیتا ہے جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں اور نہ کسی کان نے سنیں اور نہ ہی کسی انسان کے دل میں اُن کا خیال گذرا، جیسا کہ اُس نے فرمایا ہے، فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ "پس کوئی شخص نہیں جانتا کہ اُن کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک سے جو کچھ چھپا رکھا ہے، یہ اُس کام کا بدلہ ہے، جو وہ دنیا میں کرتے تھے"۔

۲۴۔ نفس انسانی کی دو حالتیں (عافیت و مصیبت)

نفس انسانی کی صرف دو حالتیں ہیں، جن کے لئے تیسری حالت نہیں، عافیت و آرام کی حالت، اور بلا و مصیبت کی حالت۔

جب نفس انسانی بلاؤ مصیبت میں گرفتار ہو جائے، تو بے صبری، خدا تعالےٰ کا گلہ، اس پر ناراضگی، اعتراض، اور تہمت لگانا اُس کا شیوہ بن جاتا ہے، نہ اُسے صبر رہتا ہے، نہ رضاو موافقت، بلکہ بے ادبی اور ذات باری تعالےٰ کو خلقت اور اسباب کے ساتھ شریک کر دینا اور کفرو انکار اس کا کام رہ جاتا ہے۔

اور جب آرام و آسائش کی حالت میں ہو تو بے اندازہ خوش ہونا تکبر کرنا، اور شہوت و لذات کی پیروی کرنا اس کا کام ہوتا ہے، جب ایک خواہش نفسانی اس نے حاصل کر لی، تو دوسری کی آرزو کرنے لگا اور اپنی موجودہ نعمت کو حقیر سمجھنے لگا، اور ان نعمتوں سے عیب و نقصان نکالتا اور اس سے اعلےٰ و نفیس چیزوں کی طلب کرتا ہے جو اُس کی قسمت میں نہیں آئیں، اور اپنی قسمت سے رُوگردانی کر لیتا ہے، اور نفس انسان کو لمبی مشقت و محنت میں ڈال دیتا ہے، اور جو چیز اُس کے پاس موجود ہے، اور اس کی قسمت میں آچکی ہے اُس پر راضی نہیں ہوتا، اور سختیوں کا مرتکب ہوتا ہے، اور ہلاکت کی جگہوں میں گھس جاتا ہے، اور پہلے دنیا میں، پھر عقبےٰ میں ایسی لمبی مشقت میں پڑ جاتا ہے، جس کا انجام و اختتام نہیں، جیسا کہ کہا گیا ہے "کہ یقیناً سخت ترین مصیبت اُس چیز کی طلب ہے جو قسمت میں نہ ہو"۔

پھر جب نفس انسانی کسی مصیبت میں گرفتار ہو تو اُس مصیبت کے دور ہو جانے کے سوا کوئی خواہش نہیں کرتا، اور ہر نعمت، خواہش اور لذت کو بھول جاتا ہے اور ان چیزوں میں سے کسی کی خواہش نہیں کرتا اور جب اُس کو اس مصیبت سے آرام دے دیا جائے، تو اپنی رعونت،

خوشی اور تکبر کی طرف رجوع کر لیتا ہے، اور اپنے پروردگار کی اطاعت سے مُنہ پھیر لیتا ہے اور گناہ کرنے شروع کر دیتا ہے، اور اِس مصیبت کو جس میں وہ پھنسا ہُوا تھا، اور اِس سختی اور اِس تباہی کو جو اس پر نازل ہوئی تھی بھلا دیتا ہے، پس قسم قسم کی ایسی مصیبتوں اور تکلیفوں کی طرف اسے سزا دینے کے لئے پھیر دیا جاتا ہے جو پہلی مصیبت سے زیادہ سخت اور ضرر رساں ہوتی ہیں، کیونکہ اُس نے کبیرہ گناہوں کو کمایا تھا اور اِن کا مرتکب ہُوا تھا، (اور اس لئے بھی اُسے دوبارہ گرفتار کر دیا جاتا ہے) تاکہ آیندہ زمانہ میں وہ گناہوں سے باز رہے، اور اِن کو چھوڑ دے، کیونکہ اُسے عافیت اور نعمت راس نہیں آئی، بلکہ اُس نفس انسانی کی حفاظت تو بلاد مصیبت میں ہے، پس اگر مصیبت دور ہونے کے وقت ادب کی پاسداری کرتا اور اپنے پروردگار کی فرمانبرداری اور شکر اور اپنی قسمت پر راضی رہنا اختیار کرتا، تو دنیا و آخرت میں اُس کے لئے بہتر ہوتا، اور آرام و عافیت کی زیادتی اور اپنے مولا کی رضامندی اور اپنی خوش حالی، اور توفیق و مہربانی کو حاصل کر لیتا ÷

پس جو شخص دنیا و آخرت کی سلامتی کا طلبگار ہے، تو اُسے چاہئے کہ صبر و رضا کو اختیار کرے، اور خلقت کے آگے اپنے مولا کی شکایت کرنا چھوڑ دے، اور اپنی حاجتوں کو اپنے پروردگار کے سپرد کر دے اور اُسکی اطاعت کو لازم پکڑے، اور اپنے کاموں کی کارسازی کا انتظار کرے، اور غلقت سے کٹ کر مولا کریم کی طرف آجائے، کیونکہ وہ خالق تعالےٰ اپنی مخلوقات سے یقیناً بہتر ہے، خداوند تعالےٰ سے

محروم رہنا اور انعام نہ پانا در حقیقت اُس کی بخشش و عطا ہے (کیونکہ اُس نے کسی مصلحت کی بنا پر محروم رکھا ہے) اور اس کی سزا بھی انعام ہے، اور اس کی بلا در اصل دوا ہے، اور اُس کے وعدے نقد، اور اُس کا ادھار بھی فوراً ادا کیا جانے والا ہے، اور اُس کا قول در اصل فعل ہے (کیونکہ) سوائے اس کے نہیں کہ اسی کا قول اور امر ہے، اِذَآ اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ (جب وہ کسی چیز کے بنانے اور پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اُسے کہتا ہے ہو جا تو وہ بن جاتی ہے) اور اُس کے سب کام بہتر اور کسی حکمت و مصلحت پر مبنی ہوتے ہیں، سوائے اس کے کہ اُن کاموں کی مصلحت و حکمت کا علم اپنے بندوں سے پوشیدہ کر دیا ہے، اور اُسے وہ خود ہی جانتا ہے۔

پس بندہ کیلئے بہتر اور اس کے مناسب حال یہی بات ہے، کہ رضا و تسلیم اختیار کرے اور خداوند قدوس کی عبادت میں مصروف رہے، شریعت کے اوامر و نواہی کو ادا کرتا رہے، اور تقدیر الٰہی کے آگے گردن جھکا دے، اور ان باتوں کو چھوڑ دے، جو لوازم ربوبیت ہیں، جو قضا و قدر کی علت، جاری ہونے کی جگہیں، اور اُس کی جڑ ہیں (جیسے تکبر کرنا خودی، خدا تعالےٰ کی عبادت چھوڑ دینا، تقدیر کو نہ ماننا وغیرہ) اور ان باتوں سے بھی خاموشی اختیار کرے کہ ایسا کیوں ہوا، کس طرح ہوا، اور کب ہوا؟ اور خداوند قدوس کی تمام حرکات و سکنات میں اُس پر تہمت لگانے سے چپ رہے، اور ان تمام چیزوں کی سند حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما کی یہ حدیث ہے جو عطاؒ سے بھ حضرت ابن عباس رضؓ سے مروی ہے:۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما نے فرمایا۔ اس وقت جبکہ میں حضرت رسُول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے سوار تھا، اچانک آپ نے مجھے فرمایا۔ اے لڑکے! (خدا تعالیٰ کے اوامر و نواہی پر عمل کرنے اور قضا و قدر کے تسلیم کر لینے سے) اللہ تعالےٰ کو نگاہ رکھ، تو اللہ تعالےٰ (اپنی رحمت، بخشش اور مدد سے) تجھے نگاہ رکھے گا، اور تو (دل کے اندر اس کو اپنے ساتھ سمجھنے اور اسے سامنے رکھنے سے) اُسے نگاہ رکھ، تو اس کو یعنی اس کی مدد بخشش اور نصرت کو اپنے سامنے پائیگا، پس جب تو کچھ مانگے، تو اللہ تعالیٰ سے مانگ اور جب تو مدد طلب کرے تو اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کر، ہر تقدیر و احکام قضا و قدر کو لکھ کر قلم خشک ہو گیا ہے، اور اگر بندے تجھے اُس چیز کا نفع پہنچانے کی کوشش کریں جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے مقدر نہیں کی، تو وہ اُس کی طاقت اور قدرت نہیں پا سکتے، اور اگر بندے تجھے ایسی چیز کی تکلیف دینے کی کوشش کریں جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے مقدر نہیں کی، تو وہ اُس کی بھی طاقت نہیں رکھتے، پھر اگر تجھے طاقت ہے کہ یقین کی سچائی کے ساتھ خدا کی پرستش کا کام کرے تو کرتا جا، اور اگر تو (کسی بیماری یا دوسری وجہ سے جو ایمان و یقین کا نقصان نہ کرے) عبادت الٰہی کی کما حقہ طاقت نہیں رکھتا، تو بیشک اس چیز پر جو تجھے ناپسند ہے، صبر کرنے میں بہت بہتری ہے، اور جان لے کہ خداوند قدوس کی مدد صبر کے ساتھ وابستہ ہے، اور مشکلات کی آسانی اور اُن کا دور ہونا غم واندوہ کے ساتھ ملا ہوا ہے، اور جان لے کہ بیشک تنگی کے ساتھ آسانی ضرور ہوتی ہے ✦

پس ہر مومن کو چاہیے کہ اس حدیث کو اپنے دل کے لئے آئینہ اور اپنا اندرونی و بیرونی لباس اور اپنی گفتگو بنالے، اور اپنے تمام حرکات و سکنات میں اُس پر عمل کرے، تاکہ وہ دنیا و آخرت میں تمام آفات سے سلامت رہے، اور اللہ تعالےٰ کی رحمت سے دنیا و آخرت میں عزت حاصل کرے +

۴۳۔ مخلوق سے مانگنے اور نہ مانگنے کی وجہ

کسی سوالی نے لوگوں سے سوال نہیں کیا، مگر اس لئے کہ اللہ تعالےٰ کو نہیں جانتا اور اُس کا ایمان، اُس کی پہچان اور اُس کا یقین کمزور اور اُس کا صبر کم ہے، اور کسی سائل نے لوگوں کے آگے سوال کرنے سے پرہیز نہیں کی مگر اس لئے کہ وہ خداوند قدوس کو بہت زیادہ جانتا ہے اور اس کا ایمان اور یقین مضبوط ہے، اور اُس کو اپنے پروردگار کی پہچان ہر لحظہ ہمیشہ بڑھتی رہتی ہے، اور اُس سے شرم وحیا رکھتا ہے +

۴۴۔ عارف کا سوال قبول نہ ہونے کی وجہ

سوائے اس کے نہیں، عارف باللہ کے لئے ہر وہ چیز جو اپنے پروردگار سے طلب کرے قبول نہیں ہوتی، اور اس کے لئے ہر وعدہ بھی پورا نہیں کیا جاتا، تاکہ اس پر رجا و اُمید غالب نہ آجائے اور ہلاک نہ ہو جائے، کیونکہ کوئی حالت و مقام نہیں، مگر اُس کے لئے رجا و خوف

ہونا ضروری ہے (تاکہ بندہ کو اس مقام و حالت کے قائم رہنے کی اُمید بھی نہ رہے اور ساتھ ساتھ اُس کے چھن جانے کا خوف بھی ہو) خوف و رجا دونو پرندے کے بازوؤں کی مانند ہیں، کہ اس کی پرواز اُن دونوں کے بغیر پوری نہیں ہوتی، اسی طرح حالت اور مقام ان دونوں کے بغیر کمال کو نہیں پہنچتے، سوائے اس کے کہ ہر حالت و مقام کا خوف و رجا اُس چیز سے وابستہ ہوتا ہے، جو اُس حالت اور مقام کے لائق ہو، (مثلاً اہل ایمان کا خوف یہ ہے کہ کہیں اُس کی تصدیق ہی نہ جاتی رہے وغیرہ) ؎

پس عارف اللہ تعالیٰ کا مقرب ہے، اور اُس کی حالت اور مقام یہ ہے کہ خداوند قدوس کے سوا کسی چیز کی خواہش نہ کرے، اور غیر اللہ کی طرف نہ جھکے اور نہ آرام پائے، اور نہ ہی غیر اللہ کے ساتھ اُنس و محبت کرے پس عارف کا اپنے سوال کی قبولیت اور وعدہ کی وفا کی درخواست کرنا وہ چیز نہیں ہے کہ عارف جس کے درپے ہے، اور جو اُس کے مناسب حال ہے، پس عارف کی دعا قبول نہ ہونے اور وعدہ پورا نہ ہونے میں دو چیزیں ہیں، ایک تو یہ ہے کہ اُس پر رجا و اُمید اور پروردگار کے مکر سے غفلت و دھوکا غالب نہ آ جائے، اور ادب پر قائم رہنے سے غافل نہ ہو جائے، اور دُوسری یہ ہے کہ وہ اپنے پروردگار کے ساتھ اُس کے سوا دوسری چیز کو شریک نہ کر دے، کیونکہ ظاہری طور پر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد جہان میں کوئی شخص بے گناہ نہیں ؎

پس اللہ تعالیٰ عارف کی دعا قبول نہیں کرتا اور اُس کا وعدہ بھی پورا نہیں کرتا، تاکہ اُسے سوال کرنے کی عادت نہ ہو جائے، اور

طبع بشری کے تقاضا کے موافق اُس کی خواہش نہ کرے، (دُعا کا قبول نہ ہونا) اس لئے نہیں ہے کہ عارف دعا کرنے کے حکم کی فرمانبرداری کر رہا ہے، یہ (دعا کی عدم قبولیت اور وعدہ کی ایفا نہ ہونا جو عادت کے طور پر ہو) اس لئے ہے، کہ اُس میں شرک پایا جاتا ہے، (یعنی وہ طبیعت کی خواہش اور نفسانی ارادہ کو خداوند تعالےٰ کا شریک بنا لیتا ہے) اور تمام مقامات میں شرک خفی اکثر پایا جاتا ہے، اور جب عارف حکم الٰہی کے ماتحت سوال کرے، تو یہ سوال اُس کا قرب زیادہ کر دیتا ہے، جیسے فرضی و نفلی نماز، روزہ وغیرہ، کیونکہ وہ عارف تو اس سوال کرنے میں حکم الٰہی کا پیرو ہوتا ہے[1]۔

۵۴۔ انسانوں کی دو قسمیں، آسودہ حال اور مصیبت زدہ، اور ان کے حالات

اے مومن! جان لے کہ بیشک انسان دو قسم کے ہوتے ہیں، ایک وہ

---

[1] خداتعالےٰ کے عارف کا وعدہ پورا کرنے میں یہ اعتراض آتا ہے کہ معاذ اللہ! خداتعالےٰ وعدہ خلافی بھی کرتا ہے، کیونکہ خداوند قدوس کو وعدہ خلافی کے ساتھ منسوب کرنا بالاتفاق ناجائز ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ بہت ممکن ہے کہ خداتعالیٰ فوراً وعدہ پورا نہ کرے اور اس کی ایفا کسی دوسرے وقت پر دنیا میں یا آخرت میں چھوڑ دے، اور اگر کسی مقررہ وقت میں بھی وعدہ کیا گیا ہو، تو ہوسکتا ہے کہ اُس وعدہ کی ایفا ایسی شرطوں کے ساتھ مشروط ہو، جن کی اطلاع بندے کو نہ ہو، اور بندے کو اُس کی اطلاع نہ دینے میں کوئی راز پوشیدہ ہو، وَ لَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِہٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۱۲

شخص جس کو ہر طرح کی نعمتیں میسّر ہیں، اور دوسرا وہ شخص جو ایسی مصیبتوں میں گرفتار ہے، جس پر اس کے پروردگار نے اُن کا حکم کیا ہے +
اور پہلا شخص جس پر انعامات کی فراوانی ہے، اپنے اوپر انعام شدہ چیزوں میں زندگی کی تلخی اور کدورت سے خالی نہیں رہ سکتا، (اس طرح پر) کہ وہ اسی بہتر حالت میں بہت اچھے دن گذار رہا ہوتا ہے کہ اچانک تقدیر الٰہی ایسی چیزیں لے آتی ہے، جو اُس پر زندگی کو تلخ و مکدّر کر دیں، جیسے قسم قسم کی مصیبتیں اور بلائیں، بیماریاں، درد، اور جان، مال، اہل و عیال کی مصیبتیں، اور اس وجہ سے اس کی زندگی تباہ و تاریک ہو جاتی ہے، کہ گویا اس پر کوئی انعام کبھی نہیں کیا گیا تھا، اور ان انعامات اور ان کی لذت کو بھول جاتا ہے، اور اگر مال و مرتبہ، نوکر چاکر، لونڈی اور دشمنوں سے بے فکری کے ساتھ دولتمندی قائم رہے، تو وہ اس تونگرانہ حالت میں ایسا ہوتا ہے کہ گویا نعمتوں کا بھی کوئی وجود نہ تھا، یہ سب کچھ اپنے مولا کی حقیقت کو نہ جاننے کی وجہ سے ہوتا ہے، پس اگر اسے خبر ہوتی کہ اس کا مالک ہر اس کام کو کرنے والا ہے جس کا وہ ارادہ کرے، اور تغیر و تبدل کرتا ہے، شیریں و تلخ کر دیتا، دولتمند و فقیر بناتا ہے، بلند و پست کرتا ہے، عزت و ذلت دیتا، زندہ کرتا اور مارتا ہے، آگے لاتا اور پیچھے کر دیتا ہے، تو وہ اپنی نعمتوں پر مطمئن نہ ہوتا، اور اُن کا دھوکا نہ کھاتا، (کیونکہ ان نعمتوں کا قائم رہنا یا زائل ہو جانا سب اُس کے قبضۂ قدرت میں ہیں) اور بلا و مصیبت کی حالت میں اُس کے دُور ہونے سے نا اُمید نہ ہوتا (کیونکہ بلا و مصیبت کا دور کرنا بھی اُس کے اختیار میں ہے)

اور یہ انسان کے حالات و خیالات میں تغیر اس لیئے ہے کہ وہ دنیا کی حقیقت کو بھی نہیں جانتا، اور اسے پتہ نہیں کہ بیشک دنیا بلا و مصیبت، تلخ زندگی، جہالت، تکالیف اور کدورت و ظلمت کا گھر ہے، اور یہ خبر بھی نہیں کہ دنیا کی اصلی صفت بلا و مصیبت ہے اور اسکی عارضی صفت نعمتیں ہ

پس دنیا مصبر یعنی ایلوا کے درخت کی مانند ہے کہ پہلے اُس کا پھل (ذائقہ میں) کڑوا ہے اور اُس کے پھل کا انجام (نفع و خاصیت میں) میٹھا شہد ہے، انسان اُس کی مٹھاس کو نہیں پا سکتا۔ جب تک کہ اُس کی تلخی کو نہ پی لے، اور زہر کھائے اور محنت اٹھائے بغیر شہد کو ہرگز نہیں پہنچ سکتا،

پس جس نے دنیا کی بلاؤں پر صبر کیا، اُس کے لئے اُس کی نعمتیں حلال ہو گئیں، سوائے اس کے نہیں کہ مزدور کو اُس کی مزدوری اُس کی پیشانی پر پسینہ نکلنے، اور اس کا جسم تھک جانے اور اُس کی روح گھبرا جانے، اور اُس کا سینہ تنگ ہو جانے، اور اس کی قوت جاتے رہنے اور اُس کا نفس ذلیل کر دینے، اور اپنے جیسی مخلوق کی خدمت میں اُس کی ذاتی خواہش مٹ جانے کے بعد ہی دی جاتی ہے، پس جب وہ مزدور یہ تمام تلخیاں پی جائے تو اس کے بعد یہی تلخیاں اُس کے لئے عمدہ کھانا، اور میوہ، لباس، آسائش اور خوشی مہیا کر دیتی ہیں، اگرچہ یہ چیزیں بہت ہی تھوڑی ہوں ہ

پس دنیا کی ابتدا کڑوی ہے، جیسے کہ برتن میں پڑے ہوئے شہد کی اوپر سطح تلخی سے ملی ہوتی ہے، پس شہد کھانے والا اُس کی

سطح کھا لینے کے بعد ہی برتن کی تہ تک اور خالص شہد کے کھانے تک پہنچ جاتا ہے ÷

پس جب بندہ اللہ جل سلطانہ' کے اوامر کے ادا کرنے اور اُس کی نواہی سے باز رہنے پر اور اس چیز میں جس کے ساتھ تقدیر جاری ہوئی ہے، اپنے آپ کو خداوند تعالےٰ کے سپرد کرنے اور اس کے آگے گردن جُھکانے پر صبر کر لے، اور اُس کی تلخیوں کو پی جائے، اور اُس کے بوجھ کو اُٹھالے، اور اپنی حرص و ہوا کا مخالف ہو جائے، اور اپنی خواہش و ارادہ کو ترک کر دے، تو اللہ تعالےٰ اس کے بعد آخر عمر تک اُس کی زندگی بہتر اور نفیس بنا دیتا ہے، اور ناز و نعمت، آرام و عزت عطا کرتا ہے، اور اُس کا کارساز بن جاتا ہے، اور اُس کی پرورش کرتا ہے، جیسے دُودھ پیتے بچے کی پرورش کی جاتی ہے، اور یہ سب انعامات بندہ کے تکلیف اُٹھانے کے بغیر اور اپنا بوجھ اُٹھانے اور دنیا و آخرت میں بُرا نتیجہ دیکھنے کے بغیر اُسے حاصل ہو جاتے ہیں، جیسے کہ شہد کی اوپر والی سطح کی تلخی کھانے والا برتن کی تہ والی شہد کے کھانے سے مزا پاتا ہے ÷

پس اُس بندے کے لئے جس پر اللہ تعالیٰ کے انعامات ہوگئے ہیں، ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مکر سے ایسا نڈر نہ ہو کہ نعمتوں پر مغرور و فریفتہ ہو جائے اور ان انعامات کے ہمیشہ تک رہنے کا قطعی فیصلہ کر لے، اور اُن کے شکر سے غافل ہو جائے، اور اُن کا شکر چھوڑ دینے کے باعث ان نعمتوں کی قید کو ڈھیلا کر دے (جیسا کہ) حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "نعمت ایک جنگلی جانور ہے،

اُس کو شکر کے ساتھ قید کئے رکھو" ✤

پس مال کی نعمت کا شکر یہ ہے کہ اُس مال کے ساتھ انعام عنایت کرنے والے اللہ تعالیٰ کا اعتراف واقرار کیا جائے، اور ہر حال میں اپنے نفس کے لئے اس مال ونعمت کا تذکرہ کیا جائے، اور خدا تعالیٰ کے فضل واحسان پر نگاہ رکھی جائے، اور یہ کہ مال پر اپنی ملکیت کا اظہار نہ کرے، اور مال کے بارہ میں خدا تعالےٰ حد وحکم سے تجاوز نہ کرے اور مال حاصل کرنے اور اُس کے خرچ کرنے میں خدا تعالیٰ کا حکم نہ چھوڑے، پھر مال کے حقوق کو ادا کرے، جیسے زکوٰۃ، کفارہ، نذریں اور صدقہ، اور غمناک مظلوم کی فریاد رسی کرنا، اور ایسے وقت میں جب کہ حالات بدل جائیں اور نیکیاں بدیوں کے ساتھ تبدیل ہو جائیں یعنی نعمت وامید کی گھڑیاں تکلیف ومصیبت کے ساتھ بدل جائیں، تو مصیبت زدہ محتاجوں اور غرور تمندوں کے حالات کی بازپرس کرنا ✤

اور اعضاء وجوارح میں تندرستی اور سلامتی کا شکر یہ ہے، کہ خداوند تعالےٰ کی فرمانبرداری، اور حرام اور برائیوں، بے فرمانیوں اور گناہوں سے بچنے میں ان اعضا کی مدد ڈھونڈے، پس یہ شکر نعمتوں کے درج کرجانے اور ضائع ہونے سے روکنے والا اور قید کرنے والا ہے اور اُن کے درخت کو سیراب کرتا اور اُس کی ٹہنیوں اور پتوں کی پرورش کرتا ہے، اور اس کے پھل کو عمدہ بناتا اور اُس کے ذائقہ کو میٹھا کردیتا ہے، اور اُس کے میوہ کی پختگی کو سلامت رکھتا ہے، اور اُس پھل کا چبانا لذیذ اور نگلنا آسان ہوتا ہے، اور آخرکار اسی میوہ کی سلامتی اور نشوونما جسم میں اثر کرتی ہے، پھر اعضا پر اُسکی

برکات کا ظہور ہوتا ہے، جیسے قسم قسم کی طاعتیں اور مقرب کرنے والے کام اور ذکر، پھر اس کے بعد آخرت کو انبیاء، صدیقین، شہداء وصالحین کے ساتھ خدا تعالےٰ کی رحمت اور ہمیشہ رہنے والے بہشت میں بندہ کا داخل ہو جانا، اور وہ بہترین رفیق اور ہمراہی ہیں ÷

پھر اگر بندہ شکر نہ کرے اور دنیا کی ظاہری سجاوٹ پر فریفتہ ہو جائے اور اُس کی لذتوں کو چکھے، اور اس کے سراب[۱] یعنی ظاہری تروتازگی پر اور اس کی تھوڑی سی ظاہر شدہ چمک پر مطمئن ہو جائے، اور موسم گرما کی شروع دن کی بادِ نسیم کے چلنے کو باعث سکون سمجھ لے اور اُس کے بچھوؤں اور سانپوں کے چمڑوں کی نرمی کو پسند کرلے، اور ان کے جسموں کے اندر گھسے ہوئے قاتل زہروں سے غافل ہو جائے، اور اس کی مکاریوں اور اُن پھندوں سے بے خبر ہو جائے جو اس کو پکڑنے قید کرنے اور ہلاک کرنے کے لئے لگائے گئے ہیں، تو اس ناشکرے آدمی کو تباہی و بربادی کی مبارکباد دینا چاہیئے اور دنیا میں ہلاکت خواری، تنگدستی اور ذلت کی اور عاقبت میں دوزخ کے عذاب کی خوشخبری سُنا دینی چاہیئے ÷

لیکن مصیبت میں گرفتار آدمی، تو وہ بھی کئی قسم کے ہیں:-

(۱) کبھی وہ کسی جرم کے بدلے جو اُس نے کیا ہو، اور کسی گناہ کی پاداش میں جو اُس نے اختیار کیا ہو، پکڑا جاتا ہے ÷

---

[۱] سراب اس چٹیل میدان کو کہتے ہیں جو گرمی کے موسم میں دوپہر کے وقت ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے پانی کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے، دراصل وہاں پانی کا نام و نشان نہیں ہوتا، دنیا کی مثال بالکل اسی طرح ہے ۱۲

(۲) کبھی اُس کے گناہ مٹانے کے لئے اَور اُس کو معصیت کی آلائش سے پاک کرنے کے لئے اُسے گرفتار کر لیا جاتا ہے۔

(۳) اَور کبھی اُس کے درجات بلند کرنے اور اعلےٰ مراتب پر پہنچانے کے لئے اُسے مبتلائے مصیبت کیا جاتا ہے تاکہ اس مصیبت کے باعث وہ شخص ان صاحبانِ حالات و مقامات دانشمندوں کے ساتھ مل جائے، جن پر رب العالمین کی عنایت و مہربانی نے پیش قدمی کی ہے، اور اُن کے مالک نے ان کو نرمی و آسانی کی سواریوں پر چڑھا کر بلاؤں اَور مصیبتوں کے میدانوں کی سیر کرائی ہے، اَور تمام حرکات و سکنات میں اپنی کرم یا نہ نظروں کی تازہ و نرم ہوا سے انہیں راحت بخشی ہے، کیونکہ اُس کی آزمائش و گرفتاری ان کو ہلاک کرنے اور قعرِ دوزخ میں جھونکنے کے لئے نہیں بلکہ انہیں برگزیدہ کرنے اور مقاماتِ عالیہ پر فائز کرنے کے لئے ان کا امتحان کیا ہے، اور اس امتحان سے اُن کے ایمان کی حقیقت کو ظاہر کر دیا ہے، اور اس حقیقتِ ایمانی کو شرک، خواہشاتِ نفسانیہ اور نفاق سے صاف اور علیحدہ کر دیا ہے، اَور ان مصائبِ نازلہ کے ذریعہ سے ان پر قسم قسم کے علوم و اسرار و انوار کا بوجھ ڈالا ہے، پس جب وہ ظاہر و باطن میں، بالکل خالص اور شرک و نفاق وغیرہ سے پاک و صاف ہو گئے اور ان کے باطن پاکیزہ ہو گئے، تو انہیں اُن خاص مخلص بندوں کے گروہ میں شامل کر لیا، جو دنیا و آخرت میں مولائے رحمان کے ہم مجلس (اور درگاہِ خاص کے ملازم) ہیں دنیا میں اپنے دل کے ساتھ اَور آخرت میں اپنے جسموں کے ساتھ خدا تعالیٰ کے جلیس ہیں، پس مصیبتیں اُن کے دلوں کو شرک اور خلقت و اسباب،

و ذرائع کے تعلق اور خواہشات و ارادہ کی کدورت اور میل کچیل سے پاک کرنے والی بن گئیں، خواہشات و دعوہائے باطلہ اور عبادت کی مزدوری کی طلب کو مٹانے اور فنا کرنے والی ہو گئیں، وہ شخص (مصائب آلام میں گرفتاری کی وجہ سے عبادت کما حقہ، نہ کرنے کے باوجود) جو عبادات و اطاعت کرتا رہا، اُس کے عوض جنت الفردوس میں منازل عالیہ و درجات بلند پر سرفرازہونے کی خواہش کو مٹانے والی بن گئیں:-

(۱) پس بلا و مصیبت کی موجودگی میں صبر نہ کرنا اور تمام مخلوقات کے سامنے داویلا کرنا اور خداوند قدوس کا گلہ و شکایت کرنا جرم و گناہ کی سزا و مقابلہ میں گرفتار ہونے کی علامت ہے۔

(۲) اور دوستوں و پڑوسیوں کے سامنے شکوئے اور بے صبری ظاہر کئے بغیر صبر جمیل اختیار کرنا اور احکام خداوندی اور اُس کی فرمانبرداری ادا کرنے میں ملال نہ آنا، گناہوں کے کفارہ اور اُن سے پاک کرنے کے لئے گرفتار ہونے کی علامت ہے۔

(۳) اور رضا و موافقت اور اطمینان نفس اور زمین و آسمان کے معبود یعنی اللہ تعالےٰ کے فعل کے ساتھ آرام حاصل ہونا اور اُن مصائب و آلام میں وقت و زمانہ گزرنے پر اُن کے دُور ہونے تک فانی ہو جانا درجات کی بلندی کے لئے گرفتار ہونے کی علامت ہے۔

۴۶ - حدیث قدسی مَنْ شَغَلَہٗ ذِکْرِی عَنْ مَّسْأَلَتِیْ اَعْطَیْتُہٗ اَفْضَلَ مَا اُعْطِی السَّائِلِیْنَ کی تفسیر

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول کی تفسیر میں جو آپ نے پروردگار کی طرف سے بیان فرمایا ہے، فرماتے ہیں:-

حدیث کا ترجمہ:- "جس شخص کو میرا ذکر میرے آگے سوال کرنے سے باز رکھے، مَیں اُس کو اُس چیز سے بہتر اور افضل عطا کرتا ہوں جو دُعا کرنے والوں اور مانگنے والوں کو دیا کرتا ہوں"۔

اور (یہ خدا تعالیٰ کی خاص عنایت اس لئے ہے کہ) جب خداوند تعالیٰ مومن کو اپنا برگزیدہ اور پسندیدہ کر لینا چاہتا ہے، تو اُسے حالاتِ مختلفہ میں چلا دیتا ہے، اور طرح طرح کی محنتوں، بلاؤں اور سختیوں سے اُس کی آزمائش کرتا ہے، پھر دولتمندی کے بعد اس کو مفلس بنا دیتا ہے، اور جب کہ اُس پر رزق کے سب دروازے بند ہو جاتے ہیں روزی تلاش کرنے میں خلقت کے آگے دستِ سوال پھیلانے پر اُسے مجبور کر دیتا ہے، پھر اُسے اُن کے آگے سوال کرنے سے محفوظ رکھ لیتا ہے، اور اُسے اُن سے قرض لینے پر مجبور کرتا ہے، پھر اُس کو قرض سے محفوظ رکھتا ہے اور اُسے کسب پر مجبور کرتا ہے، اور کسب کو اُس پر آسان کرتا ہے، پس وہ کسب کے ذریعہ سے کھاتا پیتا ہے، جو عین

سنت ہے، پھر کسب کو بھی اُس پر مشکل بنا دیتا ہے، پھر اُسے خلقت کے آگے سوال کرنے کا الہام کرتا ہے، اور باطنی حکم کے ذریعہ سے اسے اس کا حکم دیتا ہے، مومن اِس باطنی حکم و الہام کو جانتا پہچانتا ہوتا ہے۔ اور اس سوال کرنے میں وہ اللہ تعالےٰ کی عبادت اور اس کے ترک کرنے میں اس کا گناہ سمجھتا ہے (یہ سوال کرنے کا الہام و حکم اس لئے ہوتا ہے) تاکہ اُس کی حرص و ہوا زائل ہو جائے اور اس کا نفس شکست پائے، اور یہ وہ حالت ہے، جس سے مومن کو ریاضت کرائی جاتی اور نفس کو مطیع کیا جاتا ہے، پس اُس کا سوال مجبوری کے طور پر ہوتا ہے نہ کہ خداوند جل کے ساتھ شرک کرنے کے طور پر، پھر اللہ تعالےٰ اس کو اس سے بھی محفوظ رکھتا ہے، اور اس کو لوگوں سے قرض لینے کا قطعی حکم کرتا ہے جس کا ترک کرنا ناممکن ہوتا ہے جیسے کہ پہلے سوال کا چھوڑنا ناممکن ہو گیا تھا، پھر اسے اس قرض لینے سے بھی منتقل کر دیتا ہے، اُسے خلقت سے بالکل جدا کر دیتا ہے (کہ اس کو اُن کی مطلق پرواہ نہیں رہتی) پھر اُس کی روزی اپنے آگے سوال کرنے میں مقرر کر دیتا ہے، اور وہ مومن بندہ اپنی تمام حاجتوں کو اُسی سے مانگتا ہے اور وہ اسے عطا کرتا ہے، اور اگر بندہ اُس سے سوال نہ کرے اور خاموش رہے، تو اس کو عطا نہیں کرتا، پھر اُس کو زبان کے ساتھ سوال کرنے سے دل کے ساتھ سوال کرنے کی طرف منتقل کر دیتا ہے، اور بندہ اپنے دل کے ساتھ اس سے اپنی تمام حاجات مانگنے لگتا ہے، اور اسے عطا کرتا ہے، یہاں تک کہ اگر وہ اپنی زبان کے ساتھ مانگے یا مخلوق سے سوال کرے تو نہیں دیتا، پھر اس کو اُس کی ذات سے اور سوال کرنے سے ظاہری اور باطنی طور پر بالکل غائب و ناپید کر دیتا ہے، پھر اسے تمام وہ چیزیں

عطا کرنا شروع کر دیتا ہے، جو اُس کے حالات کو درست کو ہیں، اور اُن کے ذریعہ سے اُس کی کجی درست ہو جائے، یعنی کھانے، پینے اور پہننے کی چیزیں اور تمام ضروریات انسانی، بغیر اس کے کہ مخلوق سے مانگنے یا قرض لینے کا اُس میں کوئی دخل ہو یا بندہ کے دل پر ہی اُن کا خیال گذرے، پس اللہ تعالٰے اُس کا خود کارساز بن جاتا ہے، اور یہ ہے خداوند قدوس کا کلام، إِنَّ وَلِيِّـيَ اللّٰهُ الَّذِي نَزَّلَ الْكِتٰبَ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِينَ (جو خداوند تعالٰی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے فرمایا ہے) "بیشک میرا دوست اور کارساز اللہ تعالٰے ہے جس نے قرآن عزیز نازل فرمایا اور وہ نیکوں کی کارسازی کرتا ہے"۔ پس (جب کہ مومن سوال یا قرض سے بالکل بچ گیا اور اسباب و ذرائع سے علیحدہ ہو گیا اور خدا تعالٰے اس کا کارساز بن گیا) اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول ثابت اور درست ہو جاتا ہے، اور یہی فنا کی حالت ہے جس پر اولیاء و ابدال کے حالات ختم ہوتے ہیں، پھر تکوین یعنی اشیا کی پیدائش اس کے سپرد کر دی جاتی ہے، پھر تمام وہ چیزیں یعنی کرامات جن کی حاجت و ضرورت ہو، خداوند تعالٰی کے حکم سے اس کو حاصل ہوتی ہیں، اور خدا تعالٰے کی بعض کتابوں میں (تکوین سپرد کرنے اور کائنات میں اولیاء اللہ کے تصرف کے بارہ میں) اُس کا کلام یوں مذکور ہے، "اے آدم کے بیٹے! مَیں خدا ہوں میرے سوا کوئی دوسرا معبود برحق نہیں ہے، مَیں کسی چیز کو کہوں کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے، تو میری فرمانبرداری کر، تو تو بھی کسی چیز کو کہے گا کہ ہو جا تو وہ ہو جائے گی +

۴۷۔ حصولِ قربِ الٰہی کی ابتداء و انتہا

مجھے ایک بوڑھے شخص نے خواب میں سوال کیا اور کہا، وہ کیا چیز ہے؟ جس کے ذریعہ سے بندہ اپنے اللہ تعالےٰ کے قریب ہو جاتا ہے، مَیں نے جواب دیا، اس قربِ الٰہی کے حاصل کرنے کی ابتدا بھی ہے اور انتہا بھی، اُس کی ابتدا ورع اور تقوےٰ ہے (یعنی حرام، مکروہ چیزوں سے حتی الامکان پرہیز کی جائے) اور اُس کی انتہا یہ ہے، کہ تقدیرِ الٰہی پر راضی ہو جائے اور اُسے تسلیم کرلے، اور اپنے کاموں کی باگ ڈور خداوند تعالیٰ کے سپرد کر دے۔

۴۸۔ فرائض چھوڑ کر نوافل ادا کرنا حماقت ہے

مومن کو چاہیئے کہ پہلے فرائض ادا کرے، پس جب اُن سے فارغ ہو جائے تو سُنتیں ادا کرے، پھر نفلوں کو اور باقی فضیلت والے کاموں کو ادا کرے، پس جب تک کہ فرائض سے فارغ نہ ہو جائے سُنتیں ادا کرنا جہالت اور بے عقلی ہے، پس اگر فرائض ادا کرنے سے پہلے سُنتوں اور نفلوں کو ادا کرنے لگا تو اُس سے وہ قبول نہ کئے جائیں گے، اور اسے خوار و ذلیل کیا جائے گا۔

ایسے شخص کی مثال اُس آدمی کی مانند ہے، جسے بادشاہ اپنی خدمت کی طرف بلائے، تو اُس کی طرف نہیں آتا، اور اُس امیر کی خدمت میں کھڑا

ہو جاتا ہے، جو اُس بادشاہ کا غلام اور نوکر ہے، اور اسی کے تصرف اور قبضۂ قدرت میں ہے ⁂

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے، کہ "جس شخص پر ابھی فرائض کا ادا کرنا باقی ہو، اور نوافل ادا کر رہا ہو، اُس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کسی حاملہ عورت کے حمل کی مدت پوری ہو گئی، جب اُس کا ولادت کا وقت قریب آیا تو اُس نے حمل گرا دیا، تو وہ نہ تو حاملہ ہے اور نہ صاحب ولادت" ایسا ہی وہ نمازی ہے، کہ اللہ تعالےٰ اس کے نوافل اس وقت تک قبول نہیں کرتا جب تک کہ فریضہ نماز کو ادا نہ کر لے ⁂

اور ایسے نمازی کی مثال اس سوداگر کی سی ہے، کہ اس کو اس وقت تک نفع حاصل نہیں ہوتا جب تک کہ اپنا اصل مال و سرمایہ حاصل نہ کر لے، پس ایسا ہی نوافل پڑھنے والا ہے، کہ جب تک فرض ادا نہ کرے اُس کے نوافل قبول نہیں کئے جاتے، اور ایسا ہی وہ شخص ہے جس نے سنتیں چھوڑ دیں اور نوافل ادا کرنے لگا، جن کا فرائض کے ساتھ دائمی وظیفہ نہیں بنایا گیا، اور اُن پر کوئی ظاہری شرعی حکم بھی وارد نہیں ہوا، اور اُن کے ادا کرنے کی تاکید بھی نہیں کی گئی ⁂

پس فرائض میں یہ چیزیں داخل ہیں:

حرام کا چھوڑ دینا، اللہ تعالیٰ کے ساتھ خلقت کو شریک نہ کرنا، اُسکی قضا و قدر پر اعتراض نہ کرنا، اور خلقت کی اجابت اور اُن کی فرمانبرداری کو ترک کر دینا، (کیونکہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے، کہ "اللہ تعالےٰ کی بے فرمانی میں خلقت کی فرمانبرداری جائز نہیں ہے" ⁂

۴۹۔ خواب و بیداری حلال و حرام

جس شخص نے نیند کو بیداری پر چن لیا جو ہشیاری کا سبب ہے، تو بیشک اُس نے بہت ناقص اور ادنےٰ چیز کو اور تمام نیک کاموں سے بے خبر ہو کر مُردوں کے ساتھ ملنے کو پسند کر لیا، کیونکہ نیند موت کی بہن ہے، اور اسی لئے نیند خداوند تعالےٰ پر جائز نہیں، اس واسطے کہ اُس کی ذات سے تمام نقائص دُور ہیں، اور یہی حال فرشتوں کا ہے، کیونکہ وہ خداوند تعالےٰ کے مقرب ہیں، اور اُن سے بھی نیند دُور کردی گئی ہے، اور اسی طرح بہشتی لوگ ہیں، جبکہ وہ بلند اور بہت پاکیزہ و نفیس و مغز مقامات میں ہیں (اور ہونگے) اُن سے بھی نیند دُور کردی گئی ہے، کیونکہ نیند اُن کی حالت میں نقصان کا موجب ہے، پس (اس سے ثابت ہوا کہ) تمام تر نیکی بیداری میں ہے، اور پوری بدی نیند میں اور نیک کاموں سے غفلت کرنے میں ؀

پس جو شخص اپنی خواہش نفسانی سے کھاتا ہے، تو وہ زیادہ کھاتا اور زیادہ پیتا اور زیادہ سوتا ہے، اور بہت سی نیکی اُس سے ضائع ہو جاتی ہے، اور جو شخص حرام چیز سے تھوڑا کھاتا ہے وہ اُس شخص کی مانند ہے جو اپنی خواہش سے مباح چیز کو زیادہ مقدار میں کھاتا ہے کیونکہ حرام ایمان کو ڈھانپ لیتا اور اسے تاریک کر دیتا ہے جس طرح شراب عقل کو تاریک کرتی اور اسے ڈھانپ لیتی ہے، پس جب ایمان سیاہ ہو گیا، تو نہ کوئی نماز ہے، نہ عبادت اور نہ اخلاص ؀

اور جس شخص نے خداوند قدوس کے حکم سے حلال چیز زیادہ مقدار میں کھائی تو وہ اس شخص کی مانند ہے جس نے حلال سے تھوڑا سا کھایا اور عبادت میں سرور اور اس پر قوت حاصل کی، پس حلال کھانا روشنی در روشنی ہے اور حرام کھانا تاریکی در تاریکی ہے، جس میں کوئی بہتری نہیں۔

پس اپنی خواہشات نفسانی سے حکم الٰہی کے بغیر حلال چیز کھانا ایسا ہے، جیسے مطلقاً حرام چیز کا کھانا، جو بندہ کو کھینچ لانے والا ہے، پس اس میں کوئی بھلائی نہیں۔

۵۰۔ خدائے تعالیٰ سے قریب یا بعید ہونے کی حالت میں مؤمن کا کام

اے مؤمن! تیرا حال دو قسموں سے خالی نہیں، یا تو خداوند تعالےٰ کے قرب سے دور ہوتا ہے، یا تو اُس کے قریب اور اُس کا واصل ہوتا ہے۔

(۱) پس اگر تو اس سے غائب اور دُور ہے، تو اپنا پورا حصہ لینے سے، اور دائمی عزت و نعمت حاصل کرنے سے اور بڑے بڑے کاموں کے پورا کرنے سے، اور دنیا و آخرت میں سلامتی، تونگری اور ناز و محبت حاصل کرنے سے تیرا بیٹھ رہنا اور سست ہونا کیا معنی رکھتا ہے؟ اُٹھ اور خدا تعالےٰ کی طرف اپنے دونوں بازوؤں کے ساتھ اُڑنے میں جلدی کر، اِن دونوں بازوؤں میں سے ایک بازو، لذات و شہوات کو اور اُن سے حرام و مباح چیزوں اور تمام آسائشوں

کو ترک کر دینا ہے، اور دوسرا بازو اذیتوں اور تکلیفوں کا برداشت کرنا اور بہترین اور سخت اعمال صالح کا پابند ہو جانا، اور خلقت و خواہش نفسانی سے جدا ہونا اور دنیا و آخرت کے لالچ و ارادہ سے نکل جانا ہے، (اور خدا تعالے کی طرف اس لئے جلدی کر) تاکہ خداوند تعالیٰ تک پہنچنے اور اس کا قرب حاصل کرنے میں تو کامیاب ہو جائے، پس تو اس کے قریب ہی اپنی تمام خواہشات کو پائیگا، اور تجھے بہت بڑی بزرگی اور اعلےٰ عزت حاصل ہو گی ۞

(۲) اگر تو خداوند قدوس کے اُن واصلوں اور مقربوں میں سے ہے، جن کو خدا تعالےٰ کی عنایت نے گھیر لیا ہے، اور اُس کی رعایت و پاسداری اُن کے شامل حال ہو گئی ہے، اور اُس کی محبت نے انہیں کھینچ لیا ہے، اور اُس کی رحمت و رأفت اُن کو پہنچ چکی ہے، تو ادب کو اچھی طرح نگاہ رکھ، اور جس حالت میں تو ہے اس پر فریفتہ مت ہو، کہ تو خدمت میں کوتاہی کرنے لگے، اور بُری طرح خدمت نہ کر، اور اصلی حماقت (جو انسان کی سرشت میں داخل ہے) یعنی جہالت۔ ظلم اور جلد بازی کی طرف رجوع نہ کر (جو خدا تعالےٰ کے اس کلام میں مذکور ہے) وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا، "اور امانت الٰہی کو انسان نے اُٹھا لیا، بیشک وہ بڑا ہی ظالم اور پرلے درجے کا بے وقوف ہے، وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا اور انسان بڑا ہی جلد باز ہے" ۞

اور جس چیز کو تو نے چھوڑ دیا ہے، یعنی خلقت، اپنا ارادہ و خواہش اور اپنے اختیار و تدبیر کو، اور مصائب و بلیات کے نزول

کے وقت بے صبری کرنا، اور اُن پر راضی نہ ہونا، اور تقدیر الٰہی کے ساتھ موافقت نہ کرنا تو ترک کر چکا ہے، تو اس کی طرف توجہ کرنے سے اپنے دل کو محفوظ رکھ، بلکہ خداوند قدوس کے سامنے اِس طرح گر جا، جیسے گیند سوار کے سامنے ہوتا ہے جو اس کو اپنی چوگان سے ادھر ادھر ڈھکاتا ہے، اور نیز جیسے مردہ غسال کے سامنے ہوتا ہے، اور دُودھ پیتا بچہ اپنی ماں اور دایہ کی گود میں، اور غیر اللہ سے اندھا بن جا، اور تجھے اس کے سوا کسی دوسرے کی ہستی، اس کا نفع و نقصان اور دینا نہ دینا ہرگز نظر نہ آئے، خلقت اور اسباب و ذرائع کو دکھ اور مصیبت کے وقت ایسا سمجھ جیسے خداوند تعالےٰ کا کوڑا ہے، جس کے ساتھ تجھے مار رہا ہے، اور انعام و عطیہ کے وقت ایسا سمجھ جیسے اُس کا ہاتھ ہے، جس کے ساتھ تجھے کھانا کھلا رہا ہے۔

۵۱- زُہد کا ثواب دُگنا مِلتا ہے

زاہد یعنی تارک الدنیا اِن اقسام کے سبب سے دو دفعہ ثواب دیا جاتا ہے

(۱) دنیا کو چھوڑنے کے عوض میں، پس وہ اپنی خواہش اور نفس کی موافقت سے اُس کو نہیں لیتا، بلکہ محض حکم خداوندی سے اُسے لیتا ہے، پھر جب اپنے نفس کے ساتھ زاہد کی دشمنی اور اپنی حرص و ہوا کے ساتھ اس کی مخالفت ثابت ہو گئی، اور وہ ولیوں اور محققین میں اُس کا شمار ہونے لگا، اور عارفوں اور ابدال کے

گروہ میں اُسے شامل کر لیا گیا، تو اس وقت اسے اپنی قسمت حاصل کرنے اور اس کے ساتھ تعلق رکھنے کا حکم دیا جاتا ہے، کیونکہ وہ اُس کی قسمت ہے، جس کے حاصل کئے بغیر کوئی چارہ نہیں، وہ حصہ کسی دوسرے کے لئے پیدا نہیں کیا گیا، اور اس پر قلم تقدیر خشک ہو گیا ہے، اور خدا تعالےٰ کا علم ازلی اس کے متعلق پہلے گذر چکا ہے ؂

(۲) پس جب زاہد نے حکم الٰہی کی فرمانبرداری کی، اور اُس اپنے حصہ کو لے لیا، یا علم الٰہی کے ذریعہ اُس کی اطلاع پاکر اُسے اپنے قبضہ میں کر لیا، اس لئے اس چیز کے متعلق خدا تعالیٰ کا فعل اور تقدیر جاری ہو چکی ہے، اور حرص و ہوا، ارادہ و قصد کی رُو سے زاہد کا اُس میں کوئی دخل نہیں، تو اُس پر اسے دوبارہ ثواب دیا جائیگا، کیونکہ وہ اس معاملہ میں حکم الٰہی کا تابع ہے یا اُس میں حق سبحانہٗ و تعالیٰ کے فعل کے ساتھ موافقت کرنے والا ہے ؂

اعتراض، پھر اگر کوئی اعتراض کرے اور کہے کہ کس طرح تو نے اُس شخص کو خداوند تعالےٰ کے ثواب عطا کرنے کا ذکر کیا ہے، جو اس بلند مرتبہ میں ہے، جس کا تو نے ذکر کیا ہے کہ وہ ابدال اور عارفین کے گروہ میں داخل کر دیا گیا ہے، اور وہ اُن میں مقبول ہے۔ پس وہ مخلوق، نفس، خواہشات، ارادوں، لذتوں، آرزوؤں سے اور اعمال کا بدلہ طلب کرنے سے فانی ہو چکے ہیں، جو اپنی تمام عبادات اور فرمانبرداریوں کو اللہ تعالےٰ کا فعل، اُس کی نعمت، رحمت، توفیق اور اُس کی آسانی تصور کرتے ہیں، اور اُن کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے غلام ہیں، اور غلام اپنے مالک پر کوئی استحقاق نہیں رکھتا جس کا

پورا کرنا مالک کے لئے ضروری ہو) کیونکہ وہ غلام اپنی ذات، حرکات وسکنات اور کردار کے ساتھ اپنے مالک کی ملکیت ہے۔ پس اُس شخص کے حق میں کیسے کہا جا سکتا ہے، کہ وہ ثواب دیا جائیگا، حالانکہ وہ اپنے کام کا بدلہ و ثواب طلب نہیں کرتا، اور اپنا کوئی بھی عمل نہیں دیکھتا، بلکہ وہ اپنے آپ کو بیکاروں اور اعمال میں مفلس ترین بندوں میں سے دیکھتا ہے +

جواب۔ اس اعتراض کے جواب میں کہا جائیگا، کہ تُو نے سچ کہا ہے، سوائے اس کے خداوند تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اُسے ثواب عطا کرتا ہے، اور اُسے اپنی نعمت میں ناز کے ساتھ رکھتا ہے، اور اپنی مہربانی، رأفت ورحمت اور اپنے احسان وکرم سے اُس کی تربیت کرتا ہے، کیونکہ اُس نے اُس شخص کی ذاتی مصلحتوں سے اور اُس کے لئے آخرت کے واسطے باقی رہنے والے ذخیرہ شدہ حصول کی طلب سے اور اپنے منافع حاصل کرنے اور اپنی تکالیف دُور کرنے سے اُس کا ہاتھ روک دیا ہے، پس وہ شخص اُس دودھ پیتے بچے کی مانند ہے جو اپنی ذاتی بہتری کے لئے خود حرکت نہیں کر سکتا، اور وہ بچہ خداوند قدوس کے فضل سے ناز و نعمت میں رکھا گیا ہے اور اُس کے والدین کے ہاتھوں کے ذریعہ سے اُس پر روزی نچھاور ہوتی رہتی ہے، جو اُس کے ضامن اور وکیل ہیں +

پس جب خداوند تعالیٰ نے اُس کی ذاتی مصلحتیں چھین لیں، تو مخلوقات کے دلوں کو اُس پر مہربان کر دیا، اور دلوں میں اپنی شفقت ورحمت پیدا کر دی، حتیٰ کہ ہر ایک شخص اُس پر مہربانی کرتا ہے، اور

اُس کی طرف جھک جاتا ہے، اور اُس کے ساتھ نیکی اور احسان کرنے لگتا ہے، بعینہٖ اس طرح پر اُس شخص کا حال ہے، جو غیر اللہ سے فانی ہو چکا ہو، جیسے خدا تعالےٰ کے حکم یا فعل کے بغیر کوئی چیز حرکت میں نہیں لاتی، دُنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ اسے پیوند کر دیا جاتا ہے، اور دونوں جہان میں اسے ناز و نعمت میں رکھا جاتا ہے، اور اس سے تمام تکالیف دُور کر دی جاتی ہیں، اور خداوند تعالےٰ اُس کا کارساز بنجاتا ہے +

خداوند قدوس اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قول کی یوں ترجمانی فرماتا ہے، اِنَّ وَلِیّٖیَ اللّٰہُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْکِتٰبَ وَھُوَ یَتَوَلَّی الصّٰلِحِیْنَ، بیشک میرا دوست و کارساز وہ خداوند تعالےٰ ہے جس نے قرآن مجید نازل فرمایا، اور وہی نیکوکاروں کا کارساز ہے +

۵۲۔ عارفوں اور ولیوں کی گرفتاری کا سبب

سوائے اس کے نہیں کہ اللہ تعالیٰ مومنوں میں سے اُس گروہ کو مبتلا کرتا ہے، جو عارفوں اور ولیوں میں سے اس کے دوست ہیں، تاکہ بلا و مصیبت کے باعث انہیں اپنی بارگاہ میں سوال کرنے کی طرف پھیرے، پس اُن کے سوال کو پسند کرتا ہے، اور جب وہ سوال کریں تو اُسے قبول کرنے کو بھی بہت پسند کرتا ہے، تاکہ اپنی صفات جود و کرم کو اُن کا حق یعنی اجابت دعا عطا فرمائے، کیونکہ جود و کرم دونوں صفتیں مومن کے سوال کے وقت خداوند تعالیٰ سے قبولیت کا مطالبہ کرتی ہیں +

اور کبھی دعا و سوال کی قبولیت ہو جاتی ہے، اور تقدیر الٰہی کی دیر کی

وجہ سے فوراً مقصد حاصل نہیں ہوتا، اس وجہ سے نہیں کہ وہ شخص بے نصیب ہے اور اس کی دعا قبول نہیں ہوئی ٭

پس بلا و مصیبت کے نزول کے وقت بندہ کو چاہیئے کہ ادب اختیار کرے، اور اپنے گناہوں کی تفتیش و تحقیق کرے اور میں نے کون سا حکم نہیں مانا، اور اس کی منہیات میں سے کونسا کام کیا ہے، اور ظاہری و باطنی کون کونسے گناہ کئے ہیں، اور تقدیر الٰہی میں کیا جھگڑا و اعتراض کیا ہے، کیونکہ اکثر یہی ہوتا ہے کہ بندہ انہی گناہوں کی پاداش میں گرفتار بلا کیا جاتا ہے ٭

پھر اگر بلا و مصیبت دُور ہو گئی تو بہتر، ورنہ بندہ کو چاہیئے کہ دعا وزاری اور عذر خواہی کی طرف توجہ کرے، اور ہمیشہ سوال کرتا رہے کیونکہ بندہ کو بلا میں گرفتار کر دینا جائز ہے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ سے سوال کرے اور قبولیت کی دیر کی وجہ سے اس پر تہمت نہ لگائے، جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا (کہ قبولیت کی تاخیر بدنصیبی اور عدم قبولیت کی وجہ سے نہیں بلکہ یہ دیر کسی دوسری مصلحت کی بنا پر ہوتی ہے) ٭

۵۳۔ خداوند تعالےٰ سے تقدیر پر راضی رہنے کی طلب کرنا

خداوند قدوس سے اس کے فعل میں تقدیر الٰہی پر راضی رہنے کی طلب کرو، کیونکہ دنیا میں وہی سب سے بڑی آسائش اور بلند و ممتاز بہشت ہے اور وہی خدا تعالےٰ کے قرب کا سب سے بڑا دروازہ ہے، اور مومن بندہ کے لئے اللہ تعالیٰ کی محبت کی علت اور سبب ہے، اور جسے اللہ تعالےٰ

اپنا محب دوست بنالے، تو اُسے نہ دنیا میں سزا دیتا ہے اور نہ آخرت میں سزا دیگا، اسی رضا بالقضا میں اللہ تعالےٰ کے ساتھ وصل ہونا اور اُس تک پہنچنا، اور اُس کے ذکر سے آرام پانا حاصل ہوتا ہے +

اور لذات نفسانی اور ایسے حصّوں کی طلب و تلاش میں مت لگو جو تقسیم نہیں ہوئے یا بانٹے جا چکے ہیں، پھر اگر وہ حصے بانٹے نہیں گئے تو اُن کی خواہش و طلب میں مشغول ہونا حماقت، بے وقوفی اور جہالت ہے، اور وہی سب سے بڑی مصیبت ہے، جیسا کہا گیا ہے، مِنْ اَشَدِّ الْعُقُوْبَاتِ طَلَبُ مَا لَمْ یُقْسَمْ، یعنی "سب سے بڑی عقوبت یہی ہے کہ اُس چیز کی طلب کی جائے جو تقسیم نہیں کی گئی" +

اور اگر وہ حصے بانٹے جا چکے ہیں، تو ان کی طلب میں مشغول ہونا لالچ اور حرص ہے، اور عبودیت، محبت اور حقیقت کے بارہ میں شرک ہے، کیونکہ خداوند تعالےٰ کے ماسوا دوسری شے کی طرف مشغول ہونے کا نام شرک ہے، لذات نفسانی کی تلاش کرنے والا خدا تعالیٰ کی دوستی اور محبت میں سچا نہیں، پس جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ساتھ اُس کے غیر کو بھی پسند کر لیا اور چن لیا، تو وہ جھوٹا ہے، اور اپنے اعمال کا بدلہ مانگنے والا مخلص نہیں ہے، اور سوائے اس کے نہیں کہ مخلص بندہ وہ ہے، جو اللہ تعالےٰ کی عبادت اس لئے کرے، کہ اُس کی ربوبیت کو اُس کا پورا حق دے رہا ہے، اور اُس کی عبادت اس لئے کرتا ہے کہ وہ ہمارا مالک ہے اور معبود بننے کا اُسی کو حق حاصل ہے، کیونکہ حق سبحانہ وتعالےٰ اُس کا مالک ہے، اور اس پر اپنی فرمانبرداری اور عمل کا حق رکھتا ہے، کیونکہ اُس کی سب چیزیں، اور اُس کی حرکات و سکنات اور

کاروبار سب اُسی کی ملکیت ہیں، اور ایسا کیوں نہ ہو، حالانکہ ہم نے اس کتاب میں، کئی جگہ بیان کیا ہے، کہ ساری عبادتیں اللہ تعالیٰ کے انعامات ہیں اور اُس کی طرف سے بندہ پر فضل و کرم ہُوا ہے کیونکہ اس نے بندہ کو اُن عبادات کی توفیق عطا فرمائی ہے، اور اُن پر اُسے قدرت و طاقت بخشی ہے، پس ان عبادات پر خدا تعالیٰ سے جزا و بدلہ طلب کرنے کی نسبت اُن عبادات پر شکر گذاری کرنے میں مشغول ہونا بہت بہتر اور مناسب ہے[۱]

پھر معلوم نہیں ہوتا کہ تو کیوں لذات نفسانی کی تلاش میں مارا مارا پھر رہا ہے، حالانکہ تو نے اکثر لوگوں کو دیکھا ہے کہ اُن کے نزدیک دنیوی لذات کی جتنی زیادتی ہو گئی اور لذات و نعمتیں اور دنیا کے حصے ان کی طرف پے در پے آنے لگے، اتنا ہی اپنے پروردگار پر اُن کا غصہ، واویلا، اُن کا کفران نعمت بڑھ گیا، اور اُن کے غم و اندوہ زیادہ ہو گئے، اور غیر تقسیم شدہ حصوں کی طرف اُن کی محتاجی اُس حصہ کے علاوہ جو اُن کے پاس موجود ہے، اور بڑھ گئی، اور اُن کے اپنے حصے و نصیبے اُن کی نگاہوں میں حقیر، ادنےٰ اور برے نظر آنے لگے، اور دوسروں کے حصے اور نصیبے اُن کے دلوں اور آنکھوں میں، بزرگ، بڑے اور خوبصورت و عمدہ معلوم ہونے لگے، پھر انہوں نے دوسروں کے حصوں کی تلاش شروع

---

[۱] قطعہ

شکر خدا کے کن کہ موفق شدی بخیر | ز انعام و فضل او نہ معطل گذاشتت
منت منہ کہ خدمت سلطاں ہمے کنم | منت شناس از و کہ بخدمت بداشتت

کردی، حالانکہ وہ نصیبے اُن کے حصے میں نہیں آئے تھے، پس اس تلاش میں اُن کی عمریں گذر گئیں، اور اُن کی طاقتیں جاتی رہیں، اور وہ بوڑھے ہو گئے، اور اُن کے مال ختم ہو گئے، اور اُن کے جسم تھک گئے، اور اُن کی پیشانیوں پر پسینہ نکلا اور دوسروں کے نصیبوں کی تلاش میں کبیرہ گناہوں کے ارتکاب اور گناہوں کی کثرت سے اور اپنے پروردگار کی بیفرمانیوں سے اُنکے اعمال نامے سیاہ ہو گئے، پر دوسروں کا حصہ نہ پا سکے، اور دنیا سے خالی ہاتھ غریب و کنگال ہو کر نکل گئے، نہ ادھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃَ نہ تو انہوں نے اپنے حصہ میں آئے ہوئے نصیبوں پر اپنے پروردگار کا شکر ادا کیا کہ اُن کے ساتھ اُس کی اطاعت پر مدد تلاش کرتے، اور نہ ہی وہ چیز حاصل کی جو وہ دوسروں کے حصوں سے طلب و تلاش کرتے رہے، بلکہ انہوں نے دنیا و آخرت کو برباد کر لیا، پس وہ تمام خلقت سے بدترین، بڑے جاہل، بڑے احمق، اور از روئے عقل و بصیرت بڑے کمینے ہیں، پس کاش! اگر وہ قضا و قدر پر راضی ہو جاتے اور عطا شدہ چیز پر قناعت کرتے، اور اپنے مولا کی اطاعت اچھی طرح کرتے، تو دنیا میں رنج و تکلیف کے بغیر اُن کا نصیبہ انہیں مل جاتا، پھر خداوند بلند و برتر کی ہمسائیگی میں انہیں پہنچا دیا جاتا، اور وہ اس کے پاس ہر مراد و خواہش حاصل کرتے ؀

خداوند تبارک تعالیٰ ہمیں بھی اور تم کو بھی اُن لوگوں سے کرے، جو قضائے الٰہی پر راضی ہو گئے، اور رضا کی طلب و رضا و حال کی حفاظت کی درخواست کرتے رہے اور خداوند قدوس کے محبوب و پسندیدہ کاموں کی توفیق مانگتے رہے ؀

۵۴ طالب آخرت کو دنیا کی ترک اور طالب مولا کو آخرت کی ترک لازمی ہے

جو شخص آخرت چاہتا ہے اُسے دنیا کو چھوڑ دینا چاہئے، اور جو اللہ تعالےٰ (اور اُس کے قرب کا) خواہشمند ہے، اُسے آخرت کو بھی چھوڑ دینا چاہئے۔ پس وہ دنیا کو آخرت کے لئے چھوڑ دے، اور آخرت کو اپنے پروردگار کے لئے۔

پس جب تک اُس کے دل میں دنیا کی خواہشات میں سے کوئی خواہش اور اُس کی لذات میں سے کوئی لذت، اور تمام چیزوں سے اُس کی راحتوں میں سے کسی راحت کی طلب باقی ہے، جیسے کھانے، پینے، پہننے کی چیزیں، بیوی، مکان، سواری، سرداری، حکومت اور پانچ بنائے اسلام پر مزید فقہ کے قسم قسم کے علوم میں سے کسی علم میں ترقی حاصل کرنا، اور حدیث کا بیان کرنا، اور قراٴت مختلفہ، نحو اور فصاحت و بلاغت کے ساتھ قرآن مجید کی تلاوت، اور تنگدستی کے دور ہونے اور نفع و آرام حاصل ہونے کی خواہش (جب تک دل میں یہ چیزیں باقی ہیں) وہ صحیح معنوں میں زاہد یعنی تارک الدنیا نہیں ہے، کیونکہ اِن چیزوں میں ہر ایک میں نفس کی لذت اور ہوا و ہوس کی موافقت، اور طبیعت کا آرام و راحت اور اُس کی دوستی اور محبت پائی جاتی ہے، اور یہ تمام چیزیں دنیا کے اسباب ہیں، اور اس قسم کے

ہیں، کہ وہ شخص ان اسباب میں زندہ رہنے کو بہت پسند کرتا ہے، اور اس کو ان چیزوں سے دنیا کی طرف سکون و اطمینان حاصل ہوتا ہے۔

پس طالب آخرت کے لئے نہایت ضروری ہے کہ اپنے دل سے ان تمام چیزوں کے نکالنے کی کوشش کرے، اور اپنے آپ کو ان چیزوں کے دور کرنے اور دل سے اکھاڑ پھینکنے میں مصروف کر دے، اور ان چیزوں کے نہ ہونے پر اور ہمیشہ کی مفلسی پر راضی ہو جائے، پس اس کے دل میں ان چیزوں میں سے کھجور کی گٹھلی چوسنے کی مقدار کے برابر بھی باقی نہ رہے، تاکہ دنیا میں اس کا زہد خالص اور صاف ہو جائے، پس جب اس کا یہ زہد پورا ہو گیا، تو دل سے غم و اندوہ اور اندرونی گھبراہٹ دور ہو جائیں گے، اور آرائش و خوشی، اور اللہ تعالےٰ کی یاد کا آرام حاصل ہو جائیگا، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے اَلزُّهْدُ فِي الدُّنْيَا يُرِيحُ الْقَلْبَ وَالْجَسَدَ یعنی "دنیا میں زہد اختیار کرنا دل اور جسم کو آرام بخشتا ہے"۔ پس جب تک اس کے دل میں ان میں سے کوئی چیز بھی باقی ہے، غم و اندوہ، ڈر اور خوف دل میں قائم ہے، اور خواری و ذلت اس دل کو لازم ہے، اور خدا تعالےٰ اور اس کے قرب کے آگے ایک موٹا اور گھٹا پردہ تنا ہوا ہے، اور یہ سارا پردہ دنیا کی محبت پورے طور پر مٹ جانے اور تمام تعلقات قطع کر دینے کے بغیر دور نہیں ہو سکتا۔

پھر اس کے بعد آخرت میں (اس طرح) زہد اختیار کرے، کہ زہاد بلند مقامات اور عالی درجات، حور و غلمان، مکانات و محل، باغات،

سواریاں، لباس، زیورات، کھانے پینے کی چیزیں وغیرہ جو اللہ تعالےٰ نے اپنے مومن بندوں کے لئے تیار کی ہیں (اُن کی) ہرگز خواہش و طلب کرے، پس اس وقت اللہ تعالےٰ کی جزا کو پا لیتا ہے، اور اللہ تعالےٰ اُسے دنیا میں اپنے نیکی کرنے اور رحمت سے اس کا حساب پورا کر دیتا ہے، اور اسے بہت قریب کر لیتا ہے، اور اس پر مہربانی فرماتا ہے اور اُس کو اپنی گوناگوں مہربانیوں اور احسانوں پر واقف کر دیتا ہے، جیسا کہ وہ اپنے رسولوں، نبیوں، ولیوں، خاصوں اور دوستوں اور اپنے جاننے والوں کے ساتھ کرتا رہا ہے۔

پس بندہ اپنی ساری زندگی میں دن بدن اپنے کام میں ترقی کرتا رہتا ہے، پھر مرنے کے بعد دارالآخرت میں ایسی نعمتوں کی طرف پہنچایا جاتا ہے، جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں اور نہ کسی کان نے سنیں اور نہ کسی انسان کے دل پر گزریں، اور جن کے معلوم کرنے سے عقل دنگ رہ گئے اور بیانات اُن کی تعریف سے قاصر ہو گئے۔

۵۵۔ لذاتِ نفسانی ترک کرنے کے تین مراتب

لذاتِ نفسانی کو تین مرتبہ چھوڑا جاتا ہے:-

(۱) یہ کہ بندہ اپنی طبیعت کی جہالت کی تاریکی میں گذر رہا ہوتا ہے، اور اپنے پروردگار کی غلامی اختیار کئے بغیر، اور شرعی احکام کے بغیر جو اُسے اپنی مرضی پر کام کرنے سے روکے، اور حدودِ شریعت میں سے کسی حد کے بغیر جس کی طرف وہ نفس اور طبیعت کے حکم سے کنارہ

کر کے ٹھیر جائے، ہر حالت میں اپنی اس روش میں حیران و سرگردان اور اپنی طبیعت اور مرضی پر کاموں میں مصروف ہوتا ہے، پس اسی اثنا میں کہ وہ اسی حالت میں ہوتا ہے، کہ اچانک خداوند تعالیٰ نظر رحمت سے اُس کی طرف دیکھتا ہے، اور اس کی طرف اپنی خلقت کے نیک بندوں میں سے کوئی واعظ بھیجدیتا ہے، اور اُس واعظ کے ساتھ اُس بندہ کی ذات ہی سے ایک اور واعظ ملا دیتا ہے[1]، اور دونوں واعظ مل کر اُس کے نفس و طبیعت پر فتح پالیتے ہیں، اور نصیحت اُس میں اپنا کام شروع کر دیتی ہے، اور طبیعت اور نفس پر اُس کام کے عیب جو وہ کر رہا ہوتا ہے یعنی طبیعت کے گھوڑے پر سوار ہونا اور شریعت کی مخالفت ظاہر ہو جاتی ہے، اور نفس اپنے تمام کاروبار میں شریعت کی طرف جھک جاتا ہے، اور بندہ مسلمان شریعت پر قائم اور طبیعت اور نفس سے فانی ہو جاتا ہے، اور دنیا کے حرام اور شبہ حرام اور لوگوں کے احسانات کو چھوڑ دیتا ہے، اور کھانے، پینے، پہننے کی چیزوں، نکاح و مکان اور اپنے تمام حالات اور ضروریات زندگی سے شرعی مباح و حلال چیزوں کو حاصل کرتا ہے، تاکہ اپنے جسم کی بنیاد کی حفاظت کرے اور اپنے پروردگار کی فرمانبرداری پر طاقتور بن جائے، اور اپنی مقسومہ قسمت کو پورا حاصل کرلے، جو اُسے حاصل ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی، اور جس کے حاصل اور قبضہ میں اور پورا لے لینے سے پہلے

---

[1] دوسرا واعظ بندہ کا نفس ملکی یا نفس مطمئنہ ہے جو اُس واعظ کے ساتھ شامل ہو جاتا ہے، اور دو واعظ بن جاتے ہیں، نفس ملکی نیکی کا حکم کرتا ہے، اس کے علاوہ ہر انسان کے ساتھ ایک ہمزاد شیطان بھی ہوتا ہے، جو بندہ کو بدی کی طرف لے جاتا ہے ۱۲

دنیا سے نکلنے کا کوئی رستہ نہیں، پس وہ ہر حال میں شرعی حلال اور مباح چیزوں کے گھوڑے پر سوار ہو کر سیر کرتا ہے، حتیٰ کہ یہی سواری اس کو آستانۂ ولایت پر پہنچا دیتی ہے، اور ان محققین و خاصان بارگاہ الٰہی کے زمرہ میں داخل کر دیتی ہے، جو اہل عزیمت یعنی افضل و اعلےٰ کام کرنے والے اور ذات باری تعالیٰ کے ارادتمند ہیں ؛

(۲) جب مرتبہ ولایت کو پہنچ گیا، تو محض خدا تعالیٰ کے حکم سے کھاتا ہے (جس میں اُس کی طبیعت اور نفس کو مطلق دخل نہیں ہوتا) پس اُس وقت وہ اپنے باطن سے حق تعالےٰ کی طرف سے یہ آواز سُنتا ہے، اُتْرُكْ نَفْسَكَ وَتَعَالَ یعنی اپنے نفس کو چھوڑ دے اور آجا؛

(۳) اگر تو خالق کا طلبگار ہے، تو نفسانی خواہشات اور مخلوق کو چھوڑ دے، اور اپنے دو جوتوں یعنی دنیا و آخرت کو اُتار دے، اور تمام ہستیوں اور موجودات اور تمام پیدا ہونے والی چیزوں اور تمام خواہشات سے جدا ہو جا، اور سب سے برہنہ اور فانی ہو، اور توحید اور ترک شرک اور سچے ارادہ کے ساتھ خوش حال ہو جا، پھر تو ادب کے ساتھ خاموشی سے قرب الٰہی کی بساط پر چلنے میں اس طرح داخل ہو جا کہ دائیں طرف تیری نگاہ آخرت کی طرف نہ ہو، اور بائیں طرف دنیا اور خلقت اور لذات نفسانی پر تیری نظر نہ پڑے؛

پھر جب بندہ اس مقام و مرتبہ میں داخل ہو گیا، اور اُس کی رسائی ثابت ہو گئی، تو حق سبحانہ و تعالےٰ کی طرف سے اُسے خلعتیں آتی ہیں، اور علوم و معارف کے انوار اور قسم قسم کے فضل اُسے ڈھانپ لیتے ہیں، اور اُسے حکم دیا جاتا ہے، کہ انعامات اور فضل خداوندی

سے مل جا، اور انعامات حاصل نہ کرنے اور اس حکم الٰہی کو رد کرنے کی وجہ سے بے ادبی مت کر، کیونکہ بادشاہ کی نعمتوں کو رد کرنے میں بادشاہ پر دباؤ ڈالنا ہے، اور اس کی بارگاہ کو حقیر سمجھنا، اور اس قسمت بندۂ خدا تعالےٰ کے فضل اور اس کی عطا کردہ قسمت سے مل جاتا ہے، بغیر اس کے کہ اُس کے حاصل کرنے میں بندہ کا کوئی ذاتی دخل ہو، اور اس سے پہلے وہ اپنے نفس و لالچ سے ملاپ کرتا تھا۔

اور بندہ کے لئے حصوں اور قسمتوں کے حاصل کرنے کی چار حالتیں ہیں:—

پہلی حالت طبیعت اور نفس کے حکم کے ماتحت ہے اور وہ حرام ہے،

دوسری حالت شریعت کے حکم سے اور وہ مباح اور حلال ہے،

تیسری حالت امر الٰہی سے، اور وہ ولایت اور خواہش نفس کو چھوڑ دینے کی حالت ہے،

چوتھی حالت محض خدا تعالیٰ کے فضل سے اور وہ ارادہ مٹ جانے اور ابدالی درجہ حاصل ہونے، اور ارادہ الٰہی کے ساتھ وابستہ ہونے کی حالت ہے، اور خداوند تعالیٰ کے فعل یعنی تقدیر کے ساتھ قائم ہے، اور یہ حالت تقدیر الٰہی کے علم اور اصلاح و درستی کے ساتھ موصوف ہونے کا باعث ہے،

پس حقیقت میں صالح نام نہیں کہا جاتا، مگر اُس شخص کا جو اس مقام و مرتبہ پر پہنچ گیا ہو، اور خداوند تعالیٰ کے اس کلام سے یہی مراد ہے، اِنَّ وَلِیِّ ىَ اللّٰہُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْکِتٰبَ وَھُوَ یَتَوَلَّی الصّٰلِحِیْنَ یعنی "بیشک میرا دوست وہ اللہ تعالیٰ ہے جس نے قرآن عزیز نازل فرمایا

اور وہ صالحین کا دوست اور کارساز ہے، پس وہ ایسا بندہ ہے کہ اُس کا ہاتھ اس کی بہتریوں اور مفید چیزوں کے حاصل کرنے سے اور ضرر اور دکھ دینے والی چیزوں سے روک دیا گیا ہے جیسے کہ دودھ پیتا بچہ دایہ کے ساتھ اور مردہ غسال کے ساتھ ہوتا ہے، اور قدرت کا ہاتھ اُسکی تربیت و پرورش کا ذمہ وار بن جاتا ہے، بغیر اس کے کہ اس کا کوئی اپنا اختیار و تدبیر ہو، اور وہ ان سب چیزوں سے فانی ہوتا ہے، اُس کا نہ کوئی اپنا حال ہے، نہ مقام، نہ ارادہ، بلکہ وہ تقدیر کے ساتھ قائم ہے، جو کبھی اسے خوشحال و فارغ البال کر دیتی ہے، اور کبھی اُسے تنگ و غمناک، کبھی دولتمند بناتی ہے تو کبھی مفلس، وہ اس تنگ دستی کی حالت کے دُور ہونے اور بدل جانے کی خواہش نہیں کرتا، بلکہ وہ ہمیشہ ہمیشہ تقدیر الٰہی پر راضی اور اس کے موافقت کرنے والا رہتا ہے، اور وہ اس درجہ کا آخری مقام ہے جہاں اولیاء و ابدال کے حالات ختم ہوتے ہیں۔

۵۶ مقام فنا اور اُس کے مراتب

جب بندہ خلقت، حرص و ہوا، نفس و ارادہ اور دنیا و عقبیٰ کی تمام خواہشات سے فانی ہو جاتا ہے، اور اللہ جل شانہٗ کے ماسوا کسی چیز کی خواہش نہیں کرتا، اور سب چیزیں اُس کے دل سے نکل جاتی ہیں، تو خداوند قدوس تک پہنچ جاتا ہے، (اور اس کا وصل ہو جاتا ہے) اور خدا تعالےٰ اُسے چن لیتا اور برگزیدہ بنا لیتا ہے، اور اُسے دوست رکھتا ہے، اور اپنی خلقت کے نزدیک اسے محبوب بنا دیتا ہے، اور اُس کو

ایسا بنا لیتا ہے کہ خود اس کے ساتھ محبت کرتا ہے اور اس بندہ کے قرب کو بھی پسند کرتا ہے، اور وہ اُس کے فضل و کرم سے ناز و نعمت حاصل کرتا ہے، اور وہ اُس کی نعمتوں میں سیر و گردش کرتا ہے، اور خداوند تعالیٰ اُس پر اپنی رحمت کے دروازے کھول دیتا ہے، اور اس سے وعدہ کرتا ہے کہ اس پر وہ دروازے کبھی بند نہ کرے گا، پھر اُس وقت بندہ بھی اللہ تعالیٰ کو چن لیتا ہے، اور خداوند قدوس کے ارادہ کے ساتھ ارادہ کرتا ہے، اور اُسی کی تدبیر کے ساتھ (اپنے کاموں کی) تدبیر کرتا ہے، اور اسی کی مشیت کے ساتھ اُس کی مشیت وابستہ ہوتی ہے، اور اُس کی رضا کے ساتھ وہ بھی راضی ہوتا ہے، اور دوسرے کے حکم کے بغیر صرف اُسی کے حکم کی فرمانبرداری کرتا ہے، اور غیر اللہ کے لئے کوئی ہستی اور کوئی فعل نہیں دیکھتا +

پس اُس وقت یہ جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ کوئی وعدہ کرے، پھر بندہ کے لئے اس وعدہ کا پورا ہونا ظاہر نہ ہو، اور وہ اُس کو نہ ملے جس کا وعدہ کے ذریعہ سے ملنے کا خیال تھا، کیونکہ حرص ہوا، ارادہ اور لذات نفسانی کی طلب مٹ جانے کے ساتھ ہی غیریت یعنی دُوئی بھی زائل ہوگئی، پھر وہ بندہ بذات خود خدا تعالیٰ کا فعل، ارادہ اور اس کا محبوب و مراد بن گیا، تو اُس کی طرف وعدہ فرمائی کرنے یا وعدہ خلافی کرنے کی نسبت نہیں کی جا سکتی، کیونکہ یہ اس شخص کی صفت ہے جس کا اپنا بھی کوئی ارادہ و خواہش ہو، پس اس وقت اس کے حق میں وعدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوگا، جیسے کہ کسی شخص نے خود کسی چیز کے کرنے کا ارادہ کیا، اُس کام کی نیت کی، پھر اس کام کو کسی دوسرے کی طرف پھیر دیا (اور

اس کے سپرد کر دیا) اس کتاب میں جو اللہ تعالےٰ نے ہمارے نبی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف وحی کی، ناسخ و منسوخ کی طرح، مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْهَا اَوْ مِثْلِهَا ط اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ، یعنی "جو کوئی آیت ہم منسوخ کرتے ہیں یا اُسے بھلا دیتے ہیں، تو اُس سے بہتر یا اُس جیسی آیت ہم نازل کر دیتے ہیں، کیا تو (اے محمدؐ) نہیں جانتا کہ خدا تعالےٰ ہر چیز پر قادر ہے"۔

جب حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواہش اور ارادہ بالکل مٹ چکا تھا، اور ان چند جگہوں کے سوا جن کا ذکر اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے، یعنی جنگ بدر کے قیدیوں کے بارہ میں، (کہ فدیہ لے کر چھوڑنے پر فیصلہ ہوا تھا) یہ آیت نازل ہوئی تُرِیْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْیَا وَاللّٰهُ یُرِیْدُ الْاٰخِرَةَ ط یعنی "تم دنیا کا اسباب چاہتے ہو اور خدائے تعالیٰ آخرت کا ثواب عطا کرنا چاہتا ہے" لَوْلَا کِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّکُمْ فِیْمَا اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ، "اگر پہلے خداوند قدوس کا حکم ازلی نہ ہو چکا ہوتا، تو تمہیں فدیہ لینے میں بڑا عذاب پہنچتا"۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے محبوب تھے، اُس نے آپؐ کو ایک حالت، ایک شئے اور ایک وعدہ پر نہیں چھوڑا بلکہ آپ کو اپنی تقدیر کی طرف لے گیا ہے، اور تقدیر کی باگ آپ کی طرف چھوڑ دی ہے، اور آپ کو تقدیر کے اندر پھرایا ہے (یعنی ایک حال سے دوسرے حال کی طرف اور ایک حکم سے دوسرے حکم کی طرف پھرا تا رہا ہے) اور اپنی اس بات کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کو خبردار کیا ہے، کہ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ "کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے"۔ یعنی بیشک تو تقدیر کے سمندر میں پڑا ہے، جس کی موجیں تجھے کبھی اس طرف، کبھی اس طرف پھرا رہی ہیں +

پس ولیؒ کے کام کی انتہا نبیؑ کے کام کی ابتداء ہے، ولایت اور ابدالی درجہ کے بعد صرف نبوت کا درجہ ہے +

۵۷- قبض و بسط کی تحقیق

حالات[1] تمام تر قبض ہیں، کیونکہ ولی کو اُن کی حفاظت کا حکم دیا گیا ہے، اور جس چیز کی حفاظت کا حکم دیا جائے، وہ قبض ہوتی ہے، اور تقدیر کے ساتھ کھڑا ہو جانا سب کا سب بسط ہے، کیونکہ وہاں تقدیر

---

[1] حالی سے مراد وہ حالات ہیں، جو اولیاء اللہ کے دلوں پر وارد ہوتے ہیں، جیسے محبت، شوق، انس، ہیبت، حیا وغیرہ۔ اور وہ محض خدا تعالےٰ کی بخشش ہوتے ہیں، ان کا قائم رہنا یا نہ رہنا دونوں باتیں ممکن ہیں، اور مقامات سے وہ چیز مراد ہے، جس پر سالک ٹھیر جائے اور اسی پر قائم و دائم رہے، جیسے توبہ، صبر، توکل، رضا وغیرہ، مقامات کسبی ہوتے ہیں اور حالات وہبی، اور حالات میں تمام تر قبض یعنی گرفتاری ہوتی ہے، کیونکہ بندہ ان میں گرفتار رہے، اور ابھی تک بندگی کی قید میں ہے، اور اگر حد سے تجاوز کر جائے تو سلامتی سے باہر جا پڑنے کا خطرہ ہے، مثلاً اگر محبت کا غلبہ ہو جائے تو ڈر ہے کہ گمراہی تک نوبت پہنچ جائے، پس ثابت ہوا کہ حالات کے لئے قید، اور قبض یعنی پابندی کا ہونا لازمی ہے ۱۲

اور اس کے احکام کے اندر موجود رہنے کے سوا کوئی ایسی شے نہیں جس کی حفاظت کا حکم دیا جائے، پس مالک پر لازم ہے کہ (اس نسبت کے حاصل کرنے کے لئے) تقدیر (کے کاموں اور فیصلوں) میں جھگڑا نہ کرے، بلکہ تقدیر کے موافق ہو جائے، اور ہر اس تقدیر میں جو اُس پر جاری ہوئی ہے، نہ جھگڑے، میٹھی ہو یا کڑوی ؛

چونکہ حالات محدود ہوتے ہیں اس لئے اُن کی حدود کی حفاظت کا حکم دیا گیا ہے، اور فعل الٰہی یعنی تقدیر غیر محدود ہے اور اُس کی کوئی انتہا نہیں کہ اس کی حفاظت کی جائے ؛

اور اس بات کی علامت کہ بندہ فعل و تقدیر الٰہی اور بسط میں داخل ہو چکا ہے یہ ہے کہ لذات نفسانی کے ترک کرنے اور ان میں پرہیزگاری کا حکم دینے کے بعد اُن کے مانگنے کا حکم دیا جاتا ہے، کیونکہ جب اُس کا باطن نفسانی لذات سے خالی ہو گیا، اور پروردگار کے سوا اُس میں کوئی چیز باقی نہ رہی، تو اُسے بسط عطا کر دیا جاتا ہے، تو اُسے اپنے حصہ کی چیزوں کی طلب کرنے کا حکم دیا جاتا ہے، اور ان کے حاصل کئے بغیر اور سوال کے ذریعہ سے اُسے مل جانے کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہوتا، تاکہ خداوند قدوس کے نزدیک اُس کی قدر و منزلت اور حق تعالےٰ کا احسان اس سوال کی قبولیت سے ثابت ہو جائے، اور لذات کے عطا کرنے میں سوال کا اطلاق کرنا اور حالات و مقامات اور حدود کی حفاظت میں تکلف کرنے سے بندہ کو نکال دینا قبض کے بعد بسط کی اکثر نشانیوں میں سے ہے ؛

اعتراض، اگر کہا جائے کہ یہ بات تکلیف شرعی کے زوال پر دلالت کرتی ہے، اور زندیقوں و بیدینوں کی بات ہے، اور اسلام

سے نکلنے اور خدا وند تعالےٰ کے اس قول کی تردید کی دلیل ہے' وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ یعنی "اپنے مرنے تک اپنے پروردگار کی عبادت کرتا رہ"۔

جواب، تو کہا جائیگا کہ یہ بیان اس پر دلالت نہیں کرتا اور نہ وہاں تک پہنچاتا ہے، بلکہ اللہ تعالےٰ خود بڑا بزرگ ہے، اور اس کا ولی اس کے نزدیک اس بات سے بہت زیادہ گرامی قدر ہے کہ اُسے ناقص مقام اور شرع و دین میں بیری جگہ کے اندر داخل کر دے، بلکہ اُس کو اُن تمام چیزوں سے بچا لیتا ہے جن کا ذکر ہوا، اور اُن سے اُس کو پھیر لیتا ہے، اور محفوظ رکھتا ہے، اور اسے خبردار کرتا ہے، اور حدود شرعیہ کی حفاظت کے لئے اس کو درست کر دیتا ہے پس اس کو عصمت اور پاکیزگی حاصل ہو جاتی ہے، اور تکلیف و مشقت کے بغیر حدود شرعیہ محفوظ رہنے لگتی ہیں، اور وہ بندہ اپنے پروردگار کے قرب میں ان سب باتوں سے بےخبر ہوتا ہے، (جیسے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو عزیز کی بیوی کی بدنیتی سے محفوظ رکھ کر اللہ تعالیٰ نے فرمایا) كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ یعنی "اسی طرح ہم نے کیا تاکہ ہم یوسف علیہ السلام سے برائی و بےحیائی کو پھیر دیں، بیشک وہ ہمارے مخلص بندوں سے ہے"۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ، (اے شیطان!) "بیشک میرے بندوں پر تیرا کوئی غلبہ نہ ہوگا"۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ (اے انسان تو شیطان کو گمراہ کریگا) "مگر اللہ تعالیٰ کے

مخلص بندوں کو" (تو گمراہ نہیں کر سکے گا) ÷

اے (ناقص عقل) مسکین! وہ ولی پروردگار کا سرفراز کیا ہوا، اور اس کا محبوب اور پیارا ہو چکا ہے، اور وہ اپنی مہربانی اور قرب کی گود میں اس کی پرورش کر رہا ہے، تو شیطان اس کی طرف کس طرح پہنچ سکتا ہے، اور شرعی ناپسندیدہ اور بری چیزیں اس کی طرف کیسے رستہ پا سکتی ہیں، تو نے تو قرب کو بہت بڑا کر دیا ہے، لیکن کھانے پینے کی چیزیں دور رکھ دی ہیں (یہ تو بعینہ یہی مثال ہے کہ کوئی شخص زبان سے کسی کی بہت عزت و تعظیم کرے اور کھانے پینے کو کچھ نہ دے) تو نے بہت بری بات کہی ہے، تف ہے ایسی خسیس اور کمینہ ہمتوں پر، اور ناقص و ناکارہ عقلوں پر، اور فاسد و خراب رائوں پر ÷

خداوند تعالےٰ ہمیں اور سب بھائیوں کو اپنی قدرت شاملہ اور الطاف کاملہ اور رحمت واسعہ کے ساتھ آپس میں اختلاف ڈالنے والی گمراہی سے بچائے، اور عصمت کے ایسے کامل پردوں سے ہماری پردہ پوشی کرے، جو گناہوں سے روکنے والے اور محفوظ رکھنے والے ہوں، اور اپنی نعمت کاملہ اور دائمی فضل و احسان کے ساتھ ہماری تربیت اور پرورش کرے، آمین ÷

۵۸ غیر اللہ کی طرف نگاہ رکھنے کی ممانعت

اے سالک! خداوند تعالےٰ کے ماسوا تمام اطراف سے اندھا بن جا، اور ان میں سے کسی چیز کی طرف نہ دیکھ، جب تک تو ان میں سے کسی

ایک کی طرف دیکھ رہا ہے، خداوند تعالیٰ کے فضل و قرب کی طرف تیرے لئے کوئی رستہ نہیں کھلے گا، تو پھر توحید اور اپنے نفس کو مٹا دینے کے ذریعہ سے، اُس کے بعد اپنی ذات اور اپنی عقل و دانست کو مٹا دینے کے ذریعہ سے تو تمام طرفوں کو بند کردے، تو اس وقت تیرے دل کی آنکھ میں خداوند بزرگ کے فضل کی طرف نظر کھل جائیگی، پس جب تو سب طرفوں سے فانی ہو جائیگا، تو اس فضل کی طرف کو تو اپنے دل و ایمان و یقین کے نور کی چمک کے ساتھ اپنے سر کی دونوں آنکھوں سے دیکھیگا، پھر تیرے اس باطنی نور کے پاس تیرے ظاہر پر بھی اُس نور کا ظہور ہوگا، جیسے اس شمع کی روشنی جو سخت اندھیری رات میں کسی اندھیرے گھر کے چراغدان یا سوراخ میں سے ظاہر ہو رہی ہو، تو اُس گھر کے اندر کی روشنی سے اس کا باہر بھی روشن ہو جاتا ہے پس نفس اور اعضاء و جوارح غیر اللہ کی عطا اور وعدہ سے بے نیاز ہو کر صرف اللہ تعالیٰ کے وعدہ و عطا کی طرف تسکین و آرام حاصل کرینگے۔

اور اپنے نفس پر رحم کر اور اُس پر ظلم مت کر، اور اُسے اپنی جہالت اور نادانی کی تاریکیوں میں مت پھینک، کہ تو دوسری طرف کی جانب یعنی خلقت اپنی قوت و طاقت اور کسب اسباب پر نگاہ ڈالتا پھرے اور ان چیزوں پر بھروسہ کر بیٹھے، پس ایسا کرنے سے تجھ سے سب طرفیں بھی بند ہو جائیں گی، اور غیر اللہ کی طرف نظر کرنے کے باعث تیرے مشرک بن جانے کی سزا اور پاداش میں خداوند قدوس کے فضل کی طرف بھی تیرے لئے نہ کھولی جائیگی۔

پس جب تو نے خداوند تعالیٰ کو یگانہ و واحد سمجھ لیا، اور اُس کے

فضل کی طرف تو نے نظر رکھی، اور تو نے غیر اللہ کے سوا صرف اسی پر امید رکھی، اور غیر اللہ سے تو اندھا بن گیا، تو وہ تجھے اپنا مقرب بنا لیگا اور اپنے نزدیک کر لیگا، اور تجھ پر رحم کریگا، اور تیری پرورش کریگا، اور تجھے کھلائے پلائے گا، اور تیری دوا کریگا اور تجھے عافیت و تندرستی عطا فرمائیگا، اور تجھ پر عطا کرے گا، اور تجھے دولتمند کر دیگا، تیری مدد کریگا اور تیرا کارساز ہوگا، پھر تجھے تیری ذات سے اور خلقت سے مٹا دیگا اور فنا کر دیگا، پھر اس کے بعد تیری نظر میں کچھ نہ جچے گا، نہ فقیری نہ امیری ✣

۵۹۔ صبر، رضا، موافقت اور شکر

اے سالک! تیرا حال دو صورتوں سے خالی نہیں، یا تکلیف ہوگی، یا آرام،

اگر تکلیف و مصیبت کی حالت ہو، تو اس حالت میں پہلے تجھ سے تکلف اور کوشش سے صبر کرنے کا مطالبہ کیا جاتا ہے، اور یہ ادنےٰ درجہ ہے، اور پھر بغیر کوشش کے صبر کرے گا، اور اس تصبّر سے اعلےٰ درجہ ہے، پھر اس کے بعد تقدیر و فعل الٰہی کے ساتھ موافقت و رضا کا، پھر فعل الٰہی میں فانی ہو جانے کا مطالبہ کیا جاتا ہے، اور فنا ابدال کو اور اللہ تعالےٰ کی ذات و صفات کو مشاہدہ کے ساتھ جاننے والے عارفوں کو حاصل ہوتی ہے ✣

اور اگر نعمت اور آرام کی حالت ہو، تو اس حالت میں اُن انعامات اور

آرام پر تجھ سے شکر کرنے کا مطالبہ کیا جاتا ہے، اور شکر زبان سے اور دل سے اور اعضاء و جوارح سے ہوا کرتا ہے +

لیکن زبان کے ساتھ شکر یوں ادا ہوتا ہے کہ اُس نعمت کا اس طرح اقرار کیا جائے کہ وہ صرف اللہ تعالےٰ ہی کی طرف سے ہے، اور خلقت، اپنے نفس، ہمت و طاقت، اپنی حرکت اور کسب کی طرف اُس نعمت کی نسبت کرنے کو ترک کر دیا جائے، اور نہ اپنے سوا ان دوسرے لوگوں کی طرف اُس کی نسبت کی جائے، جن کے ذریعہ سے وہ نعمت ظاہر ہوئی ہے، کیونکہ تو اور وہ لوگ تو صرف اس نعمت کے اسباب، اوزار اور وسیلے ہیں، اُس نعمت کا تقسیم کرنے والا، چلانے والا، پیدا کرنے والا، اور کام کرنے والا اور کارساز اللہ تعالیٰ ہے، اور قاسم بھی وہی ہے، چلانے والا بھی وہی، موجد بھی وہی اللہ تعالیٰ، پس وہ اللہ تعالےٰ غیر اللہ سے شکر کا زیادہ مستحق ہے، مثلاً ہدیہ کو اُٹھانے والے غلام کی طرف نظر نہیں ہوا کرتی، بلکہ انعام اور ہدیہ دینے والے اور پہنچانے والے مالک کی طرف ہی نظر ہوا کرتی ہے، خداوند تعالیٰ نے اس شخص کے حق میں جو ایسی نظر رکھنے سے محروم رہا، (اور حقیقت کو نہ پہچانا) فرمایا ہے۔ يَعْلَمُونَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ، وہ لوگ دنیا کی ظاہر چیز کو جانتے ہیں اور وہی آخرت سے غافل اور بے خبر ہیں"۔ پس جس شخص نے ظاہریت اور سبب کی طرف نظر کی اور اس کا علم و پہچان ظاہریت سے گزر کر حقیقت کو نہیں پہنچا، تو وہ بے وقوف، ناقص اور کم عقل ہے، سوائے اس کے نہیں کہ عقلمند کا نام اس لئے عقلمند رکھا جاتا ہے کہ اُس کی نظر انجام و نتیجہ

پر ہوتی ہے +

اور لیکن دل کے ساتھ شکر کرنا یوں ہے کہ دل میں اس بات کا ہمیشہ پختہ اور سخت مضبوط و محکم اعتقاد رکھا جائے کہ تیری تمام نعمتیں، منافع، لذات ظاہری یا باطنی، حرکات میں ہوں یا سکنات میں، سب کی سب خداوند قدوس کی طرف سے ہیں، اس کے غیر کی طرف سے نہیں، اور زبان کے ساتھ تیرا شکر کرنا اس چیز کی ترجمانی کریگا، جو تیرے دل میں ہے، اور بیشک اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، وَمَا بِكُم مِّن نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللهِ "اور نعمتوں میں سے جو کچھ تمہارے پاس ہے، وہ خدا تعالےٰ کی طرف سے ہے"۔ اور فرمایا وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهُ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً۔ "اور اس نے تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں پوری کر دی ہیں" اور فرمایا وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللهِ لَا تُحْصُوْهَا۔" اور اگر تم اللہ تعالےٰ کی نعمتوں کو گنو تو اُن کو احاطہ نہ کر سکو گے"۔ پس اس ثبوت قرآنی کے ہوتے ہوئے مومن کیلئے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نعمت دینے والا باقی نہیں رہتا +

اور لیکن اعضاء و جوارح کے ساتھ شکر کرنا یوں ہے کہ تو اُن کو خداوند تعالےٰ کی فرمانبرداری اور اطاعت میں حرکت دے اور کام میں لائے، نہ کہ اس کے غیر یعنی خلقت کی فرمانبرداری میں، پس تو اُس چیز کے بارہ میں خلقت سے کسی کو جواب دے جس میں خدا تعالیٰ سے روگردانی ہو، اور خلقت کا لفظ عام ہے، جو نفس، خواہش، ارادہ اور تمناؤں اور تمام خلقت پر حادی ہے، اور تو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کو اصل، متبوع اور پیشوا بنالے، اور اطاعت کے ماسوا باقی چیزوں

کو اس کی شاخ، تابع اور پیرو، پس اگر تو نے اس کے بغیر کوئی دوسرا کام کیا، تو تو ظالم، ستمگار اور خدا تعالےٰ کے حکم کے بغیر جو اُس نے اپنے مومن بندوں کے لئے مقرر کیا ہے، اپنا حکم چلانے والا، اور نیکو کاروں کے رستہ کے سوا دوسرا رستہ طے کرنے والا ہوگا،

اللہ جل شانہٗ نے فرمایا ہے، وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ” اور وہ لوگ جو اُس کتاب کے ساتھ حکم و فیصلہ نہیں کرتے جو اللہ تعالےٰ نے نازل کی ہے، تو وہی لوگ کافر ہیں“۔ اور ایک آیت میں یہ ارشاد ہوا ہے، وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ اور دوسری آیت میں هُمُ الْفٰسِقُوْنَ، یعنی ”وہی لوگ ظالم ہیں“، اور وہی لوگ گنہگار ہیں“ اور تیرا انجام کار اُس دوزخ کی طرف ہوگا، جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں، اور (تیرا یہ حال ہے کہ) تو دنیا میں ایک گھڑی کے بخار پر اور دنیا کی ایک چھوٹی سی آگ کی چنگاری پر صبر نہیں کرسکتا، تو دوزخ کی آگ میں دوزخیوں کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ رہنے پر تو کس طرح صبر کرسکے گا۔

خبردار! خبردار!! اس سے بچ جا، اور اللہ تعالےٰ کا دامن مضبوط پکڑ لے، اپنی ان دونوں حالتوں یعنی آرام و تکلیف کی اور انکی شرطوں کی حفاظت کر، کیونکہ تو اپنی تمام عمر میں ان دونوں حالتوں میں سے ایک سے خالی نہیں رہ سکتا، یا تکلیف ہوگی یا آرام، پس ہر حالت کو اس کا حصہ اور حق یعنی صبر و شکر اس طرح ادا کر جو میں نے تیرے لئے بیان کیا ہے۔ پس مصیبت کی حالت میں اللہ تعالےٰ کی مخلوق سے کسی کے آگے

شکایت و گلہ نہ کر، اور اپنی تنگی کو کسی کے آگے ظاہر مت کر، اور اپنے دل میں بھی اپنے پروردگار پر تہمت مت لگا، اور خداوند قدوس کی حکمت و مصلحت میں شک و شبہ نہ کر، اور دنیا اور آخرت میں خداوند تعالےٰ نے تیرے لیے جو بہتر چیز پسند فرمائی ہے، اس میں بھی شک نہ کر، اور اپنی مصیبت کے دور کرنے اور عافیت کی خاطر مخلوق خدا میں سے کسی کی طرف اپنے قصد و ہمت کو مت لے جا، پس یہ کام خدا تعالیٰ کے ساتھ تیرا شرک ہو گا، (کیونکہ) خداوند تعالیٰ کے ساتھ اس کی سلطنت میں کوئی شخص کسی چیز کا مالک نہیں ہے، اور اس کے بغیر نہ کوئی دکھ دینے والا ہے نہ کوئی نفع پہنچانے والا، نہ بلاؤں کو دفع کرنے والا، اور نہ آسائش کو واپس لانے والا، نہ کوئی بیمار کرنے والا اور مصیبت میں ڈالنے والا، نہ کوئی تندرست کرنے والا اور نہ مصیبت سے نجات دینے والا، پس خلقت کے ساتھ گرویدہ مت ہو نہ ظاہری طور پر نہ باطنی طور پر، کیونکہ وہ خدا تعالےٰ کی تقدیر و قضا سے تجھے کچھ بھی نفع نہیں دیتے، بلکہ خداوند تعالےٰ کے فعل میں فانی ہونے اور اس کے ساتھ موافقت کرنے اور راضی ہو جانے اور صبر کرنے کو لازم پکڑ ۔

پھر اگر تو ان تمام چیزوں (یعنی صبر، رضا، موافقت اور فنا) سے محروم کر دیا جائے، تو تجھے خداوند تبارک و تعالےٰ کے آگے فریاد و زاری کرنا اور اپنے گناہوں کا اقرار، اور نفس کی بدبختی کی فریاد کرنا چاہیے، اور خداوند تعالےٰ کی پاکیزگی کا اقرار، اور نعمتیں عطا کرنے میں اس کے واحد و یگانہ ہونے کا اقرار کرنا چاہیے اور شرک سے بیزار ہونا چاہیے، اور صبر، رضا اور موافقت کرنا چاہیے

حتیٰ کہ نوشتۂ تقدیر اپنی مدت کو پہنچ جائے، پھر مصیبت ٹل جائے، اور گھبراہٹ دور ہو جائے، اور نعمت، فراخی، شادمانی اور خوش حالی آجائے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت ایوب علیہ السلام کے حق میں ہُوا تھا، اور جیسا کہ رات کا اندھیرا چلا جاتا ہے اور دن کی روشنی آجاتی ہے، اور جاڑوں کی سردی جاتی رہتی ہے اور گرمیوں کے موسم کی تازہ ہوا اور خوشی آجاتی ہے، کیونکہ ہر چیز کی ضد اور اس کا الٹ ضرور ہوتا ہے، اور اس کا انجام، اخیر اور مدت مقرر ہے، پس صبر ہی کارسازی کی کلید، اُس کی ابتدا و انتہاء اور اُس کی خوبی و جمال ہے، جیسا کہ حدیث میں وارد ہُوا۔" ایمان کے ساتھ صبر کا تعلق بعینہٖ اُسی طرح ہے جیسے سر کا تعلق جسم کے ساتھ"۔ اور حدیث شریف کے دوسرے الفاظ میں ہے " صبر تمام تر ایمان ہے"

اور کبھی (بعض عارفوں کے حق میں) انعامات کے ساتھ وابستہ ہونا ہی عین شکر بن جاتا ہے، اور وہ اُس کی نعمتیں اور بخششیں ہیں جو تیرے لئے تقسیم کی جا چکی ہیں، پس جب تو فانی ہو جائیگا، اور حرص و خواہشات جاتی رہیں گے، اور تو حدودِ شرعیہ کی حفاظت کرلیگا اور پرہیزگار بن جائیگا، تو ان انعامات کا قبضہ میں لانا ہی دراصل تیرا شکر کرنا ہوگا، اور یہ ابدال کی حالت ہے، اور یہی درجاتِ ولایت کی انتہا ہے۔

جو کچھ میں نے تیرے آگے ذکر کیا ہے، اس پر اعتبار کر اور سمجھ لے، انشاءاللہ تعالیٰ تو ہدایت پالے گا۔

۴۰۔ معہود[1] سے مشروع کی طرف پھر مقدور کی طرف نکلنا، پھر معہود کی طرف واپس آنا

اے سالک! طبیعت کی معتاد اور معہود چیزوں سے نکل کر مشروع چیزوں کی طرف پھر مقدور کی طرف آجانا، اس کے بعد معہود چیزوں کی طرف شرعی احکام و حدود کی شرائط کے ساتھ پھرنا سلوک کی ابتدا ہے ؎

(اس کی تفصیل یہ ہے) کہ تو اپنی معہود چیزوں یعنی کھانے، پینے اور پہننے کی چیزوں، نکاح، مکان، طبیعت اور عادت سے نکل کر شریعت کے امر و نہی کی طرف آجائے، اور اللہ تعالےٰ کی کتاب اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی سنت کی پیروی کرے، جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا، مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا یعنی "جو کچھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے تمہیں دیا ہے، اُسے لے لو، اور جس چیز سے اس نے تمہیں روکا ہے" اُس سے باز آجاؤ"۔ اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا، قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ (اے محمدؐ) "کہہ دیجئے، اگر تم خداوند تعالےٰ کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو تاکہ خدا تعالےٰ

[1] معہود وہ چیزیں ہیں جن کی طبیعت کو عادت ہو گئی ہو، جیسے کھانا، پینا وغیرہ، اور مشروع وہ کام ہیں جن کا شریعت نے حکم کیا ہو یا اُن سے روکا ہو، اور مقدور وہ چیزیں ہیں جن پر تقدیر الٰہی جاری ہو چکی ہو ۱۲

نہیں دوست رکھے"۔ پھر تو اپنے ظاہر و باطن میں اپنی حرص و ہوا سے اور اپنے نفس اور اُس کی بے عقلی سے فانی کر دیا جائے گا، اور تیرے دل اور باطن میں اللہ تعالےٰ کی توحید کے بغیر، اور تیرے ظاہر میں خدا تعالیٰ کے اوامر و نواہی میں اُس کی فرمانبرداری اور عبادت کے سوا کچھ باقی نہ رہے گا، پس تیری حرکت و سکون میں، دن رات میں، اور تیرے سفر و حضر میں، تیری سختی و نرمی کی حالت میں، تیری صحت و بیماری میں، اور تیری سب حالات میں بھی خدا تعالےٰ کی عبادت و فرمانبرداری تیرا کام، اور تیرا اندرونی و بیرونی لباس ہوگا، پھر تقدیر و قضاء الٰہی تجھ میں تصرف کر دے گی، اور تجھے تیری کوشش، مشقت، قوت و ہمت سے فانی کر دے گی، اور تیری طرف تیری قسمت اور نصیبہ چلا دیا جائے گا، جس کی تقسیم پر قلم تقدیر خشک ہو چکا ہے، اور علم الٰہی پہلے گزر چکا ہے اور تجھے اس نصیبہ کے ساتھ ملا دیا جائیگا، اور تجھے اُس کے حاصل کرنے میں حفاظت اور سلامتی عطا کی جائے گی، اور اس میں حدود و احکام شریعہ محفوظ رکھی جائیں گی، اور اُس میں خدا تعالیٰ کے فعل کے ساتھ موافقت کرنا حاصل ہوگا، اور شریعت کے قاعدہ اور حکم کو توڑ کر بیدینی اور حرام چیزوں کے جائز کرنے اور حکم کی ہوئی چیزوں کو حقیر سمجھنے کی طرف نہ پہنچایا جائیگا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ یعنی "بیشک ہم نے قرآن مجید اُتارا ہے اور ہم ہی اُس کی حفاظت کرنے والے ہیں"۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِیْنَ۔ "اسی طرح ہم نے کیا، تاکہ ہم

یوسف علیہ السلام سے برائی و بے حیائی کو پھیر دیں، بیشک وہ ہمارے مخلص بندوں سے ہے"۔ پس وہ شخص (جس نے کتاب و سنت پر عمل کیا) اللہ تعالےٰ کی رحمت کے ساتھ مل جانے کے وقت تک یعنی مرتے دم تک شرعی حدود کی حفاظت پر اور بے دینی سے بچنے پر پوری طرح قائم رہے گا ÷

اور یہ معہود و معتاد چیزیں تیرے ہی حصّے ہیں، جو تیرے لئے تیار کئے گئے ہیں، پس وہ اُس رستہ میں (جو تو نے خداوند تعالےٰ کی طلب میں اختیار کیا ہے) تیرے چلنے میں اور طبیعت کے جنگلوں اور حرص ہوا اور طبیعت کی معتاد چیزوں کے بیابانوں میں چلنے کی حالت میں فنا کے آستانہ پر پہنچ جانے کے وقت تجھ سے روک دی گئی ہیں، کیونکہ یہ چیزیں بوجھ اور گٹھڑیاں ہیں (جو یہ رستہ طے نہیں کرنے دیتیں) پس یہ چیزیں تجھ سے دُور کردی گئی ہیں تاکہ تجھے بوجھل نہ کردیں، پھر تجھے کمزور کر دیتی ہیں، اور تیرے اصل مقصود مدعا سے تجھے باز رکھتی ہیں، اور فنا حق سبحانہ' و تعالیٰ کے قرب تک پہنچنے اور اُس کی معرفت اور دینی علوم و اسرار کے ساتھ مخصوص ہو جانے اور انوار کے سمندروں میں داخل ہو جانے کا سبب ہے، اس طرح پر کہ طبائع کی تاریکی انوار کو نقصان نہ پہنچائے ÷

اور طبیعت کے تقاضے یعنی کھانا، پینا، پہننا وغیرہ اس وقت تک باقی رہتے ہیں، کہ رُوح جسم سے جدا ہو جائے، تاکہ انسان اپنا نصیبہ اور رزق مقسوم پورے کا پورا حاصل کرلے، کیونکہ اگر طبیعت اور اس کے تقاضے انسان سے دُور ہو جاتے تو انسان انسان نہ رہتا اور یقیناً وہ فرشتوں سے مل جاتا، اور کارخانہ عالم کا انتظام درہم برہم ہو جاتا،

اور حکمت و مصلحت الٰہی باطل ہو جاتی، پس طبیعت اور اس کے تقاضے بچھ بس باقی رہتے ہیں، تاکہ تو اپنی قسمت اور حصہ پورا پورا حاصل کر لے، اور یہ ضروریات زندگی تیرے روز بینے بن جائیں نہ اصل مقصود +

جیسا کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے "تمہاری دنیا سے تین چیزیں میرے لئے محبوب بنائی گئی ہیں، خوشبو، عورتیں اور نماز میں میری آنکھوں کی ٹھنڈک بنائی گئی ہے"۔

پس جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا و ما فیہا سے فانی ہو گئے، تو آپ کی وہ قسمتیں جو اپنے پروردگار کی طرف چلنے کے دوران میں آپ سے بند کر دی گئی تھیں، آپ کی طرف واپس کر دی گئیں، پس آپ نے اُن کو اپنے پروردگار کے ساتھ موافقت کرتے ہوئے اور اس کے فعل پر رضامند ہو کر اُس کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے پورا پورا حاصل کر لیا، خداوند قدوس کے نام مقدس اور پاک ہیں، اور اُس کی رحمت عام ہے، اور اُس کا فضل اُس کے ولیوں اور پیغمبروں کے شامل حال ہے ✣

پس اس معاملہ میں ولی بھی اُسی طرح ہے کہ فنا کے بعد اُس کی قسمتیں اور نصیبے شرعی حدود اور احکام کی حفاظت کے ساتھ ساتھ اس کی طرف واپس کر دئے جاتے ہیں، پس اسی کا نام ہے نہایت سے بدایت کی طرف رجوع کرنا +

۶۱۔ حصولِ قسمت میں احتیاط کرنا اور اسکے تین مدارج

ہر مومن قسمتوں اور نصیبوں کے حاضر ہونے کے وقت اُس کے حاصل کرنے اور لینے کے متعلق توقف اور تحقیق و تفتیش کرنے پر مجبور کیا گیا ہے، حتیٰ کہ شرعی حکم اُس قسمت اور نصیبہ کے مباح و حلال ہونے اور شرعی علم اُس کے حاصل کرنے کے جواز کی گواہی دیدے، جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا، اَلْمُؤْمِنُ فَتَّاشٌ وَّ الْمُنَافِقُ لَقَّافٌ، یعنی (رزق کے معاملہ میں) "مومن بے حد تفتیش و تحقیق کرنے والا ہے اور منافق تحقیق و تفتیش کے بغیر فوراً اپکڑ لینے والا ہے" اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا، اَلْمُؤْمِنُ وَقَّافٌ "مومن دیر اور توقف کرنے والا ہے"۔ اور آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا دَعْ مَا یُرِیْبُكَ اِلٰی مَا یُرِیْبُكَ "جو چیز تجھے شک میں ڈالے اُسے چھوڑ دے اور جو تجھے شک میں نہ ڈالے اُسے حاصل کر لے"۔

پس مومن کھانے، پینے، پہننے، نکاح اور اُن تمام چیزوں سے جو اُس کے لئے کشادہ کر دی جاتی ہیں (اور پہنچا دی جاتی ہیں) ہر حصہ و نصیبہ کے پاس ٹھیر جاتا ہے، پھر:۔

۱۔ جب کہ وہ تقویٰ اور پرہیزگاری کی حالت میں ہو تو اُسے نہیں لیتا، حتیٰ کہ شرعی حکم اُس کے لینے اور حاصل کرنے کے جواز کا فیصلہ کر دے۔

۲۔ یا جب کہ ولایت کی حالت میں ہو (تو اُسے نہیں لیتا) اُس وقت تک کہ امرِ باطنی اور الہام اس کو لینے کا حکم دے۔

۳۔ یا جب کہ ابدالی اور غوثی حالت میں ہو (تو اسے نہیں لیتا)، اُس وقت تک کہ علم وفضل الٰہی جو محض تقدیر ہے، اُس کے لئے فیصلہ کر دے، اور یہ (تیسری ابدالی اور غوثی حالت) محض فنا کی حالت ہے (جس میں بندہ کی ذات کا قطعًا کوئی دخل نہیں ہوتا)۔

پھر اس مومن کو ایک اور حالت پیش آتی ہے، جس میں مومن ہر چیز حاصل کرتا رہتا ہے جو اُس کے پاس آتی ہے، اور اُس کے لئے کشادہ کر دی جاتی ہے، جب تک کہ اُس پر شرعی حکم یا امر باطنی یا علم تقدیر اعتراض نہ کرے، اور جب ان تینوں میں سے کوئی اعتراض کر دے، تو اُس کے لینے سے رُک جاتا ہے، اور اُسے چھوڑ دیتا ہے، اور یہ حالت پہلی حالت کے اُلٹ ہے، پس اُس حالت میں اس پر توقف اور دیر غالب تھی، اور اس دوسری حالت میں عطا کی ہوئی چیز کو پنجہ میں لانا، پکڑنا اور حاصل کرنا غالب ہے۔

پھر اس مومن کو تیسری حالت پیش آتی ہے، پس اس حالت میں نعمات میں سے جو چیز کشادہ کر دی گئی ہے، اُس کے لئے ان تین چیزوں میں سے کسی کے اعتراض کے بغیر، صرف حاصل کرنا اور اس سے مل جانا رہ جاتا ہے، اور یہی حالت فنا کی حقیقت اور اس کا کمال ہے، پس مومن اس حالت میں تمام آفتوں سے اور حدود شرعیہ کے توڑنے سے محفوظ رہتا اور نگاہ رکھا جاتا ہے، اور تمام برائیاں اُس سے دُور کر دی جاتی ہیں، جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا کَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَ الْفَحْشَآءَ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ (اسی طرح ہم نے کیا تاکہ ہم یوسف علیہ السلام سے برائی اور بے حیائی دُور کر دیں، بیشک

وہ ہمارے مخلص بندوں سے ہے) پس بندہ حدود شرعیہ کو توڑنے کی حفاظت کے باعث اُس غلام کی مانند ہو جاتا ہے، جس کو کام سپرد کر دیئے گئے ہوں، اور مالک کی طرف سے اجازت مل گئی ہو، اور گھر کی چیزوں میں تصرف کرنے اور جائز کرنے میں اُسے آزادی مل چکی ہو، اور نیکی اس کے لئے آسان کر دی گئی ہو، (کہ جو کچھ وہ کرے سب مالک کو منظور ہے) ؛

پس اس مومن کو جو قسمت اور نصیبہ ملیگا، وہ اُس کے لئے دنیا و آخرت میں تمام آفتوں، کدورتوں اور بد انجامیوں سے پاک و مبرا ہوگا، اور خدا تعالیٰ کے عین ارادہ، اُس کی رضا و فعل کے موافق ہوگا، اس حالت سے اوپر کوئی حالت نہیں، اور یہی سلوک کی انتہا ہے، اور یہ حالت اُن بڑے بڑے ولیوں کے سرداروں اور خالص مخلص اور صاحب اسرار بزرگوں کے لئے مقرر ہے، جو انبیاء صلوات اللہ علیہم اجمعین کے احوال کے آستانہ پہ سرفراز ہو چکے ہیں ؛

۶۲۔ شکوے کی ممانعت اور دعوت توحید

بڑے تعجب کی بات ہے، جو تو کہتا ہے، کہ فلاں شخص مقرب کیا گیا ہے اور میں دور کر دیا گیا ہوں، اور فلاں کو ناز و نعمت عطا کی گئی ہے، اور میں محروم رکھا گیا ہوں، اور فلاں دولتمند بنا دیا گیا ہے اور میں محتاج کر دیا گیا ہوں، اور فلاں تندرست رکھا گیا ہے، اور میں بیمار کیا گیا ہوں، اور فلاں بزرگ بنایا گیا ہے اور میں ذلیل و خوار کیا گیا ہوں،

اُور فلاں کی تعریف کی گئی ہے اور میری مذمت، اُور فلاں کو سچا ٹھیرایا گیا ہے اور مجھے جھوٹا۔

کیا تو نہیں جانتا، کہ بیشک خداوند تعالیٰ ایک ہے اور جو ایک ہو، وہ دوستی میں بھی یکتائی کو ہی پسند کرتا ہے، اور اُسی کو دوست رکھتا ہے، جو اس کی محبّت میں بھی اکیلا ہو (اور اُس کی محبت میں دوسرے کو شریک نہ کرے) جب خدا تعالیٰ نے تجھے اپنے غیر کے ذریعہ سے اپنا مقرب بنایا تو تیری محبت اُس کے لئے کم ہو جائے گی، اور اللہ تعالےٰ اور غیر اللہ میں تقسیم ہو جائے گی، کیونکہ بسا اوقات جس شخص کے ذریعہ سے تجھے نعمت اور ملاپ ظاہر ہوا ہے، اُس کی محبت تجھ میں آجائیگی، پس تیرے دل میں اللہ تعالےٰ کی محبت کم ہو جائے گی، اور وہ اللہ تعالیٰ بڑا غیرت مند ہے، اپنے شریک کو پسند نہیں کرتا، پس اس نے دوسرے کے ہاتھ تجھ پر احسان وامداد کرنے سے اور دُوسرے کی زبان تیری حمد وثنا سے اور دوسرے کے پاؤں تیری طرف دوڑنے سے روک دیئے ہیں، تاکہ تو خدا تعالےٰ کو چھوڑ کر اُس غیر کے ساتھ مشغول نہ ہو جائے، کیا تو نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ آلہٖ وسلم کی بات نہیں سُنی، جُبِلَتِ الْقُلُوْبُ عَلٰی حُبِّ مَنْ اَحْسَنَ اِلَیْھَا وَبُغْضِ مَنْ اَسَاءَ اِلَیْھَا، یعنی "دل اُس شخص کی محبّت پر جس نے انکے ساتھ نیکی کی ہو اور اس شخص کی دشمنی پر جس نے اُن کے ساتھ بُرائی کی ہو، پیدا کئے گئے ہیں"۔

بہر صورت خداوند تعالےٰ نے خلقت کو تجھ پر احسان کرنے سے روک دیا ہے، تاکہ تو اُسے یگانہ و یکتا سمجھے، اور اُس کے ساتھ (دوسرے کی شرکت کے بغیر) تو محبت کرے اور ہر طرح سے اپنے ظاہر و باطن کے

ساتھ اپنی حرکات وسکنات میں تو اُسی کا ہو جائے، پس تو بھلائی وبرائی کو صرف اسی کی طرف سے دیکھے، اور اللہ تعالیٰ کے سوا خلقت، ہوا وہوس، ارادہ وآرزو اور باقی سب چیزوں سے تو فانی ہو جائے۔

پھر اس کے بعد لوگوں کے ہاتھ تیری طرف کشادگی اور خرچ کرنے اور عطیات دینے کے لئے، اور زبانیں تیری حمد وثنا کے لئے آزاد کر دیئے جاتے ہیں، پس خدا تعالےٰ دنیا کے اندر تجھے ہمیشہ ناز ونعمت میں رکھتا ہے، پھر آخرت میں بھی تجھے ناز ونعمت میں رکھے گا، پس تو بے ادبی نہ کر، اور جو تیری طرف نظر کرم سے دیکھتا ہے (یعنی خداوند تعالےٰ) تو اُسی کی طرف نگاہ رکھ، اور جو تیری طرف توجہ کرتا ہے تو اُس کی طرف توجہ کر، اور جو تجھے دوست رکھتا ہے تو اُسے دوست رکھ، اور جو تجھے بلاتا ہے تو اُسے جواب دے اور اس کی دعوت قبول کر اور اپنا ہاتھ اُس ذات کے ہاتھ میں دے جو تجھے گرنے سے بچاتا ہے، اور تجھے نادانی کے اندھیروں سے نکالتا ہے، اور تجھے ہلاک ہونے سے نجات دیتا ہے، اور تجھے تیری ہر پلیدیوں سے پاک کرتا ہے، اور تجھے میل کچیل سے صاف کرتا ہے، اور تیرے مردار اور بدبو سے اور تیرے خراب ارادوں سے اور تیرے بُرائی کا حکم کرنے والے نفس سے اور تیرے گمراہ کرنے والے گمراہ دوستوں سے جو تیرے شیطان ہیں، اور تیری خواہش نفسانی سے اور تیرے جاہل دوستوں سے، اور خدا تعالےٰ کے رستہ کے ڈاکوؤں سے جو تیرے اور ہر نفیس، قیمتی اور عزیز چیز کے درمیان حائل ہیں تجھے خلاصی عطا کرتا ہے۔

تو کب تک عادت ورسم کی قید میں گرفتار رہیگا، کب تک

خلقت کے ساتھ لَو لگائے رکھے گا، کب تک خواہشات نفسانیہ کی پیروی کریگا، کب تک تو پاگل بنا رہے گا، کب تک دنیا و آخرت کا لالچ رکھے گا، کب تک اپنے مولا کے سوا دوسرے کا بنا رہے گا، اور ہر چیز کو ہستی عطا کرنے والے اور چیزوں کے پیدا کرنے والے سے دُور رہ کر کدھر بھٹکتا پھرتا ہے، جو سب سے اول بھی ہے اور آخر بھی، ظاہر بھی ہے اور باطن بھی، اُسی کی طرف سب کی بازگشت اور واپس پھرنا ہے، اور دل اُسی کے قبضۂ قدرت میں ہیں، اور جانوں کا آرام اُسی کے ساتھ وابستہ ہے، اور بوجھوں کا اُترنا اُسی کی مہربانی پر موقوف ہے، اور بخشش و احسان کرنا بھی اُسی کی ذات سے متعلق ہے ؂

۶۳- معرفت الٰہی

مَیں نے خواب میں دیکھا کہ گویا مَیں کہہ رہا ہُوں "اے اپنے دل میں اپنے پروردگار کے ساتھ اپنے نفس کو شریک کرنے والے! اور اپنے ظاہر میں اُس کی خلقت کو اُس کے ساتھ شریک کرنے والے! اور اپنے عمل میں اپنے ارادہ اور خواہش کو شریک کرنے والے!" تو میرے پاس سے ہی ایک شخص بول اُٹھا کہ یہ کیسا کلام ہے اور اس کا مطلب کیا ہے؟ تو مَیں نے جواب دیا کہ یہ معرفت الٰہی کی ایک قسم ہے، (کیونکہ خداوند تعالےٰ کی معرفت اور شناخت جبھی ہو سکتی ہے کہ اپنے نفس، خلقت اور ارادہ وغیرہ کو فنا کر دیا جائے) ؂

۶۴- آپ کی بہترین خواہش

ایک دن مجھے کام نے تنگ کیا اور میرے نفس نے اُس کے بوجھ کے نیچے جنبش کی، اور اُس نے آرام وکشائش اور اُس سے نکلنے کی کوشش کی، تو مجھے کہا گیا کہ تو کیا چاہتا ہے؟ تو مَیں نے کہا کہ مَیں ایسی موت چاہتا ہُوں جس میں زندگی نہ ہو، اور ایسی زندگی کی خواہش کرتا ہوں جس میں موت نہ ہو،

اِس کے بعد پھر مجھے کہا گیا کہ وہ کونسی موت ہے جس میں زندگی نہیں اور وہ کونسی زندگی ہے، جس میں موت نہیں؟

مَیں نے جواب دیا، کہ وہ موت جس میں زندگی نہیں، خلقت میں سے اپنے ہم جنسوں سے میرا مرنا اور فانی ہو جانا ہے، پس نفع و نقصان پہنچانے میں اُن کی ہستی کو نہ دیکھوں، اور اپنی دنیا و آخرت میں اپنے نفس، ہوا و ہوس، ارادہ و خواہش سے میرا مر جانا ہے، پس ان سب چیزوں میں نہ مَیں زندہ رہوں اور نہ پایا جاؤں ؂

اور لیکن وہ زندگی جس میں موت نہیں، اپنے پروردگار کے فعل کے ساتھ میرا جینا ہے اور اس فعل میں میرا وجود اور ہستی کچھ نہ ہو، اور اُس فعل الٰہی میں میرا فانی ہو جانا ہی در اصل خداوند تعالیٰ کے ساتھ میری ہستی اور وجود کا باعث ہے ؂

پس جب سے مجھے عقل آئی ہے اور مَیں نے حقیقت کو سمجھا ہے، یہی ارادہ اپنے کئے ہوئے اِرادوں سے بہت نفیس اور قیمتی تھا ؂

۶۵۔ تاخیر اجابت دعا میں خدا تعالیٰ پر ناراض نہ ہونا چاہیئے

اے سالک! دعا کی قبولیت کی دیر کی وجہ سے اپنے پروردگار پر یہ تیری ناراضگی کیا ہے؟ تو کہتا ہے کہ خلقت سے حاجتوں کا طلب کرنا مجھ پر حرام کر دیا گیا ہے، اور اپنے آگے سوال کرنا اُس نے مجھ پر واجب کر دیا ہے، اور میں اُس کو پکارتا ہوں اور اس سے مانگتا ہوں، اور وہ مجھے جواب نہیں دیتا۔

پس تجھے کہا جائیگا کہ تو آزاد ہے یا غلام؟ پھر اگر تو کہے کہ میں غلام ہوں، تو پھر تجھے کہا جائیگا کہ کیا تو اپنی دُعا کی قبولیت کی دیر میں اپنے مالک پر تہمت لگاتا ہے، اور اس کی حکمت میں اور اپنے اور تمام خلقت کے اوپر اُس کی رحمت میں اور اسے خلقت کے حالات کا علم ہونے میں تو شک کرنے والا ہے؟ یا اُس پر تہمت رکھنے والا نہیں؟

پھر اگر تو تہمت رکھنے والا نہیں، اور اپنے لیئے دعا کی قبولیت کی دیر میں اُس کی حکمت، ارادہ اور مصلحت کا اقرار کرتا ہے، تو تجھے اس کا شکر کرنا چاہیئے، کیونکہ اُس نے تیرے لئے بہتر چیز اور نعمت کو اور بگاڑ و فساد دُور کرنے کو پسند فرمایا ہے۔

اور اگر تو تاخیر قبولیت میں اس پر تہمت رکھنے والا ہے، تو اُس پر تہمت رکھنے کے باعث تو کافر ہے، کیونکہ تو نے اس تہمت میں ظلم کی طرف اُس کی نسبت کی ہے، حالانکہ وہ اپنے بندوں پر ہرگز ظالم نہیں، اور نہ ظلم کو قبول کرتا ہے، اور ظلم کرنا اُس کی ذات پر محال ہے، کیونکہ وہ تیرا

اور ہر چیز کا مالک ہے، اور مالک کو اپنی مملوکہ چیز میں جس طرح چاہے رد و بدل کرنے کا اختیار ہے، اور اُس پر ظلم کے نام کا اطلاق نہیں ہو سکتا اور سوائے اس کے نہیں ظالم وہ ہے، جو کسی دوسرے کی مملوکہ چیز میں اُس کی اجازت کے بغیر رد و بدل کرے ‌٭

پس تیری خواہش نفسانی اور طبیعت کے مخالف اللہ تعالےٰ نے تیری ذات میں جو کام کیا ہے اس میں اپنے اوپر اللہ تعالیٰ سے ناراضگی کا دستہ بند کر دے، اگرچہ وہ فعل الٰہی ظاہر حال میں تجھے بگاڑنے والا اور تیری مصلحت کے خلاف ہو، پس تجھے شکر، صبر، تقدیر کی موافقت و رضا پر قائم رہنا چاہیئے، اور ناراضگی اور تہمت کو اور نفس کی بے عقلی اور اُس کی خواہش کے ساتھ جو اللہ تعالےٰ کی راہ سے گمراہ کرتی ہے، قائم رہنا چھوڑ دینا چاہیئے، اور تجھے ہمیشہ خدا تعالیٰ سے دعا کرتے رہنا اور سچے دل سے اُس کی پناہ ڈھونڈتے رہنا اور اپنے پروردگار پر نیک گمان رکھنا چاہیئے، اور اس سے کارسازی کی اُمید رکھنا اور اُس کے وعدہ کو سچا جاننا، اور اُس سے شرم و حیا رکھنا اور اُس کے حکم کی موافقت کرنا، اور اُس کی توحید و یگانگت کی حفاظت کرنا چاہیئے، اور اُس کے احکام کے ادا کرنے میں جلدی کرنا چاہیئے، اور اُس کے بند کئے ہوئے کاموں کے کرنے سے سستی اور غفلت کرنا چاہیئے، اور اپنے اوپر اُس کی تقدیر وارد ہونے اور اپنی ذات میں اُس کا فعل وارد ہونے کے وقت اپنے آپ کو مردہ سمجھنا چاہیئے ‌٭

اور اگر یہ بات ہے کہ اُس پر تہمت لگانے اور بدظنی کرنے کے سوا تجھے کوئی چارہ نہیں، تو تیرا نفس جو تجھے برائی کا حکم کرنے والا اور

اپنے پروردگار کا یہ فرمان ہے، تہمت رکھنے اور بدگمانی کے لئے بہتر (اور موزوں) ہے، اور نفس کی طرف تیرا ظلم کی نسبت کرنا اپنے مولا کی طرف نسبت کرنے سے زیادہ مناسب ہے ؁

پس ہر حال میں نفس کی موافقت، دوستی اور اس کے قول و فعل پر راضی ہو جانے سے پرہیز کر، کیونکہ وہ اللہ تعالےٰ کا اور تیرا دشمن ہے، اور تیرے اور اللہ تعالےٰ کے دشمن یعنی شیطان مردود کے ساتھ اس کی دوستی ہے، نفس شیطان کا خلیفہ، اس کا جاسوس، اور اس کا مخلص دوست ہے، اللہ تعالیٰ سے ڈر، پھر ڈر، بچ جا بچ جا، اور اپنے آپ کو عذاب الٰہی سے بچانے میں جلدی کر، جلدی کر، اپنے نفس پر تہمت باندھ اور اسی کی طرف ظلم کی نسبت کر اور اپنے نفس کے سامنے خدا تعالےٰ کی یہ آیت پڑھ، مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ إِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ یعنی "اگر تم شکر کرو اور ایمان لے آؤ، تو اللہ تعالےٰ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا"۔ اور اس کا کلام ہے، ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ "وہ عذاب اس عمل کے سبب سے ہے جو تم نے آگے بھیجا ہے، اور جان لو کہ اللہ تعالےٰ بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں"، اور اس کا کلام ہے، اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا وَّلٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ "بیشک اللہ تعالےٰ لوگوں پر کچھ بھی ظلم نہیں کرتا اور لیکن لوگ خود اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں"۔ اس کے علاوہ اور آیات و احادیث بھی ہیں ؁

اللہ تعالیٰ کے لئے اپنے نفس کے ساتھ لڑنے والا، اور اس کی طرف سے نفس کے ساتھ جھگڑنے والا اور خدا تعالےٰ کے لئے نفس کو تلوار مارنے والا

اور جنگ کرنے والا، اور خدا تعالےٰ کے لشکر اور اُس کی فوج کا سپہ سالار بن جا، (تاکہ تو اپنے نفس کو ہلاک و تباہ کر سکے) کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کا بدترین دشمن ہے، اللہ تعالےٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو فرمایا۔ "اے داؤد! اپنی خواہش نفسانی کو چھوڑ دے، کیونکہ میری سلطنت میں نفسانی خواہش کے سوا کوئی جھگڑنے والا نہیں جو میرے ساتھ جھگڑا کرے" +

۶۶- دُعا کی ترغیب اور اُس کے آداب

اے مومن! یہ مت کہو کہ مَیں خدا تعالیٰ سے دُعا نہیں کرتا اور اُس سے نہیں مانگتا، اگر وُہ چیز مَیں اس سے مانگوں جو میری قسمت میں آچکی ہے، اگر مَیں اس سے مانگوں یا نہ مانگوں، بہر صورت مجھے پہنچ جائیگی، اور اگر وہ چیز میری قسمت میں نہیں آئی تو وہ مجھے میرے مانگنے پر بھی نہ دیگا، بلکہ تو اُس سے دنیا و آخرت کی بہتری میں سے ہر وہ چیز مانگ، جس کی تجھے خواہش اور ضرورت ہے، بشرطیکہ اُس چیز میں کوئی شرعی حرمت یا بگاڑ نہ ہو، کیونکہ اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں کو سوال کرنے کا حکم فرمایا ہے اور اُس کی ترغیب دی ہے، اور فرمایا ہے اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ یعنی "مجھ سے دعا کرو، مَیں تمہاری دُعا قبول کرونگا، اور فرمایا وَ سْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ یعنی "اللہ تعالیٰ سے اُس کا فضل مانگو"+

اور رسُولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اِسْئَلُوا اللّٰهَ وَاَنْتُمْ مُوْقِنُوْنَ بِالْاِجَابَۃِ یعنی "خدا تعالیٰ سے اس حال میں مانگو کہ تمہیں

دعا و سوال کی قبولیت کا پورا یقین ہو"۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، اسئلوا اللہ ببطون اکفکم یعنی اللہ تعالیٰ سے اپنے ہاتھوں کی ہتھیلیوں سے سوال کرو[1]" اور اس کے علاوہ بہت سی (آیات) و احادیث دعا کے متعلق وارد ہوئی ہیں ✦

اور یہ بھی مت کہو کہ میں اس سے بہت مانگتا ہوں اور وہ مجھے دیتا نہیں، تو اس وقت میں اس سے مانگتا ہی نہیں، بلکہ اس کے آگے دعا کرنے پر ہمیشہ قائم رہو، کیونکہ اگر وہ چیز تیری قسمت میں آچکی ہے، تو تیرے سوال کرنے کے بعد وہ چیز تیری طرف بھیج دیگا، اور اس طرح پر عطا کرنا تیرے ایمان، یقین اور توحید کو زیادہ کر دیگا۔ اور خلقت سے تیرا نہ مانگنا اور اپنے تمام حالات میں خلقت کی طرف رجوع نہ کرنا زیادہ ہو جائے گا ✦

اور اگر وہ چیز تیری قسمت میں نہیں ہے، تو تجھے دعا کرنے کی بدولت اس سے بے نیازی اور فقیری میں اللہ تعالیٰ سے راضی رہنا عطا کر دیگا، پس اگر مفلسی ہو یا بیماری تجھے ان دونوں پر راضی کر دیگا، اور اگر قرض ہے تو قرض خواہ کے دل کو بری طرح قرض کا مطالبہ کرنے سے تجھ پر نرمی کا برتاؤ کرنے اور آسانی اور مہلت دینے کی طرف پھیر دے گا، حتیٰ کہ تجھے قرض ادا کرنے کی آسانی ہو جائے، یا وہ قرض خواہ تجھے سارا قرض چھوڑ دے یا اس سے کم کر دے، پھر اگر اس قرض خواہ نے دنیا میں

---

[1] دعا کا مسنون طریقہ یہ ہے، کہ ہاتھوں کو باہر نکالے اور ہتھیلیوں کو جوڑ کر سینہ کے مقابل میں رکھے، گویا ایسی صورت بن جائے کہ خدا تعالےٰ کا انعام و عطیہ مل رہا ہے اور بندہ اپنے ہاتھوں سے لے رہا ہے ۱۲

تجھ سے قرض معاف نہیں کیا اور اس سے ایک پائی بھی نہیں چھوڑی (بلکہ اُس نے سارے کا سارا قرض وصول کر لیا) تو خداوند تعالےٰ آخرت میں اُس چیز کے بدلے تجھے بڑا ثواب عطا کرے گا، کہ اُس نے دنیا میں تیرے سوال کا بدلہ عطا نہیں کیا، کیونکہ وہ بڑا کریم، بڑا بے نیاز اور بڑا ہی مہربان ہے ؎

پس وہ اپنے سائل کو دنیا و آخرت میں نا اُمید نہیں کرتا، اور سائل کو فائدہ و عطیہ کا حاصل ہونا یقینی ہے، جلدی ملے یا دیر سے (دُنیا میں ملے یا آخرت میں) اور حدیث شریف میں آیا ہے، کہ "قیامت کے دن مومن اپنے نامۂ اعمال میں ایسی نیکیاں دیکھے گا جو اُس نے نہ کی تھیں، اور اُن کی اُسے خبر نہیں، پس اُسے کہا جائیگا، کیا تو ان نیکیوں کو جانتا ہے؟ تو مومن کہے گا کہ میں نہیں جانتا کہ یہ میرے لئے کہاں سے آگئی ہیں؟ پھر اُسے بتایا جائے گا کہ یہ تیرے اس سوال و دعا کے بدلے میں ہیں، جس کو تو نے دنیا میں مانگا تھا۔ اور دعا کی تھی" ؎

اور مومن کو یہ ثواب اِس لئے دیا جائے گا کہ وہ اللہ تعالےٰ کے آگے سوال کرنے کے باعث اللہ تعالےٰ کا ذکر کرنے والا اور اُسے ایک جاننے والا بن گیا تھا، اور اس نے اس چیز یعنی دعا کو اپنی جگہ پر رکھا تھا، اور حقدار کو اس کا حق دیا تھا، اور اپنی قوت و ہمت سے بیزار ہو گیا تھا، اور اپنے تکبّر اور بڑا سمجھنے اور ننگ و عار کو ترک کر دیا تھا، اور یہ تمام اعمال صالحہ ہیں، جس کا ثواب اللہ تعالےٰ کی طرف سے ملنا ضروری ہے ؎

۶۷۔ نفس و ہوا کی مخالفت کا نتیجہ

اے سالک! جب تو اپنے نفس کے ساتھ جہاد کرے اور اُس پر غالب آجائے اور مخالفت کی تلوار سے اُسے قتل کر ڈالے، تو اللہ تعالےٰ اُس نفس کو حقیقی زندگی عطا کرتا ہے، (یعنی نفس کو علم و معرفت الٰہی حاصل ہو جاتا ہے) پھر (مجاہدہ کے وقت) وہ تیرے ساتھ جھگڑتا ہے، اور تجھ سے حرام و حلال لذتیں اور شہوتیں طلب کرتا ہے تاکہ تو پھر اُس کے ساتھ جہاد اور اس پر پیش دستی کرے، تاکہ خدا تعالیٰ تیرے لئے دائمی ثواب لکھ دے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اس قول کے یہی معنی ہیں رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَی الْجِهَادِ الْاَکْبَرِ یعنی "ہم بہت چھوٹے جہاد سے بہت بڑے جہاد کی طرف واپس پھر گئے ہیں، اور آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے نفس کے شہوات ولذات پر ہمیشہ لگا رہنے اور گناہوں میں ڈوب جانے کے باعث اس قول سے نفس کے ساتھ جہاد کرنا مراد لیا ہے، اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے اس قول کے بھی یہی معنی ہیں، وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ یعنی "اُس وقت تک اپنے پروردگار کی پرستش کرتا رہ کہ تجھے موت آجائے"۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی عبادت کا حکم فرمایا ہے، اور عبادت یہی نفس کی مخالفت ہے، کیونکہ نفس ساری عبادتوں سے سرکشی کرتا ہے، اور ان کے برخلاف کرنا چاہتا ہے، حتیٰ کہ اُس کو یقین یعنی موت آجائے +

اعتراض، اگر کہا جائے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کا

نفس کس طرح عبادت کا انکار کر سکتا ہے، حالانکہ آپ کو کوئی خواہش اور نفسانی لالچ نہ تھا، اور خداوند تعالےٰ نے بھی فرمایا ہے، وَ مَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی، یعنی "اور وہ پیغمبر (صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم) اپنی خواہش نفس سے کوئی بات نہیں کہتا، یہ بات وحی کے سوا کچھ نہیں جو آپ کی طرف وحی کی گئی ہے"۔

جواب، تو کہا جائے گا کہ بیشک اللہ تعالےٰ نے اپنے پیغمبر صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اس خطاب سے مخاطب کیا ہے، تاکہ اُس کے ذریعہ سے شریعت پختہ ہو جائے، اور یہ حکم قیامت کے قائم ہونے تک تمام اُمت میں عام ہو جائے، پھر اس خداوند قدوس نے اپنے نبیؐ کو نفس و ہوا پر قوت بخشی ہے تاکہ آپ کو دُکھ نہ دے (اور آپ کا نقصان نہ کرے) اور آپ کو امت کی طرح نفس کے ساتھ جہاد کرنے کا محتاج نہیں کیا۔

پس جب مومن اس نفس کے ساتھ مجاہدہ کرنے پر ہمیشہ قائم رہے، حتیٰ کہ اُسے موت آجائے اور اپنے نفس و ہوا کے خون سے لتھڑی ہوئی تلوار لٹکائے اپنے پروردگار کو جا ملے، تو اللہ تعالےٰ اُسے وہ جگہ یعنی بہشت عطا کرتا ہے، جس کا اُس نے ذمہ لیا ہے، کیونکہ اُس نے فرمایا ہے، وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ وَنَھَی النَّفْسَ عَنِ الْھَوٰی فَاِنَّ الْجَنَّۃَ ھِیَ الْمَاْوٰی۔ "اور لیکن جس نے اپنے پروردگار کے روبرو کھڑا ہونے سے خوف کیا، اور اپنے نفس کو حرص و ہوا سے باز رکھا، تو یقیناً بہشت اُس کا ٹھکانا ہوگا"۔ پس جب وہ اس مومن کو بہشت میں داخل کریگا، تو بہشت کو اُس کا گھر، ٹھکانا اور

جائے بازگشت بنادے گا، اور بہشت سے کسی دوسری جگہ منتقل کرنے سے اور سرائے دنیا کی طرف واپس جانے سے اُسے بے خوف کر دیگا، اور اُس کے لئے ہر روز اور ہر گھڑی قسم قسم کی نعمتیں نئی نئی بدل کر عطا کرے گا، اور اس مومن پر طرح طرح کے ایسے لباس و زیورات بدلتا رہے گا جن کی نہ نہایت ہے، نہ اخیر اور نہ ختم ہوتا، جیسے کہ وہ مومن دنیا میں ہر روز اور ہر گھڑی اور ہر لحظہ اپنے نفس و ہوا کے ساتھ مجاہدہ کرنے کی تجدید کرتا رہتا تھا ÷

اور لیکن کافر و منافق اور گنہگار جب اُنہوں نے دنیا میں نفس ہوا کے ساتھ جہاد کرنا چھوڑ دیا، اور نفس و ہوا کی پیروی کی، اور شیطان کے موافق بن گئے اور طرح طرح کے گناہوں یعنی کفر و شرک وغیرہ میں پھنس گئے، حتیٰ کہ توبہ کئے اور اسلام لائے بغیر موت نے اُن کو آگھیرا، تو خداوند تعالےٰ اُن کو اُس دوزخ میں ڈال دیگا، جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے، یہ حکم خداوند تعالیٰ کے اس قول میں مذکور ہے' وَ اتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْٓ اُعِدَّتْ لِلْکٰفِرِیْنَ یعنی اس آگ سے بچ جاؤ جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے" ÷

پس جب اُن کو دوزخ میں داخل کر دیگا، اور اس کو اُن کا ٹھکانا، واپس پھرنے کا مقام اور پناہ کی جگہ بنائے گا، تو دوزخ کی آگ اُن کے چمڑے اور گوشت جلائے گی، اور اُس چمڑے اور گوشت کے بدلے نئے چمڑے اور گوشت بدل دیگا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، کُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُھُمْ بَدَّلْنٰھُمْ جُلُوْدًا غَیْرَھَا، یعنی "جب بھی اُن کے چمڑے گل جائیں گے، تو ہم اُن کے بدلے دُوسرے چمڑے

تبدیل کردیں گے" جیسا کہ اُنھوں نے دنیا کے اندر اُس کی بے فرمانیوں میں اپنے نفس و ہوا کی موافقت کی تھی، ویسا ہی خدائے قدوس اُن کے ساتھ یہ سلوک کریگا، تو دوزخیوں کے چمڑے اور گوشت ہر وقت نئے بدلتا رہیگا، تاکہ اُن کو (زیادہ) عذاب اور درد پہنچتا رہے، اور جنت والوں کے لئے ہر وقت نئی نئی نعمتیں بدل کر دیتا رہیگا، تاکہ اُن کے پاس جنت کی لذات و خواہشات کئی گُنا بڑھ جائیں۔ اِن دونوں مختلف جزاؤں کا سبب یہ ہے کہ مومنوں نے دنیا میں نفس کے ساتھ جہاد کیا تھا، اور کافروں اور مشرکوں نے نفس کی موافقت کی تھی (اور ہر دو فریق کو پورا پورا بدلہ دیا جائیگا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہٖ وسلم کے اس قول کے یہی معنی ہیں، اَلدُّنیا مَزرَعَۃُ الاٰخِرَۃِ یعنی "دُنیا آخرت کی کھیتی ہے"۔

۶۸- دعا تقدیر کے منافی نہیں

حدیث لَا یَرُدُّ القَضَاءَ اِلَّا الدُّعَاءُ کی تفسیر

ترجمہ حدیث، دُعا کے بغیر کوئی چیز تقدیر کو نہیں پھیرتی،

جب اللہ تعالےٰ بندے کا وہ سوال قبول کرلے جو اُس نے اُس سے مانگا ہے، اور اُسے وہ چیز عطا کردے جو اُس نے طلب کی ہے، تو اس سے خداوند تعالےٰ کا ارادہ نہیں ٹوٹتا اور نہ ہی وہ تقدیر ٹوٹتی ہے، جسے لکھ کر قلم تقدیر خشک ہوگیا، اور علم الٰہی اس پہ پہلے گزر چکا، اور لیکن بندے کا سوال کرنا ہر وقت اور اپنے پروردگار

کی خواہش کے موافق ہوتا ہے، اور دعا کی قبولیت اور بندے کی حاجت کا پورا ہونا ایسے مقررہ وقت میں حاصل ہو جاتا ہے، جو ازل میں تقدیر کے اپنے وقت کو پہنچ جانے کی وجہ سے اُس کے لئے مقرر کیا گیا ہے جیسا کہ اہل علم نے اس کلام کی تفسیر میں لکھا ہے، کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَاْنٍ " اللہ تعالےٰ ہر روز اور ہر وقت ایک کام میں ہے"۔ یعنی مقدر کی ہوئی چیزوں کو اُن کی میعاد کی طرف چلاتا ہے، (اور اُن کا ظہور مقررہ وقتوں پر ہوتا رہتا ہے) پس اللہ تعالےٰ دنیا میں کسی شخص کو محض اُس کی دعا سے ہی کوئی عمدہ چیز عطا نہیں کرتا، اور اسی طرح محض اُس کی دُعا سے ہی اُس سے کوئی بُری چیز دُور نہیں کر دیتا، اور کہا گیا ہے کہ جو اس حدیث میں وارد ہوا ہے اس سے یہ مُراد ہے کہ تقدیر کو ایسی دُعا کے سوا کوئی چیز رد نہیں کرتی جس کے ساتھ تقدیر کے پھیر دینے کا فیصلہ ہو چکا ہے[1] (یعنی وہ قضائے معلق ہو)۔

اور اسی طرح پر آخرت میں کوئی شخص اپنے عمل کے ذریعہ سے جنت کے اندر داخل نہیں ہوگا، بلکہ اللہ تعالےٰ کی رحمت سے داخل ہوگا، لیکن

---

[1] قضاو تقدیر کی دو قسمیں ہیں، قضائے مبرم و قضائے معلق، قضائے مبرم وہ تقدیر ہے جس کا قطعی فیصلہ ہو چکا ہو، اور وہ کسی وجہ سے بھی نہیں ٹل سکتی، اور اُس میں دعا کرنے کا نتیجہ نہیں نکلتا، جیسے قیامت کا آنا اور بہشت میں مومنوں کا داخل ہونا، اور کسی کی موت کا وقت وغیرہ، اور قضائے معلق وہ تقدیر ہے جو دعا اور دوسرے اسباب و شرائط کے ساتھ وابستہ کر دی گئی ہو، یعنی اگر بندہ دعا یا اس قسم کا کوئی نیک کام کریگا، تو تقدیر ٹل جائے گی ورنہ نہیں، جیسا کہ بھوک تب دور ہو گی جب بندہ کھانا کھائیگا، اور نہ کھائے گا تو بھوک دور نہ ہو گی، وقس علےٰ ہذا ۱۲

اللہ تعالےٰ جنت میں بندوں کو اُن کے اعمال کے اندازہ پر درجات عطا کریگا،

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں آیا ہے کہ حضرت عائشہ رضؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ کیا کوئی شخص اپنے عمل کے ذریعہ سے بہشت میں داخل ہو گا، تو آپ نے فرمایا نہیں، بلکہ اللہ تعالےٰ کی رحمت سے داخل ہوگا، پھر حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ نے عرض کیا، اور کیا آپ بھی بہشت میں نہ جاسکیں گے، تو آپ نے فرمایا، کہ میں بھی اپنے عمل سے بہشت میں نہ جاسکونگا، مگر یہ کہ اللہ تعالےٰ اپنی رحمت سے مجھے ڈھانپ لے، اور آپ نے اپنا ہاتھ اپنے سر پہ رکھ دیا ؛

اور یہ اپنے اعمال کے ذریعہ سے بہشت میں داخل نہ ہونا اِس لئے ہے کہ اللہ تبارک تعالےٰ پر کسی کا کوئی حق واجب نہیں، (کیونکہ اللہ تعالےٰ کی نعمتوں کا شمار نہیں ہو سکتا) اور نہ اللہ تعالےٰ کو عہد کا پورا کرنا لازم آتا ہے، بلکہ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، جسے چاہے عذاب کرے، جسے چاہے بخشدے، اور جس پر چاہے رحم کرے اور جس پر چاہے انعام کرے، جو اُس کا ارادہ ہو اُسے کرنیوالا ہے، جو کچھ وہ کرتا ہے، اُس کے متعلق اسے پوچھا نہیں جاتا، اور بندوں کو پوچھا جائے گا، جس کو چاہتا ہے، اپنے احسان و رحمت فراواں سے بے شمار رزق عطا کرتا ہے، اور اپنے عدل و انصاف کے ساتھ جسے چاہتا ہے اپنے انعامات سے محروم کر دیتا ہے، اور ایسا کیوں نہ ہو، جبکہ عرش کے قریب سے لیکر تحت الثریٰ تک جو سیاہ سے نیچی ساتویں زمین ہے تمام مخلوقات اُس کی ملکیت ہے، اور اُسی کی بنائی ہوئی ہے، اُس کے

بغیر اُن کا کوئی مالک نہیں اور اس کے بغیر کوئی اُن کا بنانے والا نہیں ÷

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ۔ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللهِ "کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا خالق بھی ہے؟" اور اُس نے فرمایا ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللهِ "کیا خدا تعالیٰ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود بھی ہے؟" اور فرمایا هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا "کیا تو کوئی اس کا ہمنام شریک جانتا ہے؟" اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا، قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ تُوْلِجُ الَّيْلَ فِی النَّهَارِ وَ تُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّيْلِ وَ تُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ تُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَ تَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ "(اے محمد صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم!) یہ کہو، اے بارالٰہا! تو بادشاہی کا مالک ہے، جسے چاہتا ہے بادشاہی عطا کرتا ہے اور جس سے چاہتا ہے بادشاہی چھین لیتا ہے، اور تو جسے چاہتا عزّت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلیل و خوار کرتا ہے، تیرے ہاتھ میں تمام بھلائی ہے، تو ہر چیز پر قادر ہے، تو رات کو دن کے اندر لے آتا ہے اور دن کو رات کے اندر لے آتا ہے، اور تو زندہ کو مُردے سے نکالتا ہے اور مُردے کو زندہ سے نکالتا ہے، اور تو جسے چاہے بے اندازہ رزق عطا فرماتا ہے ÷

۶۹- دُعا کے آداب

اے مومن! اللہ تعالیٰ سے گذشتہ گناہوں کی بخشش، اور آئندہ اور پہنچنے والے دنوں میں گناہوں سے بچاؤ، اور حسن عبادت کی توفیق، اور شرعی احکام کی فرمانبرداری، اور منہیات سے باز رہنے اور تلخ تقدیر پر راضی رہنے، اور سخت مصیبتوں پر صبر کرنے، اور خدا تعالیٰ کے انعامات وعطیات کثیرہ پر شکر بجا لانے کی توفیق کے سوا ہرگز کچھ نہ مانگ، اس کے بعد خاتمہ بالخیر کو پہنچنے اور انبیاء، صدیقین وشہدا وصالحین کے ساتھ مل جانے کی طلب کر، اور وہ بہترین ساتھی ہیں ؎

اور اُس سے دنیا طلب مت کر، اور دولتمندی اور آرام وعافیت کی طرف رجوع کرتے ہوئے مفلسی اور بلا ومصیبت کے دُور ہو جانے کا سوال نہ کر، بلکہ اُس چیز پر خوشنودی کی خواہش کر، جو اُس نے (تیرے لئے) تقسیم کی ہے، اور اُس کی تدبیر کی ہے، اور اس سے اُس مقام وحالت پر جس میں اُس نے تجھے کھڑا کیا ہے، اور تجھے اتارا ہے، اور گرفتار کیا ہے، ہمیشہ حفاظت کا سوال کرتا رہ، حتیٰ کہ وہ خود تجھے اُس مقام وحالت سے دُوسرے اور اُس کے اُلٹ مقام کی طرف منتقل کر دے، کیونکہ تو نہیں جانتا کہ اُن دونوں میں سے کس حالت میں بہتری ہے، مفلسی میں یا تونگری میں، مصیبت میں یا آرام میں؟ اُس نے تجھ سے چیزوں کا علم چھپا دیا ہے، اور وہ چیزوں کی بہتریوں اور خرابیوں کے علم میں یگانہ ویکتا ہے، اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے وارد ہوا ہے کہ اُنھوں نے فرمایا: "میں ایسی بات سے نہیں ڈرتا کہ میں

حال پر صبح کرونگا، اس حال پر جس کو میں ناپسند کرتا ہوں یا اس حال پر جسے میں پسند کرتا ہوں؟ کیونکہ میں نہیں جانتا کہ ان دونوں میں کس کے اندر بہتری ہے۔" اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بات اس لئے کہی ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ کی تدبیر پر اچھی طرح راضی تھے اور خدا تعالےٰ کی تقدیر و اختیار پر انہیں پورا پورا اطمینان تھا، اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِتَالُ وَھُوَ کُرْہٌ لَّکُمْ وَعَسٰۤی اَنْ تَکْرَھُوْا شَیْئًا وَّھُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ وَعَسٰۤی اَنْ تُحِبُّوْا شَیْئًا وَّھُوَ شَرٌّ لَّکُمْ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ یعنی تم پر جہاد فرض کر دیا گیا ہے، حالانکہ وہ تمہیں ناپسند ہے، اور قریب ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو، حالانکہ وہ چیز تمہارے واسطے بہتر ہو، اور قریب ہے کہ تم کسی چیز کو پسند کرو، حالانکہ وہ چیز تمہارے لئے بُری ہو، اور خدا تعالےٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے"۔

اے مومن! اسی حال پر اُس وقت تک قائم رہ کہ تیری حرص ہُوا مر ٹ جائے اور تیرا نفس ٹوٹ جائے، اور خوار و ذلیل، مغلوب اور فرمانبردار بن جائے، پھر تیری خواہش و آرزو بھی دُور ہو جائے، اور تمام کائنات (اور اس کے تعلقات) تیرے دل سے نکل جائیں، اور خداوند قدوس کی ذات کے سوا تیرے دل میں کچھ باقی نہ رہے، پھر تیرا دل اللہ تعالیٰ کی محبت اور دوستی سے پُر ہو جائے، اللہ تعالےٰ کی تلاش و طلب میں تیرا ارادہ سچا ہو جائے، تب خدا تعالےٰ کے حکم سے دنیا و آخرت کے حصوں میں سے کسی حصّہ کی طلب میں ارادہ و خواہش تیری طرف واپس لوٹا دی جاتی ہے (یعنی تجھ میں اُن حصوں کی خواہش پیدا

ہو جاتی ہے) پس اُس وقت تو خداوند تعالیٰ سے وہ حصہ اس حال میں مانگتا ہے کہ تو اُس کے حکم کا فرمانبردار اور اُس کے موافق ہوتا ہے، اگر تجھے خدا تعالےٰ عطا کرے تو تو اُس کا شکر گذار ہوتا ہے، اور اُس حصّہ کو قبضہ میں لے لیتا ہے، اور اگر عطا نہ کرے تو اُس پر ناراض نہیں ہوتا، اور اپنے دل میں اُس پر متغیر نہیں ہوتا، اور اس عطا نہ کرنے میں تو اُس کو تہمت نہیں لگاتا، کیونکہ تو نے اپنی خواہش و لالچ سے اُس کی طلب نہیں کی، اور تو اُس سے فارغ القلب ہے، اور اُس حصہ کا خواہشمند نہیں، بلکہ تو سوال کرنے اور مانگنے میں خدا تعالےٰ کے حکم کا فرمانبردار ہے والسلام۔

۷۰- خود بینی اور اُس کی مثال

اے مومن! اپنے اعمال میں تیری خود بینی اور اپنے نفس پر نگاہ رکھنا اور ان اعمال کا بدلہ اور عوض طلب کرنا تجھ سے کس طرح بھلا معلوم ہوتا ہے، حالانکہ تمام اعمال اللہ کی توفیق، اُس کی مدد اور قوت سے اور اس کی خواہش و فضل کے ساتھ وابستہ ہیں اور اگر گناہوں کا ترک کرتا ہے، تو وہ بھی اُسی کے گناہوں سے بچائے رکھنے سے اور اُس کی حفاظت اور نگہداشت پر موقوف ہے، تو اس حفاظت اور نگہبانی پر شکر ادا کرنے سے، اور ان نعمتوں کا اقرار کرنے سے جو اُس نے تجھے عطا کی ہیں، کہاں بیٹھا ہے؟ یہ کیسی جہالت اور بیوقوفی ہے، کہ دوسرے شخص کی بہادری اور سخاوت اور اُس کے اپنا مال خرچ کرنے پر تو عجب و خود بینی کر رہا ہے (یعنی جو کام تو کر رہا ہے وہ تو خدا تعالےٰ

کی توفیق اور مدد سے ہو رہے ہیں، اور تو اُن کو اپنی طرف منسوب کرکے ناز کرتا ہے کہ مَیں کر رہا ہوں) +

جب تو اپنے دشمن کا قاتل نہیں ہے مگر ایک بہادر کی مدد کے بعد، جس نے تیرے دشمن کو زخمی کر دیا، تو پھر تو نے اُسے بالکل قتل کر ڈالا، اگر وہ بہادر موجود نہ ہوتا، تو اس دشمن کی بجائے اور اس کے بدلے تو خود گرا پڑا ہوتا +

اور جب تو اپنے کچھ مال کو خرچ کرنے والا نہیں ہو سکتا مگر ایک سچے سخی اور امانت دار شخص کے ضامن بن جانے کے بعد، جس نے تجھے اُس مال کا بدلا اور معاوضہ دینے کا ذمہ اٹھایا ہے، اگر اُس کے وعدہ اور ضمانت کی بات اور اس ضمانت اور وعدہ کے پورا ہونے کی تجھے اُمید نہ ہوتی، تو اُس مال سے ایک دانہ بھی خرچ نہ کرتا +

تو کس طرح محض اپنے فعل و عمل پر خود بینی کرتا ہے، اور اپنے اعمال کو اپنی ذات سے منسوب کر رہا ہے، تیرے حال کے مناسب تیری یہی بات ہے کہ تو ہمیشہ اپنے پروردگار کی حمد و ستائش اور شکر گذاری میں لگا رہے اور ہر حال میں بدکاریوں اور گناہوں اور ملامت کے سوا حمد و ستائش کی نسبت اس کی طرف کرے، پس بیشک تجھے گناہوں اور بدکاریوں وغیرہ کی نسبت اپنے نفس کی طرف کرنا چاہیئے، اور اسے ظلم اور بے ادبی کی طرف منسوب کرنا اور اسی پر تہمت رکھنا چاہیے، پس وہ اس بات کے زیادہ لائق ہے، کیونکہ وہ نفس ہر برائی کا ٹھکانا اور ہر برے اور مشکل کام کا حکم کرنے والا ہے +

اور اللہ تبارک تعالےٰ تیرا خالق اور تیرے کرنے کے باوجود تیرے کاموں کا بھی خالق ہے، تو اُن کاموں کا کرنے والا اور اُن کا پیدا کرنے والا ہے

جیسا کہ بعض علمائے نے فرمایا ہے، خدا تعالےٰ کی قسم! تیرا فعل ظاہر ہوتا اور آتا ہے، اور تجھے اس کے کئے بغیر چارہ نہیں، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ عمل کرتے جاؤ، اور خدا تعالیٰ کا قرب تلاش کرو، اور سیدھے چلتے جاؤ، پس ہر شخص اس کام کی آسانی دیا گیا ہے جس کے واسطے وہ پیدا کیا ہوا ہے۔

۷۱ مریدو مراد[1] کے حالات اور مصائب پر صبر کرنا

اے سالک! تو ان دو حالات سے خالی نہیں، یا تو مرید ہے یا مراد، اگر تو مرید ہے تو تجھ پر بوجھ ڈال دیا گیا ہے، اور تو بار بردار ہے جو ہر سخت اور بھاری بوجھ کو اُٹھاتا ہے، کیونکہ تو طالب ہے اور طالب پر محنت و مشقت ڈالی ہی جاتی ہے، اسے تھکن و تکلیف برداشت کرنی پڑتی ہے، اس وقت تک کہ اپنے مطلب کو پہنچ جائے، اور اپنے محبوب پر فتح پالے، اور اپنا مقصد حاصل کرلے، اور تجھے ایسا نہیں کرنا چاہئیے، کہ تو اس بلا و مصیبت سے بھاگ نکلے جو تیری جان، مال، گھر والوں اور اولاد پر نازل ہوئی ہے، اس وقت تک کہ بوجھ تجھ پر

---

[1] مرید، وہ شخص ہے جو بارگاہ خداوندی اور اس کے قرب کا تلاش کرنے والا ہو اس کو مخلص کہتے ہیں، وہ اپنی کوشش و محنت سے درگاہ الٰہی کا قرب تلاش کرتا ہے، اور مراد خدا تعالےٰ کا وہ محبوب و مطلوب بندہ ہے جس کو مخلص کہا جاتا ہے، کہ خدا تعالےٰ کی کشش و جذب سے اس کو قرب حاصل ہوتا ہے، وہ محنت اور سختی کا بوجھ اٹھاتا ہے اور بلا و مصیبت سے نہیں بھاگتا ۱۲

سے اتار دئے جائیں اور بھاری گٹھڑیاں تجھ سے دور کر دی جائیں، اور تجھ سے دکھ درد اٹھا لئے جائیں، اور رنج و خواریاں تجھ سے ہٹا دی جائیں، پھر تو تمام رذالتوں، میل کچیلوں، سستیوں، بیماریوں دردوں اور مخلوقات و کائنات کی محتاجی سے محفوظ کر دیا جائیگا، اور تو محبوبوں کے گروہ میں داخل کر دیا جائیگا جو ناز و نعمت میں رکھے گئے اور درگاہ الٰہی کے مطلوب و مراد ہیں ؛

اور اگر تو مراد ہے، تو اپنے اوپر بلا نازل ہونے میں بھی حق سبحانہٗ و تعالےٰ پر تہمت مت رکھ اور خدا تعالےٰ کے نزدیک قدر و منزلت میں شک مت کر، کیونکہ کبھی وہ تجھے اس لئے بلا میں گرفتار کرتا ہے، کہ مردان راہ خدا کے پہنچنے کے مقام پر پہنچا دے، اور اولیاء و ابدال کے مرتبوں تک تیرا مرتبہ بلند کر دے، کیا تو پسند کرتا ہے کہ تیرا مرتبہ اُن کے مرتبے سے اور تیرا درجہ اُن کے درجے سے نیچے گرا دیا جائے، اور تیرا لباس اور ایمان و معرفت کی روشنی اور انعامات اُن چیزوں سے کم ہو جو انہیں حاصل ہیں، پس اگر تو ادنےٰ اور حقیر پر راضی ہے تو حق سبحانہٗ و تعالےٰ اس سے خوش نہیں، اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے، وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ " اور اللہ تعالےٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے"۔ وہ تیرے لئے اعلیٰ، قیمتی، بلند اور بہتر چیز پسند کرتا ہے، اور تو اُس چیز کا انکار کرتا ہے ؛

اعتراض۔ پھر اگر تو کہے کہ اس مذکورہ تقسیم و بیان کے باوجود مراد اور محبوب کی گرفتاری کس طرح صحیح ہو سکتی ہے، اور یہ بات بھی ہے کہ آزمائش اور گرفتاری صرف محبّ ہی کو ہوا کرتی ہے، اور صرف

مراد و محبوب ہی ناز و نعمت میں رکھے ہوئے ہوتے ہیں +

جواب - تو تجھے کہا جائیگا کہ ہم نے پہلے اُس چیز کا ذکر کیا ہے جس کا واقع ہونا زیادہ اور اغلب ہے، اور پھر دوبارہ کبھی کبھی واقع ہونے والی ممکن چیز کا ذکر کیا ہے، اور اس چیز میں کوئی خلاف بات نہیں، کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم محبوبوں کے سردار تھے، اور لوگوں میں سب سے زیادہ مصائب و بلیات میں گرفتار تھے، اور بیشک آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "بے شک اللہ تعالےٰ کے دین میں جتنا میں ڈرایا گیا ہوں، اتنا کوئی دوسرا شخص نہیں ڈرایا گیا، اور اللہ تعالےٰ کے دین میں جتنی مجھے تکلیف دی گئی ہے، اُتنی کسی کو نہیں دی گئی، اور بیشک مجھ پر تیس دن رات ایسے آئے ہیں کہ ہمارے پاس اس تھوڑے سے کھانے کے سوا کچھ نہ تھا جس کو بلالؓ کی بغل نے چھپایا تھا۔" اور پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ "ہم پیغمبروں کا گروہ تمام لوگوں سے زیادہ بلا میں گرفتار ہوتا ہے، پھر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد درجہ بدرجہ" (جو زیادہ مقرب ہے وہ زیادہ بلا میں گرفتار ہے)، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا "مَیں تم سے زیادہ خدا تعالےٰ کو پہچاننے والا، اور تم سے زیادہ ڈرنے والا ہوں" پس (معلوم ہوا کہ) محبوب کس طرح بلا میں گرفتار کیا جاتا ہے، اور خدا تعالےٰ کا ناز پروردہ اور مطلوب کس طرح ڈرایا جاتا ہے، (آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی حالت کا قیاس کرنا چاہیئے) +

اور یہ ابتلاء و خوف صرف اس وجہ سے ہے کہ جس کی طرف ہم نے

اشارہ کیا، کہ محبوب کو اللہ تعالے کے نزدیک جنت میں بلند مقامات و مراتب پر پہنچنا لازمی ہے، کیونکہ صرف دنیا میں اعمال صالحہ کے سبب سے ہی جنت میں مراتب بلند و بالا کئے جاتے ہیں ؞

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیائے کرام کے اعمال اوامر شرعیہ کے ادا کرنے اور ممنوعات شرعیہ سے باز رہنے کے بعد بلا و مصیبت کی حالت میں صبر، رضا اور موافقت ہوتے ہیں۔ پھر ان کے صبر و رضا اور موافقت کرنے کی وجہ سے اُن سے بلا و مصیبت دُور کر دی جاتی ہے، اور نعمت فضل اور ناز کے ساتھ بارگاہ خداوندی میں پہنچنے تک ہمیشہ ہمیشہ انہیں وابستہ کر دیا جاتا ہے ؞

۷۴ بازار میں سے گزرنے والے اہل اللہ کی پانچ قسمیں

دینداروں اور عابدوں میں سے وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے احکام بجالانے یعنی نماز جمعہ اور باجماعت نماز ادا کرنے کے لئے اور ضروریات زندگی کے واسطے اپنے نکلنے کے وقت بازاروں میں داخل ہوتے ہیں، اُن کی چند قسمیں ہیں :-

۱- اُن میں سے ایک وہ شخص ہے کہ جب بازار میں داخل ہوتا ہے، اور اُس میں قسم قسم کی خواہشات اور لذات دیکھتا ہے تو وہ ان خواہشات و لذات میں قید ہو جاتا ہے، اور اپنے دل سے اُن کا گرویدہ ہو جاتا ہے، اور فتنہ میں پڑ جاتا ہے، اور یہ کام اُس کی ہلاکت، اور دین و عبادت چھوڑنے اور موافق طبع چیز کی طرف رجوع کرنے اور

خواہش نفسانی کی پیروی کا سبب بن جاتا ہے، مگر جس کو اللہ تعالےٰ اپنی رحمت اور نگہبانی سے اور اس چیز پر اُس کو صابر بنا دینے سے بچا لے اور محفوظ رکھ لے، پس وہ صحیح و سلامت رہ جاتا ہے ؀

۲- اور ان میں سے ایک وہ شخص ہے کہ جب وہ اُن چیزوں کو دیکھتا ہے، اور قریب ہے کہ اُن کے ذریعہ سے ہلاک ہو جائے، فوراً اپنی عقل و دین کی طرف رجوع کر لیتا ہے اور سختی سے صبر کرتا اور اُس پر قائم رہتا ہے، اور اس لذت کو چھوڑنے کی تلخی کو پی جاتا ہے، پس وہ اس مجاہد کی مانند ہے، جس کی اللہ تعالیٰ نے اُس کے نفس، طبیعت، ہوا اور خواہش پر مدد کی ہے، اور آخرت میں اُس کے لئے بڑا ثواب لکھتا ہے، جیسا کہ بعض احادیث میں حضور سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے آیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا "مومن کے واسطے خواہش نفسانی کے حصول سے عاجز ہو جانے کے وقت یا اُس پر طاقت پا لینے کے وقت اُس کے چھوڑنے کے عوض میں ستر نیکیاں لکھی جاتی ہیں، اَوْ کَمَا قَالَ (صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) ؀

۳- اور اُن میں سے ایک وہ شخص ہے، جو صرف اللہ تعالےٰ کی نعمت کی فراوانی سے جو دنیا اور مال کی فراخی سے اُسے حاصل ہوئی ہیں، ان جائز شہوات و لذات کو حاصل کرتا اور قبضہ میں لاتا ہے، اور اُن کے حاصل ہونے پر خداوند تعالےٰ کا شکر ادا کرتا ہے ؀

۴- اور اُن میں سے ایک وہ شخص ہے، جو اُن شہوات و لذات کو نہ دیکھتا ہے نہ جانتا ہے۔ اور خدا کی یاد میں ایسا مصروف ہے کہ خدا تعالےٰ کے سوا سب چیزوں سے اندھا اور غافل ہے، اور غیر اللہ کو نہیں دیکھتا

اور غیر اللہ سے بہرہ ہے اور کچھ نہیں سُنتا، اور اپنی غیر محبوب غیر مطلوب چیز کی طرف نظر کرنے سے باز رہتا ہے، اور وہ ان تمام چیزوں سے بہت دُور رہے، جن میں جہان والے لگے ہوئے ہیں، پس جب تو دیکھے کہ وہ بازار میں داخل ہوا ہے، اور اس سے اس چیز کے متعلق پوچھے جو اُس نے بازار میں دیکھا، تو وہ کہے گا، کہ مَیں نے کچھ نہیں دیکھا ہاں بیشک اُس نے چیزوں کو دیکھا ہے، لیکن اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے نہ کہ اپنے دل کی آنکھوں سے، اور انہیں اتفاقیہ نظر سے دیکھا ہے، نہ کہ خواہش کی نگاہ سے، سرسری نظر ڈالی ہے نہ کہ گہری، ظاہری نظر سے دیکھا ہے نہ کہ باطنی سے، پس وہ ظاہرا طور پر اُن چیزوں کو دیکھتا ہے جو بازار میں موجود ہیں اور اپنے دل کے ساتھ اپنے پروردگار کو دیکھتا ہے، ایک دفعہ اس کے جلال کی طرف اور دوسری دفعہ اُس کے جمال کی طرف ؂

۵- اور اُن میں سے ایک وہ شخص ہے کہ جب وہ بازار میں داخل ہوتا ہے تو اُس کا دل خدا تعالےٰ کے فعل و ارادہ کے ساتھ بازار والوں پر شفقت و مہربانی سے بھر جاتا ہے، اور ان پر شفقت و مہربانی کرنا اُن کے پاس کی چیزوں پر نگاہ کرنے سے اسے روک دیتا ہے، پس وہ بازار میں اپنے داخل ہونے سے نکلنے کے وقت تک بازار والوں کے گناہوں کی معافی اور بخشش مانگنے اور دعا کرنے میں اور اُن پر شفقت و رحمت کرنے میں لگا رہتا ہے، پس اُس کا دل اُن پر اور اُن کے لئے جلتا ہے، اور اُس کی آنکھیں ڈبڈبا جاتی ہیں، اور اُس کی زبان اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا پر جاری ہوتی ہے، اِس لئے کہ اُس نے

اپنا نعمت وفضل بازار والوں بلکہ سب خلقت کو عطا فرمایا ہے، پس اُس شخص کا نام بندوں اور شہروں کا کوتوال رکھا گیا ہے، اور اگر تو چاہے تو اس کا نام عارف، بدل، زاہد، عالم، غائب و حاضر، محبوب خدا، مطلوب حق، خدا تعالےٰ کے بندوں پر زمین میں اُس کا خلیفہ اور سفیر اور ہر نیکی کا پہنچانے والا، شیریں زبان، ہادی، ہدایت یافتہ، رہنمائی کرنے والا اور مرشد رکھ لے، اسی لئے وہ کبریت احمر[1] ہے، اور عنقا کے انڈے کی مانند، اللہ تعالےٰ کی رضا مندی اور رحمتیں اُس پر بھی ہوں اور ہر اس مومن پر جو اللہ تعالےٰ کا ارادتمند ہے، اور اس انتہائی مقام پر پہنچ گیا ہے +

۳۷ اللہ تعالےٰ کا اپنے ولی کو دوسرں کے عیوب پر مطلع کرنا

کبھی اللہ تعالےٰ اپنے ولی کو دوسرے شخص کے عیوب، اُس کے جھوٹ اور اُس کے ولی ہونے کے دعوے باطل اور قول و فعل میں اُس کے شرک اور اُس کے باطن میں اپنی بُرائیاں چھپانے اور اُس کی نیت پر اطلاع دے دیتا ہے، پھر ولی اپنے پروردگار، رسول اور دین کے لئے غیرت کھاتا ہے، اور اُس کا دلی غصہ تیز تر ہو جاتا ہے، اور اُس کے ظاہر میں بھی غصہ اثر کر جاتا ہے +

---

[1] کبریت احمر سُرخ گندھک ہے جو کمیاب ہے، اس کے ذریعے سے کیمیاگر تانبے کا سونا بنا لیتے ہیں، واللہ اعلم۔ عنقا ایک چتکبرے رنگ کا پرندہ ہے، اُسے فارسی زبان میں عکہ کہتے ہیں، وہ بھی بہت کمیاب ہے ۱۲

باطنی و ظاہری بیماریوں کے باوجود کس طرح سلامتی اور تندرستی کا دعوے کیا جا سکتا ہے، اور شرک کے ساتھ کس طرح توحید کا دعوے ہو سکتا ہے، اور شرک درحقیقت کفر ہے، اور خدا تعالیٰ کے قرب سے دور پھینک دینے والا، اور وہ خدا تعالیٰ کے دشمن شیطان مردود اور منافقوں کی صفت ہے، جن کے لئے دوزخ کے نچلے درجہ میں پھینکنے اور اس میں ہمیشہ رہنے کا قطعی فیصلہ ہو چکا ہے ؂

پس اس ولی اللہ کی زبان پر اُس کے عیبوں کا ذکر، اور اُس کے لمبے چوڑے دعووں اور صدیقین کے حالات کا دعوٰے کرنے کی بے حیائی کا ذکر، اور اللہ تعالےٰ کی تقدیر و فعل میں فانی ہونے والوں اور اللہ تعالیٰ کے محبوبوں کے لئے اُس کی مزاحمت کا ذکر جاری ہو جاتا ہے، کبھی وہ ولی اللہ تعالیٰ کے لئے غیرت کھانے کے طور پر اور کبھی اُس جھوٹے ولی پر اعتراض کرنے اور اسے نصیحت کرنے کے طور پر، اور کبھی اللہ تعالیٰ کے فعل و ارادہ کے ساتھ غلبہ پانے اور اُس جھوٹے اور دین کو جھوٹا جاننے والے پر سخت غصہ کے طور پر اُس کی بُرائیوں کا ذکر کرتا ہے ؂

تو اللہ تعالیٰ کے ولی کی طرف اس کی غیبت اور گناہ کی نسبت کی جاتی ہے، اور کہا جاتا ہے کہ کیا ولی اللہ غیبت کر رہا ہے، حالانکہ وہ خود لوگوں کو غیبت سے منع کرتا ہے، کیا یہ جائز ہے کہ ہر غائب و حاضر کے آگے ان عیبوں کا ذکر کرتا پھرے جو خاص و عام لوگوں پر ظاہر نہیں، اور اعتراض کرنے والوں کے حق میں اُن کا ولی پر اعتراض کرنا اس طرح ہو جاتا ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِثمُھُمَا اَکبَرُ مِن

نَفْعِهِمَا، یعنی "شراب اور جُوئے کا گناہ اُن کے نفع سے بہت بڑا ہے"۔ ظاہرا طور پر لوگوں کا ولی پر اعتراض کرنا بھلا معلوم ہوتا ہے، (کیونکہ وہ کلمہ کا انکار کرتے ہیں جو شرعی طور پر ناجائز ہے) اور حقیقت میں پروردگار کو ناراض کرنا اور اُس پر اعتراض کرنا ہے ؛

پس ولی پر اعتراض کرنے والا حیرت میں پڑ جاتا ہے، اور حیرت و تردد کے وقت (خاموش رہنا اور ولی کے اس کلمہ کو تسلیم کرنا، اور شریعت میں اُس کا جواز اور تاویل تلاش کرنا اعتراض کرنیوالے پر واجب ہے، نہ کہ پروردگار پر اور اُس جھوٹے ولی کے جھوٹ اور بہتان پر لعن طعن کرنے والے ولی پر اعتراض کرنا ؛

اور کبھی اُس سچے ولی کا جھوٹے کی بُرائیاں بیان کرنا اُس جھوٹے مدعی کے جھوٹ و نفاق کو اُکھاڑ پھینکنے اور توبہ کرنے اور اپنی جہالت و حیرت سے باز آجانے کا سبب بن جاتا ہے، اور ولی کے لیئے (ایک طرح کا) جہاد ہو جاتا ہے، اور اپنے غرور و حماقت سے تباہ ہونے والے مغرور ولی کے لئے مفید ثابت ہوتا ہے، اور اللہ تعالےٰ جس کو چاہتا ہے سیدھی راہ کی طرف ہدایت کرتا ہے ؛

؎ کیونکہ ولی تو حق تعالےٰ کی غیرت اور دین کی حمایت اور مسلمانوں کو نصیحت کرنے کے لئے ایسا کر رہا ہے، تاکہ لوگ ایسے خبیث پیر کے جال میں پھنس جائیں اور اپنا دین و دنیا برباد نہ کریں، کیونکہ وہ ولی حقیقت حال سے واقف ہے، اور دوسرے لوگوں کو اُس کی خبر نہیں ۱۲

۴۷ - اپنی حالت اور تزکیہ نفس پر نظر رکھنا سب چیزوں پر مقدم ہے

عقلمند انسان پہلے اپنے نفس کی حالت اور اپنی جسمانی ترکیب پر نظر کرتا ہے، اُس کے بعد تمام مخلوقات اور ایجادات پر، پھر اس سے اُن چیزوں کے خالق اور از سرِ نو پیدا کرنے والے پر دلیل ڈھونڈتا ہے، کیونکہ بنی ہوئی چیز بنانے والے پر دلالت کرتی ہے، اور مضبوط مقدورات کا وجود دانا کام کرنے والے کی ہستی کا پتہ دیتی ہیں کیونکہ تمام چیزیں اُسی قادر قیوم کی کاریگری سے موجود ہیں ۔

اور اسی معنی میں وہ قول ہے، جو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے خداوند تعالیٰ کے اس کلام کی تفسیر میں نقل کیا گیا ہے، وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ، یعنی "اللہ تعالیٰ نے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، سارے کا سارا اپنی طرف سے تمہارے لئے فرمانبردار بنا دیا ہے" ۔

حضرت ابن عباس رضؓ نے فرمایا ہے "ہر چیز میں خدا تعالیٰ کے ناموں میں سے کوئی نام موجود ہے، (یعنی ہر چیز اسماء الٰہیہ میں سے کسی نہ کسی اسم کا مظہر ہے) اور ہر چیز کا نام و نشان اس کے اس نام کا اثر ہے، پس سوائے اس کے نہیں کہ تو بھی خدا تعالیٰ کے اسما و صفات و افعال کے درمیان ہے، (اور اُن میں سے کسی کا مظہر ہے) اُسی کی قدرت میں پوشیدہ ہے اور اسی کی حکمت میں ظاہر ہے، خداوند تعالیٰ اپنی صفات

سے ظاہر ہوتا ہے، اور اپنی ذات میں پوشیدہ ہے (کہ اُس کی ذات کی تہ کو کوئی نہیں پا سکتا) اُس نے اپنی ذات کو اپنی صفات کے ساتھ چھپا دیا ہے (صفات کے ذریعہ سے ہی اُس کی ذات کا پتہ چلتا ہے) اور اپنی صفات کو افعال کے ساتھ پوشیدہ کر دیا ہے، اور اپنا علم ارادہ کے ساتھ ظاہر کیا ہے (یعنی جب اُس نے کسی چیز کا ارادہ کیا اور وہ موجود ہو گئی تو معلوم ہوا کہ اُس کا علم ہی یہی تھا) اور اپنے ارادہ کو (بندوں کے) حرکات و افعال سے ظاہر فرمایا ہے) اور اپنے کام و صنعت کو چھپا دیا اور پھر صنعت کو ارادہ کے ساتھ ظاہر کیا، اور وہ اپنی ذات کے غیب ہونے میں چھپا ہوا ہے اور اپنی حکمت و قدرت میں وہ ظاہر ہے، لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَّهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ، یعنی "اُس کی مانند کوئی چیز نہیں اور وہ سُننے والا دیکھنے والا ہے"۔

اور بیشک حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اِس کلام میں معرفت کے وہ بھید ظاہر کئے ہیں، جو صرف اُس سینہ سے ظاہر ہوتے ہیں، جس میں دل روشن ہو، حضرت ابن عباس رضی کی حالت و شان (آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا) دعا و تضرع کے ساتھ عصمت کا ہاتھ اُٹھانا ہے، (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابن عباس رضی کے لئے اُن کے لڑکپن کے وقت ہاتھ اُٹھا کر یہ دُعا فرمائی تھی) اَللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ وَعَلِّمْهُ التَّاوِيْلَ، یعنی "الٰہی! اسے دین میں عقلمند بنا اور قرآن مجید کی تفسیر تاویل سکھا دے"
اللہ تعالیٰ اس قوم کی برکتیں ہمیں عطا فرمائے اور اُنہی کے

گروہ میں ہمارا حشر کرے، آمین +

۷۵۔ آپ رضؓ کی وصیت (۱)

مَیں تم کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے، اور اُس کی فرمانبرداری کرنے اور شریعت کے ظاہری احکام پر قائم رہنے، اور سینہ کو حسد و کینہ وغیرہ سے سلامت رکھنے اور نفس کی جوانمردی اور چہرہ کی کشادگی اور عطیات خرچ کرنے، اور مخلوق کو تکلیف دینے سے باز رہنے اور مخلوق کی تکلیف اور درویشی برداشت کرنے، اور بوڑھوں کی عزت و حرمت کی نگہبانی اور بھائیوں کے ساتھ حسن سلوک، اور چھوٹوں کو نصیحت کرنے اور دوستوں کے ساتھ جھگڑا چھوڑ دینے، اور ہمیشہ ایثار کرتے رہنے اور مال جمع کرنے سے علیٰحدہ رہنے، اور جو شخص سالکان طریقت کے گروہ میں سے نہیں ہے اس کی صحبت ترک کرنے اور دین و دنیا کے جائز معاملات میں مسلمانوں کی مدد کرنے کی وصیت کرتا ہوں +

اور فقر (درویشی) کی حقیقت یہ ہے کہ تو اپنے جیسے آدمی کا محتاج نہ بن جائے، اور تونگری کی حقیقت یہ ہے کہ تو اپنے جیسے آدمی سے بے نیاز ہو جائے +

تصوف محض صوفیوں اور تصوف کی گفتگو سے حاصل نہیں کیا جاتا، اور لیکن بھوک اور دنیا نفرت نفس سے اور مالوف طبع اور نفس کی پسندیدہ چیزوں کی ترک سے حاصل کیا جاتا ہے +

اور فقیر و محتاج کے ساتھ معاملہ کی ابتداء علم سے مت کر (یعنی

اس سے حقوق و احکام کی ادائیگی کا مطالبہ اور مواخذہ نہ کر ۔ اور اس کے معاملہ کو نرمی اور مہربانی سے شروع کر ۔ کیونکہ علم کے احکام کا مطالبہ اسے وحشت اور نفرت میں ڈالتا ہے ، اور نرمی الفت و محبت لاتی ہے ۔ (یعنی جو شخص متحارج ہو کر فیض روحانی حاصل کرنے کیلئے آئے اس پر احکام شرعیہ کی شدید پابندی نہ ڈالنا چاہیئے ، بلکہ نرمی اختیار کرنا چاہیئے ۔ تاکہ صحبت کے فیض سے مانوس ہو کر خود بخود شرعی احکام کا پابند ہو جائے) ۔

اور تصوف کی بنا آٹھ خصلتوں پر رکھی گئی ہے ، حضرت ابراہیم ؑ جیسی سخاوت ، حضرت اسحٰق ؑ جیسا تقدیر پر راضی ہونا ، حضرت ایوب ؑ جیسا صبر ، حضرت زکریا ؑ جیسا اشارہ یعنی ان کی طرح عاجز ہو کر خاموشی سے دعا کرنا اور اس کا قبول ہونا ، حضرت یحییٰ ؑ جیسا وطن سے دور رہ کر درگاہ رب العزت میں گریہ زاری کرنا ، اور حضرت موسیٰ ؑ جیسا خرقہ پوش ہونا ، اور حضرت عیسیٰ ؑ جیسا ہمیشہ سیاحت و گردش میں رہنا اور اپنا کوئی خاص ٹھکانا نہ بنانا ، اور حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ و علیہم اجمعین جیسا فقر اور درویشی اختیار کرنا ۔

۷۷ - آپ کی وصیت (۴)

میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ اگر تجھے دولتمندوں کے ساتھ صحبت کا اتفاق پڑے تو ان سے عزت او وقار کے ساتھ مل ، اور فقیروں سے

نرمی اور تواضع کے ساتھ، اور تجھے نرمی، عاجزی اور اخلاص اختیار کرنا چاہئے، اور اخلاص خالق اور اُس کی رضا و محبت پر ہمیشہ نظر جمائے رکھنے کو کہتے ہیں، اور اسباب[1] میں اللہ تعالےٰ پر تہمت مت لگا، اور ہر حال میں اس کا محتاج و مسکین بنا رہ، اور اس بھروسہ پر اپنے بھائی کا حق ضائع مت کر کہ تیرے اور اس کے درمیان دوستی ہے اور تجھے تواضع اور عمدہ ادب اور جوانمردی کے ساتھ فقرا کی صحبت اختیار کرنا چاہئے، اور اپنے نفس کو مار ڈال تاکہ تجھے حقیقی زندگی حاصل ہو، اور لوگوں میں سے خدا تعالیٰ کے بہت قریب وہ شخص ہے جو اُن سے زیادہ کشادہ نظر اور فراخ عادت ہے (جو حقوق اللہ اور حقوق العباد کے ادا کرنے میں تنگ نہیں ہوتا) اور اپنے باطن کو غیر اللہ کی طرف توجہ کرنے سے نگاہ رکھنا سب سے بہتر اور افضل عمل ہے اور تجھے لوگوں کو حق کی نگہداشت اور صبر کی وصیت کرتے کراتے رہنا چاہئے اور تجھے حقیقی فقیر اور کسی ولی اللہ کی خدمت کافی ہے، اور حقیقی فقیر وہ ہے

---

[1] یعنی یہ مت کہو کہ اللہ تعالیٰ نے اسباب کیوں پیدا کئے ہیں، خود بغیر اسباب کے کیوں ایسا نہیں کرتا، مثلاً علاج کو مرض کے دور ہونے کا سبب بنایا ہے، حالانکہ وہ علاج کے بغیر بھی مرض دور کر سکتا ہے، تو اللہ تعالےٰ پر یہ اعتراض کرنا کہ علاج کو کیوں بنایا، یہ بھی غلطی ہے، کیونکہ جس نے اسباب کو بنایا ہے وہ مسبب کا بھی بنانے والا ہے، جس نے علاج کو بنایا وہ صحت بھی عطا کر سکتا ہے، اسباب کے پیدا کرنے اور مسببات کو اُن کے ساتھ وابستہ کر دینے میں خدا تعالےٰ کی خالقیت اور قدرت زیادہ ظاہر ہوتی ہے اور اسباب و وسائط کے بغیر کسی چیز کے پیدا کرنے میں اُن کا زیادہ ظہور نہیں ہوتا ۱۲

جو خدا تعالیٰ کے سوا کسی چیز کی پرواہ نہ رکھے، اور تجھے اپنے سے کمزور اور کم مرتبہ آدمی پر حملہ اور زیادتی کرنا در اصل تیری کمزوری اور نامردی ہے، اور اپنے سے بلند مرتبہ پر زیادتی اور حملہ کرنا بے شرمی و بے حیائی ہے، اور اپنے جیسے شخص پر حملہ کرنا بد خلقی، اور فقر و تصوف تمام تر ایسی درست کوشش پر موقوف ہے، جس کے ساتھ کوئی بیہودہ اور غلط قول، فعل یا حال شامل نہ ہو، خدا تعالیٰ ہمیں اور تمہیں بھی درست کوشش کی توفیق عطا فرمائے ۞

اے میرے دوست! تجھے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہنا چاہیئے، کیونکہ خدا تعالیٰ کا ذکر تمام نیکیوں کا جامع ہے (اور تمام نیکیاں اس میں شامل ہیں) اور تجھے اللہ تعالیٰ کی رسی (یعنی دین، عہد اور دامنِ پناہ) کو مضبوط پکڑنا چاہیئے، کیونکہ وہ تمام نقصانات کو دُور کرنے والا ہے، اور تجھے قضا و قدر کے مواقعات کے پیش آنے کے لئے تیار رہنا چاہیئے، کیونکہ وہ واقع ہونے والے ہیں، (اور اس سے غافل رہنا اور بھاگنا مفید نہیں ہوتا)، اور جان لے کہ تو قیامت کے دن اپنے حرکات و سکنات کے متعلق پوچھا جانے والا ہے اور اس چیز میں مصروف ہو، جو وقت و حال کے مناسب اور بہتر ہو، اور اپنے آپ کو اعضاء و جوارح کے فضول کاموں سے بچائے رکھ، اور تجھے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور اس کے مقرر کردہ حکمران کی فرمانبرداری کرنا چاہیئے اور حکمران کو اس کا حق ادا کر، اور جو اس حکمران پر تیرا حق واجب ہے اس کا مطالبہ نہ کر، اور ہر حال میں اس کے لئے دعا کرتا رہ، اور تجھے مسلمانوں پر نیک گمان رکھنا چاہیئے، اور

اُن کے لئے نیت نیک رکھنا، اور ہر نیکی میں اُن کے درمیان آمد و رفت کرنا چاہئے، اَور تو اس حال میں رات نہ گذارے کہ تیرے دل میں کسی شخص کے لئے بُرائی، بدخواہی، کینہ اَور دشمنی ہو، اَور تو اُس شخص کے لئے بھی دُعا کرے جس نے تجھ پر ظلم کیا ہے، اور رالله تعالیٰ اور اُس کے علم کا نگہبان اور امیدوار رہ (تاکہ تو گناہوں سے بچا رہے) اَور تجھے حلال رزق کھانا چاہئے، اَور اُس چیز کی بابت جسے تو نہیں جانتا الله تعالیٰ اَور اُس کے دین کے عالموں سے پوچھنا چاہئے اور تجھے الله تعالیٰ سے حیا و شرم رکھنا چاہئے، اور اپنی صحبت[1] کو الله تعالیٰ کے ساتھ وابستہ کر، اور الله تعالیٰ کے سوا اُس شخص کی صحبت بھی اختیار کر جو خود الله تعالیٰ کے ساتھ صحبت رکھتا ہے[2]:

اور ہر صبح کو مال و دولت بلکہ اپنی عزت و آبرو کا بھی صدقہ کر دے، (اور مسلمانوں کی ہر طرح دستگیری کر) اور جب تو شام کرے تو ہر اُس شخص کی نمازِ جنازہ پڑھ جو مسلمانوں میں سے اُس دن میں مر چکا ہے، اَور جب تو نمازِ مغرب پڑھ چکے تو نمازِ استخارہ پڑھ، اور صبح و شام سات مرتبہ یہ دُعا پڑھا کر، اَللّٰھُمَّ اَجِرْنَا مِنَ النَّارِ یعنی "الٰہی! ہمیں دوزخ

---

[1] الله تعالیٰ کے ساتھ بندہ کی صحبت سے یہ مراد ہے کہ بندہ اپنے آپ الله تعالیٰ کے حضور میں رہے اور اس کے ذکر کے ساتھ اُلفت ہو اور مراقبہ میں لگا رہے، اَور بندہ کے ساتھ الله تعالیٰ کی صحبت سے یہ مراد ہے کہ الله تعالیٰ اپنے بندہ پر اپنے انعامات و اکرام کی فراوانی کرتا ہے اَور اسے اپنی نگہبانی اور رحمت میں لے لیتا ہے ۱۲

[2] بعض مشائخ عظام نے فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ صحبت رکھ، اگر تو ایسا نہیں کر سکتا تو اُس شخص کے ساتھ صحبت رکھ جو خدا تعالیٰ کے ساتھ صحبت رکھتا ہے ۱۲

کی آگ کے عذاب سے خلاصی عطا فرما، اور ہمیشہ اس کلام خداوندی کی حفاظت کرتا رہ :-

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ه هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ، هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ۚ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۚ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۚ يُسَبِّحُ لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ،

اور اللہ تعالےٰ توفیق دینے والا اور مددگار ہے، کیونکہ گناہوں سے بچنے کی ہمت اور نیکیوں کی طاقت صرف اللہ تعالےٰ کی توفیق سے حاصل ہوتی ہے جو بلند و بزرگ ہے ⁂

۷۷۔ مخلوقات و نفس سے فانی ہونے کا ثمرہ و نتیجہ

خداوند تعالیٰ کے ساتھ تو ایسا ہو جا کہ گویا خلقت موجود نہیں اور خلقت کے ساتھ شرعی حدود کی حفاظت اور حق کی رعایت کرتے ہوئے ایسا ہو جا کہ تیرا نفس موجود نہیں ⁂

پس جب تو خلقت کے بغیر خدا تعالیٰ کے ساتھ ہو جائیگا، تو اپنے مولا کو پالے گا، اور باقی سب سے تو فانی ہو جائیگا، اور جب تو نفس کے بغیر خلقت کے ساتھ ہو جائیگا تو انصاف کر دیگا اور پرہیزگار بن جائیگا،

اور گناہوں کی بد انجامیوں سے تو سلامت رہیگا ؛

اور ہر چیز کو اپنی خلوت کے دروازہ پر چھوڑ دے اور اکیلا اندر آجا، تو خلوت میں اپنی باطنی آنکھوں سے اپنے مونس کو دیکھ لیگا، اور اس چیز کا مشاہدہ کریگا جو ظاہری آنکھوں کے دیکھنے سے بالاتر ہے اور نفس اور اس کے لوازمات دور ہو جائیں گے، اور انکی جگہ پر خداوند تعالےٰ کا امر اور اس کا قرب آجائیگا، پھر اس وقت تیری جہالت دانائی بن جائے گی، تیری دوری قرب، اور تیری خاموشی ذکر، تیری نفرت اُنس ہو جائے گی ؛

اے انسان! وہاں مقام عبودیت میں صرف دو ہی چیزیں ہیں، خالق یا مخلوق، پس اگر تو نے اپنے خالق کو چن لیا ہے تو مخلوقات کے لئے کہدے، اِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ، یعنی "بیشک یہ سب میرے دشمن ہیں مگر پروردگار عالم جو میرا دوست ہے"؛

پھر آپ رضؓ نے فرمایا جس نے اس کام کی لذت چکھی اُس نے اسے پہچان لیا، تو آپ کو کہا گیا، کہ جس شخص پر صفرا کی تلخی غالب آجائے وہ چکھنے کی مٹھاس کیسے پا سکتا ہے، تو آپ نے فرمایا کہ وہ اپنی طرف سے شہوات کے چھوڑنے میں کوشش سے کام لے، اور ریاضت و مجاہدہ سے کام لے ؛

فائدہ - معلوم ہونا چاہیئے کہ اہل تصوف کے نزدیک نفس محسوس ہونے والی لذات و شہوات کا مبدء ہے اور وہ ایک لطیف بخار ہے جو دل کے جوف میں حرارت غریزی کی تصعید سے اُٹھتا ہے اور عروق کے رستہ سے بدن کے تمام اعضا میں جاری ہوتا ہے، اور

بدن کی حس و حرکت اُسی پر موقوف ہے، بھوک اور سیری، حرص و ہوا، اور تمام صفات نفسانی اُسی کے ساتھ قائم ہیں، اور طبیبوں کی اصطلاح میں روح حیوانی یہی ہے، اور بدن میں روح انسانی کے تعلق کا ذریعہ یہی نفس ہے، گویا لطافت و کثافت میں دونوں طرف مناسبت رکھنے کی وجہ سے روح اور بدن کے درمیان برزخ ہے، اور نفس کے ساتھ رُوح کا تعلق بعینہٖ اس طرح ہے جس طرح عورت کے ساتھ مرد کا تعلق ہے، اور روح و نفس کی ملاوٹ سے ایک اور لطیفہ پیدا ہوتا ہے، جسے قلب[۲] کہتے ہیں، اور قلب اُن دونوں کے درمیان تعلق رکھنے والا اور پھیرنے والا ہے، اور ان دونوں میں کسی ایک کے احکام کے غلبہ کے وقت اُسی کا تابع ہو جاتا ہے، نفس محسوسات کا ادراک کرتا ہے اور روح معقولات کا ادراک کرتا ہے، اور محسوسات و معقولات سے مرکب چیز کا ادراک قلب کرتا ہے، پس چاہیئے کہ اُن چیزوں کا ادراک کرنے والا جو نہ محسوس ہوں نہ معقول کوئی دوسری شے ہو اور خدا تعالےٰ غیر محسوس و غیر معقول ہے (یعنی اللہ تعالےٰ کو نہ نفس ادراک کر سکتا ہے نہ عقل پا سکتی ہے) اور اُس نے ایک اور لطیفہ بلند تر اور صاف تر بھیجا جو قلب کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اور اُسے سر[۳] کہتے ہیں، اور ایک اور لطیفہ اس سے بھی زیادہ صاف تر بھیجا، جس کا تعلق لطیفہ سر سے ہے، اور اُس کو خفی کہتے ہیں، اور خداوند تعالےٰ کی ذات کا کشف لطیفہ خفی سے ہوتا ہے، اور بزرگوں کا کہنا ہے کہ ممکن ہے کہ یہ لطائف ہر ایک انسان کے رُوح علوی کے ساتھ ساتھ ودیعت رکھے گئے ہوں، اور ظلمانی پردوں کی وجہ سے چھپے ہوئے ہوں اور

تزکیۂ نفس اور تصفیہ قلب اور رُوح کی صفائی کے بعد ظاہر ہو جائیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ روح کی صفائی کے بعد نئے سرے سے اُن کا فیضان ہو جائے، وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ اس مقدمہ کے بعد حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے آیندہ کلام کا سمجھنا آسان ہو جاتا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:۔

"اے انسان! مومن جب اچھے کام کرتا ہے، تو اُس کا نفس قلب بن جاتا ہے، اور قلب کی ادراک کردہ چیزوں کو پا لیتا ہے، پھر اُس کا لطیفہ سِرّ سے بدل جاتا ہے اور سِرّ بن جاتا ہے، پھر لطیفہ سِرّ کے کئی حالات بدلتے رہتے ہیں، اور سِرّ فانی ہو جاتا ہے، پھر فنا دوسرے حال میں بدلتا اور وجود بقا بن جاتا ہے"۔

پھر آپ نے فرمایا کہ دوستوں کے لئے ہر ایک دروازہ کھلا ہے، یعنی خدا تعالےٰ جسے دوست رکھتا ہے، اُسے جس دروازہ سے چاہے، اندر لے آتا ہے، اور جسے دوست نہیں رکھتا اُس پر تمام دروازے بند کر دیتا ہے،

اے انسان! فنا در اصل مخلوقات کو شہودی آنکھوں سے معدوم کر دینا اور اپنی طبع بشری کو فرشتوں کی طبع و خاصیت کی طرف پھیر دینا ہے، پھر فرشتوں کی طبع و خاصیت سے بھی فانی ہو جانا۔ پھر تیرا پہلے رستہ کو مل جانا ہے۔

اور اس وقت تیرا پروردگار تیری تیار شدہ زمین کی آبیاری کریگا، جتنی کہ وہ تیری آبیاری کرنا چاہتا ہے، اور جو کچھ وہ بونا چاہتا ہے وہ تجھ میں بوئیگا اور اُگائیگا، اگر تو اس مقام و حال کا

خواہشمند ہے تو تجھے مسلمان بن جانا چاہئیے، پھر قضا و قدر کو مان لینا چاہئیے، پھر خداوند تعالیٰ کے دین شریعت کے اوامر و نواہی اور اسکی معرفت کو جاننا چاہئیے، اور جب تیرا وجود اور ہستی اسی کا ہوگا، تو تیرا سب کچھ بھی اسی کا ہو جائیگا ؛

زہد ایک گھڑی کا کام ہے، اور ورع دو گھڑی کا کام اور معرفت الٰہی ہمیشہ کا کام ؛

۷۸۔ مجاہدہ و محاسبہ کرنے والوں کے دس خصائل

اپنے نفس کے ساتھ مجاہدہ و محاسبہ کرنے والوں اور صراط مستقیم پر چلنے کا پختہ ارادہ رکھنے والوں کے لئے دس خصلتیں ہیں، جن کو انہوں نے مقرر فرمایا ہے، اور انہیں پر وہ کاربند ہیں، پھر جب وہ اللہ تعالٰے کے حکم سے اُن کو قائم کرتے اور انہیں ٹھیک اور مضبوط کر لیتے ہیں تو بلند مراتب پر فائق ہو جاتے ہیں :-

پہلی خصلت یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالٰے کی قسم نہ کھائے، نہ سچی نہ جھوٹی، نہ جان بوجھ کر، نہ بھول کر، کیونکہ جب وہ اپنے دل سے اس کو پختہ کر لے، اور اپنی زبان کو اُس کا عادی کر لے، تو اُس عادت کو اتنا بلند کرتا ہے کہ سہواً اور عمداً قسم کھانے کو بالکل چھوڑ دیتا ہے، اور وہ بندہ اپنے دل میں اس کا نفع، اور اپنے مرتبہ کی بلندی، اور پختہ ارادہ اور صبر میں قوت، اور بھائیوں اور رشتہ داروں کے نزدیک اپنی تعریف اور پڑوسیوں کے نزدیک اپنی عزت و بزرگی کو معلوم کر لیتا

ہے، حتیٰ کہ جو شخص اسے جانتا ہے اس کی اقتدا و پیروی کرتا ہے۔ اور جو اُسے دیکھتا ہے اس سے ڈرتا اور اُسے بزرگ جانتا ہے ۔

دُوسری خصلت یہ ہے کہ جھوٹ سے کنارہ کش ہو جائے، بیہودہ ہو یا اچھا، کیونکہ جب اُس نے جھُوٹ سے کنارہ کر لیا اور اُسے اپنے دل میں پختہ کر لیا، اور اپنی زبان کو اُس کا عادی بنا لیا، تو اس عادت سے اللہ تعالیٰ اس کا سینہ کھول دیتا ہے، اور اس کے ساتھ اُس کا علم روشن کر دیتا ہے کہ گویا وہ جھوٹ کو جانتا ہی نہیں، اور جب جھُوٹ کو دُوسرے سے سُنتا ہے تو اس جھوٹ بولنے والے پر اس کا عیب لگاتا ہے، اور اُس کی وجہ سے اپنے دل میں اُس کو سرزنش کرتا ہے، اور اگر جھوٹ بولنے والے کے لئے اس عادت کے ہٹ جانے کی دُعا کرے تو اسے ثواب ملتا ہے ۔

تیسری خصلت یہ ہے کہ اس بات سے پرہیز کرے کہ کسی کے ساتھ کوئی وعدہ کیا ہے تو وعدہ خلافی کر دے، یا وعدہ کرنا ہی قطعاً چھوڑ دے (تا کہ وعدہ خلافی نہ ہو) کیونکہ وعدہ خلافی سے بچنا سالک کے کام کے لئے بہت قوی اور اس کے راہ سلوک کے لئے میانہ روی ہے، اس لئے کہ وعدہ خلافی جھوٹ کی ایک قسم ہے، پس جب اُس نے یہ کام کیا تو اُس کے واسطے سخاوت کا دروازہ اور حیا کا مرتبہ کھل جاتا ہے، اور اس کے لئے سچوں کے دلوں میں محبت اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سرفرازی عطا کر دی جاتی ہے ۔

چوتھی خصلت یہ ہے کہ سالک مخلوقات میں کسی چیز پر (خواہ وہ انسان ہو یا حیوان یا جماد) لعنت کرنے سے یا کسی کو ذرہ بھر بھی اس سے

بھی تھوڑا دکھ پہنچانے سے اجتناب کرے، کیونکہ یہ عادت نیکو کاروں
اور راست گفتاروں کی عادات میں سے ہے، اور اس کام کا انجام اُس
کے لئے بہت نیک ہے، کہ اللہ تعالیٰ اُسے دنیا کے اندر اپنی حفاظت
ونگہبانی میں رکھتا ہے، اور اُس کے ساتھ ساتھ اُس کے لئے درجات آخرت
کا ذخیرہ بھی رکھتا ہے اور اُسے تباہی و ہلاکت کے گڑھوں سے بچاتا
ہے، اور مخلوقات کی ایذا رسانی سے اُس کو سلامت رکھتا ہے، اور
اُس کو بندوں پر مہربانی کرنا اور اپنا قرب نصیب کرتا ہے۔

پانچویں خصلت یہ ہے کہ مخلوقات میں سے کسی پر بددعا
کرنے سے پرہیز کرے، اگرچہ اُس نے اُس پر ظلم ہی کیا ہو، پس زبان سے
بددعا کرنے کے ذریعہ سے اُس سے قطع تعلق نہ کرے، اور اُس کے
کاموں میں اُس سے بدلہ نہ لے (یعنی جیسا اُس نے کیا ہے ویسا نہ کرے)
اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور طلب ثواب کے لئے اُس کے اس فعل کی برداشت
کرے، اور کسی قول و فعل پر بھی بدلہ نہ لے، کیونکہ یہ خصلت اپنے
اختیار کرنے والے کو اعلےٰ درجات پر سرفراز کر دیتی ہے، جب وہ
اس خصلت کی نگہداشت کرے تو دنیا و آخرت میں بلند مرتبہ حاصل
کر لیتا ہے، اور تمام مخلوقات کی قبولیت میں خواہ وہ اپنا ہو یا بیگانہ
قریب کا ہو یا دُور کا، ظاہری و باطنی محبت و دوستی کو پا لیتا ہے اور
دُعا کی قبولیت اور نیکی میں قدر و منزلت کی بلندی اور دنیا کے
اندر مسلمانوں کے دلوں میں عزت حاصل کرتا ہے۔

چھٹی خصلت یہ ہے کہ اہل قبلہ لوگوں میں سے کسی پر بھی شرک،
کفر اور نفاق کی قطعی شہادت نہ دے (اور مشرک، کافر اور منافق ہونے

کا فتوا اسے نہ چھوڑ دے) کیونکہ یہ خصلت مخلوقات پر مہربانی کرنے کے بہت قریب اور درجہ میں بہت بلند ہے، اور یہی خصلت پورا اتباع سنت ہے، اور علم الٰہی میں مداخلت کرنے سے اور اس کے غضب میں گرفتار ہونے سے بہت بعید ہے، اور اللہ تعالیٰ کی رضا و رحمت کے بہت قریب ہے، پس وہ بیشک بارگاہ الٰہی میں داخل ہونے کے لئے ایک بزرگ و بلند دروازہ ہے، جس کے نتیجہ میں تمام مخلوقات پر رحم کرنا بندہ کو ورثہ میں مل جاتا ہے +

ساتویں خصلت یہ ہے کہ گناہوں میں سے کسی گناہ کی طرف نگاہ کرنے سے پرہیز کرے، گناہ ظاہری ہوں یا باطنی، اور اُن سے اپنے اعضاء و حواس کو باز رکھے، کیونکہ اس کا ثواب دل و اعضا میں اس دنیا کے اندر باقی تمام اعمال کے ثواب سے بہت بلند ملتا ہے، اور ساتھ ہی خدا تعالیٰ اُس کے لئے آخرت کی بھلائی کا بھی ذخیرہ رکھتا ہے، ہم خدا تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہم سب پر اس خصلت پر عمل کرنے کا احسان کرے، اور ہمارے دلوں سے ہماری خواہشات نفسانی کو نکال دے، آمین +

آٹھویں خصلت یہ ہے کہ مخلوقات میں سے کسی شخص پر اپنی طرف سے چھوٹا بڑا کوئی بوجھ ڈالنے سے پرہیز کرے، بلکہ تمام خلقت پر سے اپنی ہر اُس چیز کا بوجھ اُٹھا لے جس کا وہ محتاج ہے اور جس کا وہ محتاج نہیں، کیونکہ خلقت پر سے بوجھ اٹھا لینا عابدوں کی پوری عزت اور پرہیزگاری کی قدر و منزلت کی بلندی کا باعث ہے، اور اس خصلت کے ذریعہ سے نیکیوں کا حکم کرنے

اور برائیوں سے روکنے پر قوت پا لیتا ہے، اور ساری خلقت (دولتمند ہو یا مفلس) اُس کے نزدیک ایک مرتبہ پر ہوتی ہے، پس جب کوئی شخص ایسا ہو جائے، تو خداوند تعالیٰ اسے اعتماد بے نیازی اور اپنے پر اعتماد و یقین کرنے کی طرف لے جاتا ہے، اور وہ اپنے طمع و لالچ سے کسی کا مرتبہ بلند نہیں کرتا، اور خلقت اُس کے نزدیک حق گوئی میں برابر ہوتی ہے، (اور حق گوئی کے وقت کسی کا لحاظ نہیں رکھتا) اور قطعی یقین کر لیا جائے کہ اس کام پر لگ جانا مسلمانوں کی عزت اور پرہیزگاری کی بزرگی کا سبب ہے، اور اخلاص کا قریب ترین دروازہ +

نویں خصلت یہ ہے جو سالک کے لئے نہایت ضروری ہے، کہ آدمیوں سے اپنے طمع و لالچ کو دور رکھے اور اپنے نفس کو اُس چیز کے طمع میں نہ ڈالے جو ان کے پاس ہے، پس یقیناً وہ بہت ہی بڑی عزت اور خالص تونگری اور بے نیازی اور بڑی بادشاہی اور بڑا فخر اور روشن و صاف یقین اور شرک سے شفا بخشنے والا اور خالص توکل ہے، اور اللہ تعالیٰ پر اعتماد اور بھروسہ کے دروازوں سے اور زہد کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے، اور اس کے ذریعہ سے پرہیزگاری حاصل کی جاتی ہے، اور سالک کی عبادت مکمل ہوتی ہے اور وہ غیر اللہ سے کٹ کر اللہ تعالیٰ کی طرف جانے والوں کی نشانیوں میں سے ہے +

دسویں خصلت تواضع ہے، کیونکہ اس خصلت سے عابد کا محل مضبوط ہوتا ہے اور اس کا مرتبہ بلند ہو جاتا ہے، اور خداوند تعالیٰ

اور مخلوقات کے نزدیک غیرت و بلندی کامل ہو جاتی ہے، اور دُنیا و آخرت کے کام میں سے جس کا وہ ارادہ کرے اُس پر قدرت پا لیتا ہے اور یہ خصلت تمام عبادتوں کی جڑ بھی ہے اور شاخ بھی، اور اُس کا کمال بھی، اور اُس کے ذریعہ سے بندہ نیکوکاروں اور آرام و تکلیف میں اللہ تعالےٰ سے راضی رہنے والوں کے مقامات و مراتب کو پا لیتا ہے، اور تواضع تقویٰ کا کمال ہے۔

اور تواضع کی علامت یہ ہے کہ بندہ آدمیوں میں سے ہر شخص کو اپنے سے بزرگ اور افضل سمجھتا ہوا ملے، اور کہے کہ ممکن ہے کہ وہ ملنے والا شخص اللہ تعالےٰ کے نزدیک مجھ سے بہتر اور بلند مرتبہ ہو، پس اگر وہ بچہ ہو تو کہے کہ اس نے اللہ تعالےٰ کی بے فرمانی نہیں کی اور میں نے گناہ کئے ہیں، پس (اس میں) شک نہیں کہ وہ مجھ سے بہتر ہے، اور اگر بڑا ہو تو کہے کہ اُس نے مجھ سے پہلے خدا تعالےٰ کی عبادت کی ہے، اور اگر وہ شخص عالم ہو تو کہے کہ اس کو وہ چیز عطا کی گئی ہے، جس کو میں نہیں پہنچا اور اس نے وہ چیز پائی ہے، جو میں نے نہیں پائی، اور اُس نے وہ چیز معلوم کی ہے جس کا مجھے پتہ نہیں، اور وہ اپنے علم و سمجھ سے عمل کرتا ہے، اور اگر وہ جاہل ہو تو کہے کہ اس نے جہالت و نادانی سے اللہ تعالےٰ کی بے فرمانی کی ہے، اور میں نے دانستہ اُس کی بے فرمانی کی ہے، اور میں نہیں جانتا کہ کس چیز پر میرا خاتمہ ہوگا اور کس چیز پر اُس کا، اور اگر وہ کافر ہو تو کہے کہ میں نہیں جانتا کہ شاید وہ مسلمان ہو جائے اور اُس کا خاتمہ نیک عمل پر ہو جائے، اور شاید (معاذ اللہ) میں کافر ہو جاؤں، اور

میرا خاتمہ بداعمالی پر ہو جائے +

اور یہ تواضع دوسرے پر مہربانی کرنے اور اپنی ذات پر خوف کھانے کا دروازہ ہے، اور یہ بہترین چیز ہے، جس کے ساتھ صحبت رکھی جائے، اور آخری چیز ہے جس کا اثر بندوں پر باقی رہتا ہے، پس جب بندہ ایسا ہو جائے تو خدا تعالےٰ حوادثات و آفات نفسانی اور وساوس شیطانی سے اس کو محفوظ و سلامت رکھتا ہے، اور اس کے ذریعہ سے خداوند تعالےٰ کے لئے خیر خواہی اور اس کے حقوق ادا کرنے کے مقامات پر پہنچ جاتا ہے، اور رحمان کے برگزیدہ بندوں اور اس کے دوستوں میں سے ہو جاتا ہے، اور خدا تعالیٰ کے دشمن شیطان لعین کے دشمنوں میں سے بن جاتا ہے، اور وہ رحمت کا دروازہ ہے، اور اس کے باوجود وہ ایسا ہو جاتا ہے کہ اس نے تکبر کے دروازہ کو بند اور خود بینی کی رسی کو کاٹ ڈالا ہے، اور دین، دنیا اور آخرت کے اندر اپنی ذات میں تکبر و تعلی کے درجہ کو ترک کر دیا ہے، اور وہ عبادت کا مغز، اور زاہدوں کی بلندی کی انتہا، اور عابدوں کی علامت ہے، اور کوئی چیز اس سے زیادہ بہتر اور افضل نہیں ہے +

اور اس کے باوجود سالک کو چاہیئے کہ جہان والوں کو بدی کے ساتھ یاد نہ کرے، اور ایسی بات سے جو بیکار و بیہودہ ہے اپنی زبان بند کر دے، پس اس کے بغیر کوئی عمل بھی پورا اور مکمل نہیں ہوتا، اور ہر حال میں کینہ، دشمنی اور تکبر و بغاوت و سرکشی کو اپنے دل سے نکال دے اور اس کی زبان، اور اس کی خواہش ظاہر میں اور پوشیدہ میں ایک ہی ہو، اور اسی طرح پر اس کی بات بھی ایک ہو، اور مخلوقات بھی نصیحت

اور خیر خواہی کرنے میں ایک ہو (یعنی اپنا ہو یا بیگانہ، نزدیک کا ہو یا دُور کا سب کی مساویانہ خیر خواہی کرے)*

اور نصیحت کرنے والوں اور خیر خواہوں میں وہ شخص شمار نہیں ہوتا، جس کا یہ حال ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے کسی کو بُرائی سے یاد کرتا ہے، یا اُسے کسی کام میں (پند و نصیحت کے بغیر ہی) سرزنش کرتا ہے یا وہ اس بات کو پسند کرتا ہے، کہ اُس کے سامنے کسی کو بُرائی سے یاد کیا جائے، یا اُس کا دل اس بات سے خوش ہو کہ اُس کے پاس کسی کا ذکر بد ہو رہا ہے، اور یہ عادت عبادت کرنے والوں کی آفت اور عابدوں و زاہدوں کی ہلاکت کا باعث ہے، مگر اللہ تعالےٰ اپنی رحمت سے دل و زبان کی حفاظت پر جس کی مدد کرے*

۷۹ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کا ذکر

جب آپ اُس بیماری میں جس میں آپ کی وفات ہُوئی بیمار ہُوئے، تو آپ کی خدمت میں اُن کے فرزند حضرت عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا، کہ آپ مجھے اُس کام کی وصیت فرمائیں، جس پر آپ کے بعد میں عمل کرتا رہوں، تو آپ نے فرمایا:-

"تجھے اللہ تعالےٰ کا خوف اور پرہیز گاری اختیار کرنا چاہیے، اور خداوند تعالیٰ کے سوا کسی سے خوف نہ کر، اور اللہ تعالےٰ کے بغیر

کسی سے اُمید بھی نہ رکھ، اور اپنے سارے کام خداوند تعالیٰ کے سپرد کردے، اور صرف اُسی پر بھروسہ رکھ، اور اپنی تمام حاجات اُسی سے طلب کر، اور خدا تعالیٰ کے بغیر کسی پر اعتماد و ثوق نہ کر، اور توحید کو لازم پکڑ جس پر سب کا اتفاق ہے۔

اور آپ نے فرمایا "جب دل خدا تعالیٰ کے ساتھ درست اور ٹھیک ہو جائے تو کوئی چیز دل سے جدا نہیں ہوتی اور نہ ہی کوئی چیز اُس سے باہر نکلتی ہے" اور آپ نے فرمایا "میں مغز بے پوست ہوں" اور آپ نے اپنی اولاد کو فرمایا "میرے ارد گرد سے ہٹ جاؤ، پس بیشک ظاہر میں تو میں تمہارے ساتھ ہوں اور باطن میں تمہارے علاوہ دوسرے کے ساتھ"۔ اور فرمایا "تمہارے علاوہ دوسرے (یعنی ملائکہ عظام) میرے پاس حاضر ہوئے ہیں، تو اُن کے لئے جگہ کشادہ کردو، اور اُن کے ساتھ ادب سے پیش آؤ، یہاں بہت بڑی رحمت ہے، اور اُن پر جگہ تنگ نہ کرو"۔ اور آپ (فرشتوں کی جماعت کو) فرما رہے تھے، وَ عَلَیْکُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ غَفَرَ اللّٰہُ لِیْ وَلَکُمْ وَتَابَ اللّٰہُ عَلَیَّ وَعَلَیْکُمْ بِسْمِ اللّٰہِ غَیْرَ مُوَدِّعِیْنَ یعنی "اور تم پر سلام اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اُس کی برکتیں ہوں اور خدا تعالیٰ مجھے اور تم کو بخشے اور میری اور تمہاری توبہ قبول فرمائے بسم اللہ بغیر رخصت کئے آجاؤ"۔

اور آپ یہ سلام وغیرہ ایک دن رات فرماتے رہے، اور آپ نے فرشتوں کو فرمایا "تم پر افسوس ہے میں کسی چیز سے نہیں ڈرتا، (اور پرواہ نہیں کرتا) نہ کسی فرشتہ، نہ ملک الموت سے، اور اے ملک الموت تیرے سوا

ہمیں اس ذات اقدس نے عطا فرمایا ہے جو ہمارا کارساز ہے" اور آپ نے ایک نعرہ لگایا، اور یہ اُس دن کا واقعہ ہے، جس کی رات کو آپ نے انتقال فرمایا ؛

اور ہمیں آپ کے فرزند حضرت عبدالرزاق اور موسیٰ رحمہما اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ آپ اپنے ہاتھ اوپر اُٹھاتے اور پھیلاتے تھے اور فرماتے تھے "وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ توبہ کرو (اور اپنے مولا کی طرف واپس پھرو) اور صف میں داخل ہو جاؤ، یہ دیکھو میں بھی تمہاری طرف آتا ہوں" اور آپ فرما رہے تھے "اُرْفُقُوْا یعنی نرمی کرو" پھر آپ کو حق اور موت کی مستی نے آلیا إِنَّا لِلّٰہِ وَإِنَّا إِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ؛

۸۰۔ آپ رضؓ کے مرض اور وصال کے باقی حالات

آپ رضؓ نے فرمایا "میرے، تمہارے اور تمام خلقت کے درمیان اتنی دوری ہے، جتنی زمین و آسمان کے درمیان، پس مجھے کسی شخص کے ساتھ قیاس نہ کرو اور نہ مجھ پر کسی شخص کو قیاس کرو" ؛

پھر آپ رضؓ کے فرزند حضرت عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ نے آپ رضؓ سے اُن کی حالت اور تکلیف کے متعلق پوچھا، تو آپ رضؓ نے فرمایا۔ "مجھے کوئی شخص کچھ نہ پوچھے، میں خدا تعالیٰ کے علم میں ایک حال سے دوسرے حال میں پھر رہا ہوں" ؛

اور جب آپ کے فرزند حضرت عبدالعزیز رحؒ نے اُن سے بیماری کے

متعلق دریافت کیا، تو فرمایا "بیشک میرے مرض کو نہ کوئی شخص جانتا ہے اور نہ کسی کے عقل و قیاس میں آتا ہے، نہ آدمی، نہ جن، نہ فرشتہ اللہ تعالے کا علم ازلی اُس کے حکم سے نہیں ٹوٹتا (کیونکہ) حکم بدل جاتا ہے اور علم نہیں بدلتا، اور حکم منسوخ کر دیا جاتا ہے اور علم منسوخ نہیں کیا جاتا، یَمْحُوا اللّٰهُ مَا یَشَآءُ وَ یُثْبِتُ ۚ وَ عِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ۔ "اللہ تعالے جس چیز کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے، اور جس چیز کو چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے، اور اُس کے پاس اصل کتاب ہے"۔ لَا یُسْـَٔلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَ هُمْ یُسْـَٔلُوْنَ "جو کچھ وہ کرتا ہے اُس کے متعلق نہیں پوچھا جاتا اور بندے پوچھے جاتے ہیں"، صفات کی خبریں جس طرح آئی ہیں اُسی طرح گذر جاتی ہیں ⁂

اور آپؓ کے فرزند عبدالجبار رحمۃ اللہ علیہ نے آپؓ سے پوچھا کہ آپ کے جسم سے آپ کا کونسا عضو آپ کو تکلیف دے رہا ہے؟ تو آپ نے فرمایا "دل کے سوا میرے تمام اعضا مجھے دُکھ دے رہے ہیں، اور دل کو کوئی تکلیف نہیں، اور وہ خدا تعالیٰ کے ساتھ صحیح و سلامت ہے" پھر آپ کو موت آگئی ⁂

اور آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں کلمۂ توحید کے ساتھ مدد ڈھونڈتا ہوں کہ "اللہ تعالے کے سوا کوئی معبود نہیں جو پاک اور بلند ہے، اور وہ زندہ ہے جو فوت ہونے اور مرنے کا خوف نہیں رکھتا، پاک ہے وہ ذات جو اپنی قدرت کے ساتھ غالب ہے، اور اس نے بندوں کو موت کے ساتھ مغلوب کر دیا ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ⁂

آپؓ کے فرزند حضرت موسیٰ رحمہ اللہ تعالیٰ نے مجھے خبر دی کہ آپ

لفظ تعزّز کو کہتے تھے، اور آپ کی زبان اس لفظ کو صحیح ادا نہیں کرتی تھی، پس وہ اس لفظ کو بار بار دُہراتے رہے، حتیٰ کہ جب تعزّز کا لفظ کہا اور اُس کے ساتھ اپنی آواز کو لمبا اور سخت کیا کہ آپ کی زبان درست ہو گئی (اور لفظ درست ادا ہو گیا)، پھر فرمایا اَللہُ اَللہُ اَللہُ (تین بار) پھر آپ کی آواز ہلکی ہو گئی اور آپ کی زبان تالو سے مل گئی، پھر آپ کی معزز رُوح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

رِضْوَانُ اللہِ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَاَعَادَ عَلَیْنَا مِنْ بَرَکَاتِہٖ وَخَتَمَ لَنَا بِخَیْرٍ لِجَمِیْعِ الْمُسْلِمِیْنَ وَاَلْحِقْنَا بِالصّٰلِحِیْنَ غَیْرَ خَزَایَا وَلَا مَفْتُوْنِیْنَ، اٰمِیْنَ! اٰمِیْنَ!! اٰمِیْنَ۔

الحمد للہ والمنۃ کہ کتاب مستطاب فیض مآب اعنی رموز الغیب ترجمہ اردو فتوح الغیب یعنی مقالات حضرت محبوب سبحانی غوث صمدانی شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

بوقت سعید باختتام رسید

تاریخ طبع

از ذرہ بے مقدار خاکپائے اہل اللہ شکستہ رقم احقر نور احمد خطیب جامع امین آباد ضلع گوجرانوالہ

حمدِ خالق بعد نعتِ مصطفٰے — کرنا اپنا مدعا اظہار ہے
ترجمہ ہے یہ "فتوح الغیب" کا — جو "رموز الغیب" پر سرار ہے
ہیں مقالاتِ جنابِ غوث پاک رح — رہنمائے طالبِ دیں دار ہے
بحرِ عرفاں کے شناور کے لئے — اسوۂ خواجہ فریشہوار ہے
پیرو برنا کی یہ ہے رہبر کتاب — شاہِ جیلاں کا کھلا دربار ہے
جس کے اسّی باب ہیں ہر باب میں — نصِ قدرت ہے حدیثِ یار ہے
ہر ورق توحید کا "دفترِ عیاں" — لفظ اک اک قلزمِ ذخار ہے
شاہ محی الدین کی تعلیم کا — اک مبارک تذکرہ اظہار ہے
دیکھ کیا فرماتے ہیں پیرانِ پیر — عاملِ سنت کا بیڑا پار ہے
یہ صحیفہ طالبوں کی جان ہے — اس کا عاشق محرمِ اسرار ہے
اس سے پائے گوہرِ مقصود وہ — جو بھی اہلِ علم ہے ہشیار ہے
چھپ گیا عربی سے اردو ترجمہ — دیکھ لے جو طالبِ دیدار ہے
طالبانِ راہ مولا کے لئے — یہ بھی اک احسان گوہر بار ہے

یہ ندائے غیب ہے تاریخ طبع
کہ "رموز الغیب عجب" گلزار ہے
۱۳ ھ ۷۱

استقلال پریس بیرون لوہاری دروازہ لاہور میں باہتمام صاحبزادہ محمد فیض علی نقشبندی مجددی نور طبع سے آراستہ ہوئی

ایمان افروز کتابیں

مفتاح العلوم شرح مثنوی مولانا رُوم

از حضرت مولانا محمد نذیر صاحب عرشی مثنوی کی یہ لاجواب مطبع شرح نہایت ہی آسان اور سہل اردو میں اس طرز پر تیار کی گئی ہے کہ اول مثنوی کا شعر جلی قلم سے اعراب دیکر پھر اسکی لغات صرفی نحوی شعر کا ترجمہ اور مسلسل مطلب قرآن و حدیث و اقوالِ ائمہ کے حوالجات اور شعرائے صوفی منش کے چیدہ چیدہ اشعار کے برمحل استعمال سے بیان کیا گیا ہے صاحب ذوق و علم دوست طبقہ میں یہ شرح نہایت مقبول ہو چکی ہے۔ ملک بھر کے رسائل و اخبارات نے اس شرح کو بہترین تسلیم کیا ہے قیمت فی حصہ ۱۲ مجلد ۱۸ طلائی حصہ ۲ روپے محصولڈاک علاوہ

اسرار العلوم اُردو منظوم احیاء العلوم

امام غزالیؒ کی مشہور و معروف کتاب احیاء العلوم کا بہترین لُبِ لباب جو نہایت دلکش اور موثر اردو نظم میں شائع کیا گیا ہے قیمت صرف تین روپے

خُطباتِ عرشی

حضرت مولانا محمد نذیر صاحب عرشی کے ۵۲ خطبات سال بھر کے جمعوں اور عیدین کیلئے الگ الگ خطبہ فصیح عربی اور موثر اُردو نظم میں دیا گیا ہے۔ عربی عبارت جلی قلم سے اُردو ترجمہ کیساتھ دیگئی قیمت ۸ ہے

سِلسلہ کُتب تعلیم النساء

از حضرت مولانا محمد نذیر صاحب عرشی مسلمان لڑکیوں کی دینی۔ اخلاقی اور امورِ خانہ داری کی تعلیم کے لیے یہ بہترین سلسلہ ہے جو ملک بھر میں بیحد مقبول ہو چکا ہے اس کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ اس کی شہرت سے فائدہ اُٹھانے کے لئے نقالوں نے اسی نام پر دوسری کتابیں شائع کر دیں لیکن یہ سلسلہ اپنی امتیازی خوبیوں کی وجہ سے جس قدر مقبولیت حاصل کر رہا ہے وہ اُن کو نصیب نہیں۔ اس لئے تعلیم النساء کی کتابیں خریدتے وقت مصنف کا نام ضرور دیکھ لیا کریں۔ قاعدہ تعلیم النساء ۲ر تعلیم النساء کی پہلی کتاب ۵ر دوسری کتاب ۸ر تیسری کتاب ۱۵ر چوتھی کتاب عہ پانچویں کتاب عہ چھٹی کتاب عہ ساتویں کتاب عہ۔ علاوہ محصولڈاک

سوانح نبی کریمؐ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاک زندگی کے حالا[illegible] اور لڑکوں کیلئے ایسے آسان اور دلنشین پیرایہ میں [illegible] کہ ہر بچہ آسانی سے پڑھ سکے مقامات مقدسہ [illegible] نامۂ مبارک کے اصلی اور صحیح فوٹو کتاب کی زینت [illegible]

ملنے کا پتہ

قریشی بُک ایجنسی۔ پوسٹ بکس نمبر ۶۷۔ لاہور